

البوہریرہ تاریخ کے آئینے میں



البوہریرہ
تاریخ کے
آئینے میں

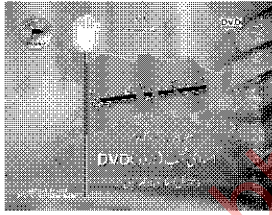
تصنیف
علامہ محمود البوریہ (مصر)

ترجمہ
سید حسین مرتضیٰ

ترجمہ
سید محمد موسیٰ رضوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی



لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

SABER-E-SAKINA
www.murat.net

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



تصنیف

علامہ محمود ابوریہ (مصر)

ترجمہ

سید محمد موسیٰ رضوی

تشریفاتی

سید حسین مرتضیٰ

البوہرہ

تاریخ کے

آئینہ میں



اعلام عظمت انسانیت

انسان عظمیٰ، انسان واجب

تنویر منزل ۳/۴۸۱ . لیاقت آباد . کراچی



شیخ البصیرۃ

نام کتاب

اول ۱۳۹۸ھ یکم محرم (۱۹۷۷ء)

طبع

شیخ محمود البوریہ (مصر)

مؤلف

سیّد محمد موسیٰ رضوی

ترجمہ

انصار حسین واسطی

اہتمام

امیر علی سعید

پیشکش

المشہد پرنٹنگ ایجنسی

طابع

۳۸۱ لیاقت آباد کراچی

ابن حسن پرنٹنگ پریس کراچی

طباعت

قیمت :- ۲۰ روپے

ناشر

اَلْاِسْرَءُ الْعَظَمٰی السَّانِیَّةُ

۳۸۱ - لیاقت آباد کراچی

jabir.abbas@yahoo.com



jabir.abbas@yahoo.com



ترتیب

- ۱۰- عرضِ ناشر
- ۱۱- پیش لفظ
- ۱۴- تقریظ
- ۳۵- نگاہِ اولیں
- ۴۹- مولف کتاب
- ۵۱- ماخذ کتاب
- ۵۵- مقدمہ
- ۶۳- سر آغاز
- ۶۵- ابو ہریرہ
- ۶۷- ابو ہریرہ کے نام میں اختلاف
- ۷۰- ابو ہریرہ کا سلسلہ نسب اور انکی پرورش
- ۷۲- خیبر میں پیغمبر کے حضور ابو ہریرہ کی شرفیابی
- ۷۶- پیغمبر اکرم سے ابو ہریرہ کی مصاحبت کا سبب
- ۷۸- ابو ہریرہ کی زندگی بعد از اسلام
- ۸۰- صفہ میں ابو ہریرہ کی سکونت
- ۸۲- صفہ میں ابو ہریرہ کی بسر اوقات
- ۸۵- ابو ہریرہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب
- ۸۸- ابو ہریرہ کی شکم پروری
- ۹۰- شیخ المنیرہ

- ۲۰۔ حدیث ”نہر عبا تترس حیا“
 ۲۱۔ ”انصر ا خاک ظالما و مظلوما“
 ۲۲۔ ابو ہریرہ کی شوخیاں۔
 ۲۳۔ ابو ہریرہ بحرین میں اور ان کی پیغمبر اکرم کے ساتھ مصاحبت۔
 ۲۴۔ ابو ہریرہ کا تجاہل عارفانہ۔
 ۲۵۔ ابو ہریرہ کعب الاحبار سے نقل حدیث کرتے ہیں۔
 ۲۶۔ حدیث ”نیل“، سیحون اور فرات بہشت کی نہریں ہیں۔
 ۲۷۔ ان نہروں کا بہشت سے جاری ہونا ایک قدیم افسانہ ہے۔
 ۲۸۔ حدیث ”خداوند عالم نے زمین کو سہفتے سے دن خلق کیا۔“
 ۲۹۔ ابو ہریرہ کی روایت شدہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں۔
 ۳۰۔ حضرت عمرؓ کا ابو ہریرہ کو تازیانے لگانا۔
 ۳۱۔ ابو ہریرہ کی کثرت احادیث۔
 ۳۲۔ کس طرح ابو ہریرہ اپنے آپ کو من مانی روایات کا حقدار سمجھنے لگے۔
 ۳۳۔ صحابہؓ کا ابو ہریرہ سے انکار اور ان کی عیب جوئی۔
 ۳۴۔ حدیث ”من اصبح جنباً فلا صوم لہ“۔
 ۳۵۔ ”میرے دوست نے کہا اور میں نے اپنے دوست سے سنا“
 ۳۶۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ اور مولا علیؓ نے
 ۳۷۔ ”میرے دوست نے کہا اور میں نے اپنے دوست سے سنا“
 ۳۸۔ حدیث ”لا عدوی ولا طبرہ ولا هامہ“
 ۳۹۔ ابو ہریرہ پر تابعین کی تکتہ چینی اور انکا انتقاد۔
 ۴۰۔ ابو ہریرہ لوگوں کی تضحیک کا نشانہ بنے۔
 ۴۱۔ ابو ہریرہ کا اعتراف کہ لوگ ان کی تکذیب کرتے ہیں۔
 ۴۲۔ اسلام میں متہم ہونے والا پہلا راوی۔
 ۴۳۔ پیغمبر اکرم پر جھوٹ بولنے والے کی سزا۔

- ۲۷۶۔ خالد بن ولیدؓ
- ۲۷۷۔ ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ سے بعد ابھرے
- ۲۷۸۔ وہ واقعات اور جنگیں جس میں ابو ہریرہؓ نے شرکت نہیں کی اور ظاہر کیا کہ وہ ان میں شریک تھے۔
- ۲۷۹۔ ابو ہریرہؓ کی روایات کے چند نمونے
- ۲۸۳۔ حدیث "مگس"
- ۲۸۹۔ مکھی کی ہنگامہ آرائی
- ۲۹۱۔ اکابرین صحابہؓ کی نقل کردہ روایات
- ۲۹۹۔ حضرت ابو بکرؓ کی روایات
- ۳۰۰۔ حضرت عمرؓ کی بیان کردہ روایات
- ۳۰۰۔ حضرت علیؓ کی روایات
- ۳۰۲۔ حضرت عثمانؓ کی بیان کردہ روایات
- ۳۰۲۔ زبیر بن عوامؓ
- ۳۰۲۔ عبدالرحمن بن عوفؓ
- ۳۰۳۔ سعد بن ابی وقاصؓ
- ۳۰۴۔ ابی ابن کعبؓ
- ۳۰۴۔ زید بن ثابتؓ الانصاریؓ
- ۳۰۵۔ سلمان فارسیؓ
- ۳۰۶۔ وہ اکابر صحابہ جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے کوئی روایت نہیں کی۔
- ۳۰۸۔ ابو ہریرہؓ کے بارے میں ایک مجلس گفتگو۔
- ۳۱۴۔ خاتمہ کلام
- ۳۲۲۔ ایک اہم گفتگو
- ۳۲۵۔ ضمیمہ
- ۳۲۹۔ فرمان نبویؐ برائے سلمان فارسیؓ (المجوسی)

- ۱۴۰۔ ابو ہریرہ تدلیس سے کام لیتے ہیں۔
- ۱۴۳۔ تدلیس اور مدلسین۔
- ۱۴۵۔ تدلیس شدہ حدیث
- ۱۴۵۔ حکم تدلیس۔
- ۱۴۸۔ حدیث مرسل
- ۱۸۳۔ ابو ہریرہ دیگر صحابہ کے مانند نہیں ہیں۔
- ۱۸۸۔ رجال حدیث کی نفیض گوئی۔
- ۱۹۱۔ ابو ہریرہ کی بنو امیہ سے وابستگی۔
- ۲۰۱۔ عوام الناس اور معاویہ
- ۲۱۰۔ ابو ہریرہ اور معاویہ کی پیروی۔
- ۲۱۳۔ ابو ہریرہ بنی امیہ کی حکومت میں کس طرح شامل ہوئے۔
- ۲۱۸۔ حدیث ”بسط ثوب“۔
- ۲۳۸۔ ابو ہریرہ کے حافظے کی کمزوری۔
- ۲۳۳۔ حدیث ”دعائین“
- ۲۳۵۔ حدیث ”مزود“
- ۲۵۱۔ آل ابی العاص اور تمام بنی امیہ کے حق میں ابو ہریرہ کی خدمات
- ۲۵۶۔ معاویہ کا رُخِ زیبا
- ۲۵۷۔ ابو ہریرہ حضرت علیؑ کی بدگوئی میں احادیث جعل کرتے ہیں۔
- ۲۶۲۔ ابو ہریرہ کے لئے بنی امیہ کی امداد اور بخشش
- ۲۶۳۔ ابو ہریرہ کی بن پروری اور خوشگذرانی
- ۲۶۴۔ بحرین کی حکومت میں ابو ہریرہ کی سیرت
- ۲۷۰۔ والیوں کے انتخاب میں حضرت عمرؓ کا طریقہ کار
- ۲۷۶۔ دیانتدار والیوں کی چند مثالیں
- ۲۷۷۔ حذیفہ بن الیمانؓ
- ۲۷۳۔ سلمان فارسیؓ
- ۲۷۵۔

شیرین غفر

[illegible][illegible]

John

ابتداءً



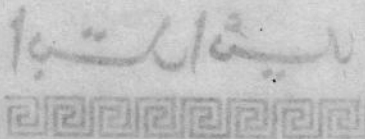
عرض ناشر



قاری سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں کسی کتاب کا پیش کرنا کس قدر دشوار ہے مگر حوادث زمانہ کا مقابلہ بھی بہر حال اہل حق پر واجب ہے۔ زیر نظر کتاب علامہ محمود ابوریہ کی تالیف ہے جس کا ترجمہ جناب سید محمد موسیٰ رضوی صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود انتہائی لگن، کاوش اور جانفشانی سے کیا اس کا اندازہ قاری کو کتاب پڑھنے کے بعد خود ہی ہو جائیگا نیز ترجمہ پر نظر ثانی کا اہم فرض سید حسین مرتضیٰ ایم اے، ریسرچ اسکالرنے انجام دیا ہے۔

لیکن قاری کو بخوبی علم ہے کہ صرف ان مراحل سے گزرنے کے بعد کتاب زیور طبع سے مزین نہیں ہوتی اس اہم اور کٹھن منزل سے گزرنے میں ہماری معاونت جناب امیر علی ساجن صاحب نے کی۔ جناب امیر علی ساجن صاحب اگر ہماری ہمت افزائی نہ فرماتے تو شاید یہ کتاب آپ کے ہاتھوں تک نہ پہنچتی۔ سچ ہے کہ اللہ نیک کام کے لئے اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم الرحیم محترمی امیر علی ساجن صاحب کو اپنے لطف و کرم سے مزید نوازے۔

ناشر



پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ *

جب دنیا میں اسلام کی صبح صادق طلوع ہوئی تو اللہ کی بات اور نبی کی ذات بس یہی دو حقیقتیں تھیں جو دین الہی کا علمی سرمایہ قرار پائیں۔ آستین اترتی رہتی تھیں اور صاحب "وما یذوق عن الہوی" ان کی توضیح و تشریح فرماتے جاتے تھے۔ کبھی زبان سے، کبھی عمل سے اور گاہے کسی کے قول و فعل کے بارے میں رضایت مندانہ خاموشی کے ذریعے۔

خدا کی کتاب اور رسول کا خطاب، کہنے کو تو دو چار لفظ ہیں مگر ان ہی چند لفظوں میں اسلام کے متاع دین و دانش کی آفاق گیر تاریخ چھپی ہوئی ہے! وحی الہی یا قرآن کریم گفتار و کردار رسول یا مجموعہ حدیث و سنت عرفان و آگہی کے وہ سرچشمے ہیں جن سے تمام علوم اسلامی کے دریا موجزن ہوئے! پیارے نبی نے کبھی فراز منبر سے معرفت کے پھول برسائے کبھی محراب مسجد میں خلوص کے بے مثال سجدے بسائے۔ دوستوں کی محفل میں بیٹھے تو ان کے دل کی ساری کدورتیں دور کر کے آگے بڑھے۔ کبھی لوح و قلم کی حفاظت کا انتظام گاہے تیغ و علم کی بلندی کا اہتمام!

غرض کہ نفس نفس اور قدم قدم حضور کے وجود گرامی کی ہر جنبش اور ذات اقدس کے ہر انداز سے علم کے سوتے پھوٹے اور عمل کی روشنی معین ہوئی۔ یعنی تفسیر کی طرح پڑھی فقہ کا ظہور ہوا، امن و ترقی کے سانچے بنے، دفاع

د استحکام کے اسلوب سامنے آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ کائنات بشری
ایک انقلاب آفریں سیرت اور ایک تاریخ ساز دور سے متعارف ہوئی۔

حضور اکرمؐ کے بعد آپ کے باصلاحیت جانشینوں نے ان آثارِ جلیلہ کو اپنے کلیجے
سے لگایا اور پھر خونِ جگر دے کر انہیں اس سلیقے سے پھیلایا کہ سلسلہٴ حدیث کے
ہر نقشِ جمیل نے ایک مستقل اور وسیع علم کی صورت اختیار کر لی!

اسلام کے خزانہ عامرہ میں دانشِ دینش کے لعل و گہر ملتے ہیں، وہ سب
حدیث کی بدولت ہیں۔ حدیث نہ ہوتی تو خدا جانے ہم کتنے بڑے سرمائے سے
محروم ہو جاتے!

مگر ان تمام حقائق کے باوجود حدیث پر بہت کڑے وقت آئے، بڑی سخت
افتاد پڑی۔ چشمِ فلک نے ایک وہ دور دیکھا کہ اس نوعِ سخن پر زبانِ کٹتی تھی۔ کسی کی
مجال جو حدیث کا نام لے سکے! پھر اس پر کام کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟
البتہ چند گنے چنے لوگ تھے جنہیں تلوار کے پانی میں زندگی کی موہیں نظر آتی
تھیں۔ بس وہی اس متاعِ بے بہا پر اپنی جانیں چھڑکتے رہے۔

ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر یہ سراپا ہمت اور ہمہ تن خلوص ہستیاں نہ ہوتیں تو
پھر حدیث کا خدا ہی حافظ تھا۔

اور لیجئے اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجئے۔ یا تو حدیث پر پابندی کا یہ عالم
کہ نہ کوئی لکھے نہ پڑھے نہ سنے نہ سناے۔ بڑے بڑے حافظانِ حدیث دن بھر
منہ سیئے رہتے۔ پھر بھی راتوں کو عتاب و سزا کے بھیاں خواب دیکھتے! اور
جب حالات نے پٹا کھایا تو معلوم ہوا کہ پورے بلادِ اسلامیہ میں "حدیث سازی"
کے بے شمار کارخانے لگ گئے ہر شہر میں ریلوں کی ریل پیل ہو گئی اور کئی کئی اجار
فروشی کی دکانیں سچ گئیں!

یا اللہ! — یا بآن بے نمکی دیا باین شورا شورائی! خیر! وقت کی یہ انوٹ
ایسی نہیں تھی جو قابلِ فہم رہتی۔ بالآخر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حکومت کی نوازش

نے اس شعبہ کو کلیدی صنعت کا درجہ دیا ہے اور سیاست کی کرم فرمایوں سے بھی روایتوں کی پیداوار میں دن دوئی رات چوگنی ترقی ہوئی ہے!

اس عہد کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہ کہ ہمیشہ در اور تربیت یافتہ رالیوں نے نو بہ نو حدیثیں ڈھالنے میں توجیرت انگیز حد تک چٹکی کی صفائی دکھائی تھی۔ غضب یہ کہ ان آفت کے پرکالوں نے ہزاروں حدیثوں کے ساتھ کوئی ڈیڑھ سو صحابہ بھی گھڑ ڈھالے اور طرفہ تماشہ یہ کہ ان کے بیسیوں کردار اور کارنامے بھی تخلیق کر لیے! مگر حیرت ہے کہ ان روح فرسا اقدامات کے خلاف کوئی محاذ نہیں لگتا۔ کوئی آواز نہیں اٹھتی! آخر کیوں؟ شاید اس لیے کہ یہ عوامی سطح کا مسئلہ نہیں تھا اور خاص لوگ ارباب اقتدار کی دلچسپیوں کا احترام واجب گردانتے ہوں گے۔ بعض علماء نے توجیہ و تاویل کا سہارا لیا ہوگا اور کچھ دانشوروں نے یہ کہہ کر چپ سا دھلی ہوگی کہ

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

لیکن وہی محافظ جماعت اور قدر شناس گروہ جس نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے ذخیرہ حدیث کو یلیامیٹ ہونے سے بچایا تھا اس صبر آزما موقع پر بھی کام آیا۔ یعنی امت مسلمہ میں آثار نبوی کی عظمت، اہمیت اور تقدس کے احساس کو زندہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ رشد و ہدایت کے اس عظیم اثاثے کو کانٹ چھانٹ کرنے و غل فصل، ترسیم و تحریف سے محفوظ رکھنے کا شعور بھی پیدا کر دیا!

یہ خلوص و فدویت میں رچی ہوئی جماعت وہ تھی جس کے اس و رئیس

”باب مدینۃ العلم“ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ ہاں! یہ علی ہی تھے جنہوں نے جمع و تدوین حدیث کی بنیاد ڈالی اور حکومت کی پرواہ کئے بغیر بار بار یہ اعلان فرماتے رہے کہ ”علم و دانش کو قلمبند کر لو“ نیز علیؑ ہی نے حدیث کی قدر و قیمت سمجھنے کے لئے مسلمانوں کو یہ وقیع نظریہ عطا فرمایا کہ ”نادان لوگ تو روایت تک پہنچ کر رہ جاتے ہیں مگر دانشمند کا ذہن درایت کی بلندیوں کو

چھوٹا ہے۔

مکتب علویؑ کے اس انداز تبلیغ و تلقین کا یہ اثر ہوا کہ وہ کلمہ گو جو ہر سیاسی خرافات کو پیغمبر خداؐ کی بات سمجھ کر سر تسلیم خم کرنے کے عادی ہو گئے تھے وہ جاگ گئے اور کسی قول کو قبول کرنے سے پہلے اسے جانچنے پر کھنے اور اس کی اصل و حقیقت معلوم کرنے پر اتر آئے۔ اور پھر رفتہ رفتہ یہ جذبہ یہاں تک بڑھا کہ صاحبان فکر و نظر نے روایت کی ساخت اور راوی کی شناخت کیلئے قاعدے قانون بنا ڈالے!

اس تمام علمی جدوجہد سے جہاں علم حدیث میں قیامت کا نکھار آیا وہاں دانش مندوں میں کلمہ حق کہنے کی سبھی غیر معمولی جرأت پیدا ہو گئی! جو لوگ شخصیتوں سے مرعوب رہتے تھے جرح و تعدیل کے اصول نے انھیں توانائی بخش دی۔ اور اس توانائی سے زبان و قلم میں بے باکی آگئی! اور اس بے باکی نے زندگی کے ہر شعبہ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

چنانچہ علما کا یہ شعار بن گیا کہ وہ ہر معاملہ کا احتساب کرنے لگے اور ہر مسئلہ پر تنقید نگاہ ڈالنا شروع کر دی۔

سید جمال الدین افغانی اس مزاج کا بہترین مظہر تھے اور جامعہ ازہر میں انھوں نے جو فکری تربیت کی مہم شروع کی تھی شیخ محمد عبدہ مرحوم اس کا عظیم شاہکار ثابت ہوئے پھر ان کے شاگردوں میں شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق اور شیخ محمد مصطفیٰ امرغی کی شخصیتیں ابھریں تو شیخ عبد المجید سلیم نے ان ہی سے فیض حاصل کیا۔ پھر شیخ محمد شلتوت کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ شیخ عبد المجید سلیم کے حلقہٴ درس میں شامل ہو کر اپنے جوہر دکھائیں۔ شیخ محمود البوریہ شلتوت ہی کے شاگرد درشید ہیں اور شیخ المفیرہ البوریہ آپ ہی کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ البوریہ نے حق گوئی و بے باکی اپنے اسلاف سے درشتی پائی تھی، مگر حق بلند کرنے کے لئے بڑے دل جگر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ نعمت بھی انھیں حاصل تھی۔ شیخ البوریہ نے اپنی اس وقیع تصنیف میں جس جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے بہت کم لوگوں سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ وہ خود احادیث

عائشہؓ کے مصنف علامہ سید مرتضیٰ عسکری مدظلہ سے مخاطب ہو کر اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ:

”میں نے اس میدان میں قدم رکھ کر بڑے کڑوے گھونٹ پئے ہیں۔ آپ

بھی میرے ہم سفر ہیں۔ خدا کرے کہ استقامت و پامردی ہمیشہ آپ کے

ساتھ رہے۔“

شیخ المفیرہ پڑھنے کی چیز ہے۔ اور اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ عزیزم سید محمد موسیٰ رضوی نے اس کا ترجمہ کر کے ذوقِ سلیم کا ثبوت دیا ہے۔ رضوی صاحب کو علمِ اسلامی میں بھی دستِ گاہِ حاصل ہے اور وہ لسانیات پر بھی خاصی قدرت رکھتے ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں بڑی خوبیاں ہیں۔

خداوندِ عالم ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور ہماری یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہمیشہ علمی مشاغل میں منہمک رہیں۔

سید ابنِ حسن نجفی

رئیسِ دانشگاهِ اسلامی۔ کراچی

پہلے چھپنے والے، امام محمد بن ابراہیم بن علی بن ابی طالب

کتاب آمینون و مریم است لقت الماس کیف - در خط سیر

سید امین - ج ۱ - ج ۲ - ج ۳ - ج ۴ - ج ۵ - ج ۶ - ج ۷ - ج ۸ - ج ۹ - ج ۱۰ - ج ۱۱ - ج ۱۲ - ج ۱۳ - ج ۱۴ - ج ۱۵ - ج ۱۶ - ج ۱۷ - ج ۱۸ - ج ۱۹ - ج ۲۰ - ج ۲۱ - ج ۲۲ - ج ۲۳ - ج ۲۴ - ج ۲۵ - ج ۲۶ - ج ۲۷ - ج ۲۸ - ج ۲۹ - ج ۳۰ - ج ۳۱ - ج ۳۲ - ج ۳۳ - ج ۳۴ - ج ۳۵ - ج ۳۶ - ج ۳۷ - ج ۳۸ - ج ۳۹ - ج ۴۰ - ج ۴۱ - ج ۴۲ - ج ۴۳ - ج ۴۴ - ج ۴۵ - ج ۴۶ - ج ۴۷ - ج ۴۸ - ج ۴۹ - ج ۵۰ - ج ۵۱ - ج ۵۲ - ج ۵۳ - ج ۵۴ - ج ۵۵ - ج ۵۶ - ج ۵۷ - ج ۵۸ - ج ۵۹ - ج ۶۰ - ج ۶۱ - ج ۶۲ - ج ۶۳ - ج ۶۴ - ج ۶۵ - ج ۶۶ - ج ۶۷ - ج ۶۸ - ج ۶۹ - ج ۷۰ - ج ۷۱ - ج ۷۲ - ج ۷۳ - ج ۷۴ - ج ۷۵ - ج ۷۶ - ج ۷۷ - ج ۷۸ - ج ۷۹ - ج ۸۰ - ج ۸۱ - ج ۸۲ - ج ۸۳ - ج ۸۴ - ج ۸۵ - ج ۸۶ - ج ۸۷ - ج ۸۸ - ج ۸۹ - ج ۹۰ - ج ۹۱ - ج ۹۲ - ج ۹۳ - ج ۹۴ - ج ۹۵ - ج ۹۶ - ج ۹۷ - ج ۹۸ - ج ۹۹ - ج ۱۰۰

تاریخ: ۱۳۰۲/۱۲/۱۵

[illegible]

صَفِيحَةُ خِدْمَةِ الْمَدِينَةِ

حدیث کی سمر گزست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ *

پروردگار عالم کی حمد و ثنا اور رسول و اہلبیت رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود سلام :-

”قدان حکیم“ کے بعد مسلمانوں کے لئے سب سے محترم، سب سے زیادہ قابل توجہ اور واجب الاتباع چیز ”حدیث“ ہے۔ ہم یہاں ”حدیث“ کے مفہوم سے بحث نہیں کر رہے ہیں کیونکہ یہ بات اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے، یہاں تو ہمیں صرف اتنی سی بات کرنا ہے کہ ”حدیث“، ”فقہ اسلامی“ کا دوسرا اہم ماخذ اور حکم قرآنی کے مطابق تمام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے، کیونکہ ”حدیث“ کے بغیر ”قرآن حکیم“ کا سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ناممکن ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

”ہم نے کسی کو رسول کو اس کے علاوہ اور کسی مقصد کے تحت نہیں بھیجا کہ خداوند عالم کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے“

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۚ

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خداوند عالم کی

۱۰ سورہ نساء (۴) آیت ۶۴ ۱۱ سورہ نساء (۴) آیت ۸۰

اطاعت کی

اس لئے اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ :-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۝
 ”اگر تم لوگ اللہ عزوجل سے محبت کا دم بھرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ عزوجل تمہیں چاہنے لگے گا۔“
 کیونکہ اس کا حکم ہے کہ :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝

”اے صاحبان ایمان! اللہ عزوجل کی اطاعت کرو اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرو اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کر کے اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“
 اور اس کا یہ حکم اس لئے ہے کہ :-

وَلَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝
 ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات اپنی خواہش سے کہتے ہی نہیں، وہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ قطعی طور پر سوائے اس وحی کے کچھ ہوتا ہی نہیں جو ان پر خداوند عالم کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔“

یہی وجہ تھی کہ حضور رختی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ”قرآن حکیم“ کی حفاظت کے سلسلہ میں یہ اہتمام کیا کہ ہر آیت کو نازل ہوتے ہی اصحاب کے حافظوں میں محفوظ کروانے سے پہلے اس کو تحریری صورت میں محفوظ کرانے کے سلسلہ میں سختی اور پابندی اختیار کی وہیں حدیث کے سلسلہ میں اصحاب کو بار بار محتاط رہنے اور اُسے محفوظ کرنے

۳۵ سورہ آل عمران (۳۱)، آیت ۳۱، سورہ محمد (۴۷)، آیت ۳۳، سورہ نجم (۵۳)، آیت ۳

کی جانب متوجہ رہنے کی شدید تاکید فرمائی اور ایک طرف :-
 ”فَلْيُبَيِّنِ الشَّاهِدَ الْعَائِبُ“ ۱۵
 ”جو لوگ سامنے موجود ہیں وہ ہمارا پیغام ان لوگوں تک
 پہنچا دیں جو اس وقت یہاں نہیں ہیں۔“

فیض :-

”قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ“ ۱۶

”تحریر کے ذریعہ علم کو محفوظ کر لو۔“

جیسے احکام جاری فرمائے کہ مسلمانوں کو حفاظت و اشاعت حدیث کی طرف توجہ دلائی
 اور دوسری جانب نہ صرف یہ کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو
 ”صحیفہ علی علیہ السلام“ کے نام سے مشہور ہونے والی مفصل ”امالی“ املاء کر دائی
 جو تمام احکام شریعت پر محیط تھی، بلکہ دوسرے معتمد اصحاب کو بھی احادیث محفوظ
 کرنے اور انہیں اہل لوگوں تک پہنچانے کے سلسلے میں ایسی تربیت دی جس کی بنیاد
 پر خود عہد نبوی میں اس ”امالی“ کے علاوہ مسند سلمان، محمد بن جعفر بن ابی حمزہ، مسند ابوذر
 ابوذر رضوان اللہ علیہ، مسند ابوذر رضوان اللہ علیہ اور حضرت ابو رافع رضوان اللہ علیہ
 کی ”کتاب السنن والاحکام“ جیسی کتابیں وجود میں آئیں ۱۷
 لیکن، اسلام اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلسل کامیابیوں سے

۱۵ ابن شعبہ حرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ العقول ص ۳۴

۱۶ ابن شعبہ حرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ العقول ص ۳۶

۱۷ آغا بزگرمحمد رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ الذریعہ ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷ دابی داؤد: سنن ج ۲ ص ۲۹۱ و کلینی

رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ: الکافی ج ۱ ص ۸۳ و ۱۸۵-۱۸۸ و مسلم: صحیح ج ۱ ص ۴۲۲ و ۴۵۹ و ج ۲ ص ۱۶۱ و نجاشی

رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ: رجال ص ۲۵۵ تفصیلات اور حوالوں کے لئے: حسین: شعب کتب حدیث کی تاریخ تدوین ص ۳۹-۴۸

۱۸ ملاحظہ فرمائیے: حسین: شعب کتب حدیث کی تاریخ تدوین ص ۴۹ و ۵۰ صدر: تاسیس الشیوخ ص ۲۸۲-۲۸۳

سے کفار و مشرکین اور دوسرے اسلام دشمن عناصر بہت زیادہ پریشان تھے۔ انھوں نے ان کامیابیوں کے تسلسل کو روکنے کے لئے بہت سی رکاوٹیں پیدا کیں لیکن انہیں ہر طرف سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، تب انھوں نے منافقت کا طریقہ اختیار کیا جس کے ذریعہ انھوں نے ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان اور مومن بنا کے پیش کیا۔ اس طرح وہ مسلمانوں کی صفوں میں در آئے اور وہ بھی صحابہ میں شمار ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنی اس موقعیت سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور ان کے درمیان سوء تفہیم اور تشکیک پیدا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ دشمنان اسلام کی یہ حرکت اتنی زیادہ خطرناک تھی کہ خداوند عالم کو بار بار مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تلقین کرنا پڑی اور قرآن حکیم نے خداوند عالم کو بار بار مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تلقین کرنا پڑی۔ اور قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر پوری قطعیت کے ساتھ ان کے صفات اور ان کے مقاصد پر روشنی ڈال کر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں میں ان کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ :-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝۸ يُخَيِّدُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَمَا يُخَيِّدُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝۹ فِي
قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝۱۰ لِّمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝۱۱ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا
تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝۱۲
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝۱۳
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْكُثُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا
أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۝۱۴ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ
وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ ۝۱۵ وَإِذَا قُلُوا الَّذِينَ آمَنُوا

قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا
إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ ﴿١٤﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ
بِهِمْ وَيَسْتَأْذِنُ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْبَهُونَ ﴿١٥﴾ ۝

”لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے تو ہیں کہ ہم اللہ اور
ایم کے آخر پر ایمان لے آئے ہیں لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں
ہیں۔ یہ لوگ اپنی دانست میں (یہ کہہ کر) اللہ عزوجل اور
ایمان لانے والے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ
(لاشعوری طور پر) اپنے نفوس کے علاوہ اور کسی کو دھوکا
نہیں دے پاتے۔ ان لوگوں کے دلوں میں مرض نے گھر
کر لیا ہے اور (چونکہ یہ اس کی پرورش کر رہے ہیں اس
لئے) خداوند عالم نے اس مرض کو اور بڑھا دیا ہے، اور
ان کے لئے اس جھوٹ کی وجہ سے بہت دردناک عذاب
ہے جس کو انھوں نے اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں کا
حال یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اپنے نفاق کے
ذریعہ) زمین میں فساد کو عام نہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم
لوگ تو اصلاح چاہتے ہیں، یاد رکھو! کہ اس میں کوئی شک
نہیں کہ یہی لوگ فساد ہی ہیں، لیکن یہ اس بات کا شعور نہیں
رکھتے۔ اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ ایمان
لائے ہیں، اسی طرح تم بھی ایمان لے آؤ تو یہ لوگ کہتے ہیں
کہ کیا ہم بے وقوفوں کی مانند ایمان لے آئیں خبردار رہو!
کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ احق و نادان اور عقل
سے پیل ہیں۔ لیکن یہ اس بات کو جانتے نہیں ہیں۔ اور
ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب مومنین سے ملتے ہیں تو

کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب اپنے شریک پر ہوا تو
 (شیاطین) کے پاس خلوت میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم تو
 تمہارے ہی ساتھ ہیں، بے شک ہم ان لوگوں کو بین رہے
 ہیں۔ (نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے یہ مومنین ہے استہزار کرنے
 کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ اللہ ان کو بنا رہا ہے اور انہیں
 طویل دے رہا ہے اور یہ اپنی سرکشی میں خود ہی بھٹک
 رہے ہیں۔“

اس کے باوجود اس نفاق نے اتنی زیادتی اختیار کی کہ خداوند عالم کو کمال
 طعیت کے ساتھ فرمایا کہ :-

إِذَا جَاءَ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقُونَ أَتَىكَ لَوْسُونَ ۖ وَاللَّهُ
 يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۖ
 اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ
 مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾

”جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں
 کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں تاکہ
 اس طرح وہ آپ کی قربت حاصل کر کے اپنے بُرے مقصد
 حاصل کر سکیں) اور اللہ (یہ بات اچھی طرح) جانتا ہے
 کہ آپ یقیناً اس کے رسول ہیں اس کے باوجود وہ (ان کے
 نفاق کی پردہ دری کے لئے) گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ
 یہ منافق اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے ہمتوں
 کو اپنی ڈھال بنا رکھا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کے
 راستے سے روکتے ہیں۔ بے شک یہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت

بُرا کر رہے ہیں۔“

اسی کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً ان کی شرارتوں کی جانب متوجہ کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے صحابہ میں بالبصیرت قسم کے افراد تو ان کی نیتوں اور شخصیتوں کو پہچان گئے اور اپنے ساتھ کو بھی ان کی شرارتوں کی جانب توجہ دلاتے رہے لیکن سادہ لوح قسم کے صحابہ ان منافقین کے زیر اثر رہے اور صحابی ہونے کے ناطے ان کے خلاف ہونے والی درست باتوں کو بھی غلط سمجھتے رہے۔ ان منافقین کے پیشِ نظر سب سے اہم کام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو ہر پہلو سے کمزور بنانا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خدا کا پیغام اور دین اسلام آپ سے اس طرح وابستہ ہے کہ اسے آپ کی ذات اقدس سے کسی طرح جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اسلام کی اشاعت کو روکنے اور اس کے قوانین کو بے اثر بنانے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کو مشتبہ اور بے اثر بنا دیا جائے۔ اس لئے انھوں نے اور بہت سی نازیبا حرکتوں کے ساتھ ساتھ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غلط بیانی سے کام لینا شروع کر دیا اور سادہ لوح صحابہ کے درمیان خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ الٹی سیدھی باتیں آپ سے منسوب کر کے مشہور کرنا شروع کر دیں۔ اسی بنا پر مومنین کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا ۚ

”لے ایمان لانے والو! جب کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم خوب اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔“

[illegible]

میں نے اپنے اس وقت کے دوستوں کو بتایا کہ میں نے ایک نیا خیال
 دیکھا ہے، اس وقت کے دوستوں نے کہا کہ یہ خیال بہت ہی عجیب ہے۔

والله اعلم

وَأَمَّا الْفُلُ فَأَنزَلْنَاهُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمَ يَسْرَافٍ ۖ

۱- رتبه و سبب استواری در امر

۱۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۲۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۳۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۴۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۵۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۶۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۷۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۸۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۹۔ اچھا اور برا ہے۔
 ۱۰۔ اچھا اور برا ہے۔

الحمد لله رب العالمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۰: آقا میرزا اسماعیل خان

[illegible]

خلاف ہوا سے ترک کر دو۔“

”یہی سبب ہے کہ صحابہ کے درمیان بہت سی متضاد روایتیں عام تھیں، سادہ لوح قسم کے صحابہ اس تضاد پر نظر نہیں رکھتے تھے، اور بعض صحابہ میں ان متضاد روایتوں کی وجہ سے مختلف قسم کے غلط رجحانات پیدا ہو رہے تھے لیکن محتاط اور ذمہ دار افراد ان باتوں پر غور کرتے اور ان کی چھان بین کی کوشش کرتے تھے، سلیم بن قیس ہلالی اس ہی قسم کے ایک عالم تھے۔ اس لئے انھوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے عرض کی :-

”مولاً! میں نے سلمان، مقداد اور ابوذر رضوان اللہ علیہم سے قرآن حکیم کی ایسی تفسیریں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی احادیث سنی ہیں جو عام طور سے لوگوں کے معلومات کے خلاف ہیں۔ لیکن ان باتوں کی تصدیق میں نے آپ سے بھی سنی ہے، نیز میں نے لوگوں کے پاس تفسیر اور حدیث کے سلسلہ میں ایسی باتیں دیکھی ہیں، کہ آپ حضرات ان کی مخالفت فرماتے ہیں۔ تو کیا آپ کے خیال میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتے اور اپنی رائے سے قرآن حکیم کی تفسیر کرتے ہیں!

”سکیم کی یہ بات سنکر امیر المومنین علیہ السلام آگے بڑھے اور آپ نے فرمایا :-

”تم نے سوال کیا ہے تو جواب کو خوب اچھی طرح سمجھ لو! دیکھو! ”لوگوں (کے درمیان جو تفسیر و حدیث متداول ہے اس میں ان) کے پاس حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ و منسوخ، عام اور خاص، محکم و متشابہ اور حفظ و وہم (یعنی اشکل بچو قسم کی باتیں) سب کچھ موجود ہے۔“

”پھر، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ آپ پر جھوٹ باندھتے تھے (اور اس بات میں ان کی ہمتیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ یہاں تک کہ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا :-

”لوگو! مجھ پر جھوٹ باندھنے کی رسم بہت بڑھ گئی ہے اس لئے خبردار رہو (اور جان لو) کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم ہی میں تلاش کر لے گا“

”اس کے باوجود آپ پر آپ کی رحلت کے بعد بھی جھوٹ باندھا جاتا رہا۔ اس لئے یاد رکھو !

”تم سے جو لوگ حدیث بیان کرتے ہیں وہ قطعی طور پر چار قسموں میں اس طرح مصدور ہیں کہ ان کی کوئی پانچویں قسم ہے ہی نہیں۔

”ان میں سے پہلی قسم اس شخص کی ہے جو منافق ہے اور ایمان کا اظہار کرتا ہے، بناوٹی طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، حالانکہ اس کا حال یہ ہے کہ وہ نہ گناہ سے بچتا ہے اور نہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ وآلہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھنے میں کوئی باک محسوس کرتا ہے

”تو اگر لوگ یہ جان لیں کہ یہ شخص منافق اور جھوٹا ہے تو نہ تو وہ اس کی بات قبول کریں اور نہ ہی اس کی تصدیق کریں، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ وہ (سوچے سمجھے اور پرکھے بغیر) کہتے ہیں کہ :- اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ان کی گفتگو سنی ہے۔ اس لئے وہ اگرچہ اس کے حال سے بے خبر ہیں لیکن اس سے روایت لے لیتے ہیں۔

”حالانکہ خداوند عالم نے انہیں منافقین سے پوری طرح باخبر کر دیا ہے اور ان کا پورا تعارف فرمایا ہے، چنانچہ اس صاحب عزت و جلال نے فرمایا :-

وَإِذَا رَأَيْتُمْ تُجْهَكُ أَجْسَامُهُمْ وَانْ يَقُولُوا نَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۖ

۵۱

”کہ جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کا ڈول تمہیں درط حیرت

میں ڈال دے گا اور جب وہ کوئی بات کہیں گے تو تم سنتے ہی
 رہ جاؤ گے (کہ کتنے حسین و خوب صورت ہیں اور کتنی عقل
 مندی کی باتیں کرتے ہیں !!)

”پھر یہ لوگ، آپ کے بعد بھی باقی رہے اور انھوں نے یہودہ باتوں، جھوٹ
 اور بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جنہم کی آگ کی جانب بلاتے والے افراد
 کا تقرب حاصل کر لیا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان منافقین کو معاملات کا نگران
 بنادیا، انھیں لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور ان کے ذریعہ (خوب جی سبھر کر)
 دنیا کو کھایا۔ یقیناً لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور دنیا صرف اسی کا ساتھ
 دیتی ہے جو اللہ عز و جل کی نافرمانی کرے۔

”ان میں سے دوسری قسم کا آدمی وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات سنی لیکن وہ اسے ٹھیک سے سمجھ نہ سکا (یا یاد نہ رکھ سکا)
 اور وہ اس سلسلہ میں دہم اور شبہ میں مبتلا ہو گیا، لیکن وہ اس بات کے سلسلہ میں
 جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بول رہا ہے جو اس کے پاس ہے۔ اس لئے وہ اسے کہتا ہے،
 اس پر عمل کرتا ہے اور یہ کہہ کر اس کی روایت کرتا ہے کہ:۔
 ”میں نے اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

سنا ہے“

”تو اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ دہم ہے تو وہ اسے نہ مانیں اور اگر خود
 اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ دہم ہے تو وہ خود بھی اسے چھوڑ دے۔

”ان میں سے تیسری قسم اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو کسی بات کا حکم دیتے ہوئے سنا، پھر آپ نے اس سے منع فرمایا۔
 لیکن یہ ممانعت اس کے علم میں نہیں آئی، یا اس نے آپ کو کسی کام سے منع فرماتے
 ہوئے سنا پھر آپ نے اسے انجام دینے کا حکم دیا، لیکن یہ دوسری بات اس کو
 معلوم نہ ہوئی۔ تو اس طرح اس نے منسوخ کو یاد رکھا اور ناسخ کو یاد نہ رکھ سکا۔

”اب، اگر اس شخص کو معلوم ہو جائے کہ یہ بات منسوخ ہے تو وہ خود ہی اسے چھوڑ دے، اور اگر مسلمانوں کو اس کی بات سُنتے وقت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ منسوخ ہے تو وہ بھی اسے چھوڑ دیں۔

”انے میں آخری اور چوتھی قسم اس شخص کی ہے جو کسی حال میں آپ پر جھوٹ نہیں باندھتا، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے سبب جھوٹ سے نفرت کرتا ہے اور نہ ہی وہ بھولتا ہے۔ بلکہ جو چیز سنتا ہے اسے (پورے مفاہیم کے ساتھ) بعینہ یاد رکھتا ہے۔ پھر وہ اسے اسی طرح بیان کرتا ہے۔ جس طرح اس نے اسے سنا تھا۔ وہ نہ اس میں کوئی بات بڑھاتا ہے اور نہ اس میں کوئی چیز کم کرتا ہے۔ نیز وہ ناسخ و منسوخ کا عالم بھی ہے اس لئے وہ ناسخ پر عمل کرتا اور منسوخ کو ترک کرتا ہے۔

”کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بھی قرآن حکیم کے احکام کی طرح ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ ہیں، نیز کبھی کبھی آپ کی گفتگو پہلو دار بھی ہوتی تھی، جس کے دو رخ ہوتے تھے: ایک عام اور ایک خاص، جیسے قرآن حکیم۔

”چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے :-

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۖ

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چیز تمہارے

پاس لائیں اسے اختیار کر لو اور وہ جس سے تمہیں روکیں اس سے رُک جاؤ۔“

”اس لئے ایسی گفتگو ان لوگوں کے لئے مشتبہ ہو جاتی تھی جو اس بات سے پروردگار عالم اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراد لئے ہوئے معافی کی

”حرف اور علم نہیں رکھتے تھے“

کیونکہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب کے سب ایسے نہیں تھے جو کسی چیز کے متعلق سوال کر کے اسے سمجھ لیتے ہوں۔ بلکہ ان اصحاب میں ایسے بھی تھے جو سوال تو کر لیتے تھے لیکن جواب سمجھ نہیں پاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یہ چاہتے لگے تھے کہ کوئی بدویا اجنبی مسافر آ کے آپ سے کچھ پوچھے تاکہ وہ بھی کچھ سُن سکیں۔ کما امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں حدیث سے متعلق اہم ترین تاریخی اور نفسیاتی حقائق کو انتہائی مجمل انداز میں واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ یہی تاریخی اور نفسیاتی عوامل تھے جن کی بنا پر علماء اسلام کی روایات کے متون اور اسناد کی جانچ پڑتال کے لئے کھٹوس قواعد بنانا پڑے اور اس علم کو ”علم درایت“ کا نام دیا گیا۔ ”علم اصول حدیث“ یا ”علم درایت“ کا کام یہ قرار پایا کہ وہ روایات کے اسناد اور متون کو پرکھ کر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت کی صحت و عدم صحت پر فیصلہ صادر کرے تاکہ اس کی سچائی کے ثبوت کے بعد اس پر عمل اور اس کے جعل کے ثبوت کے بعد اس کو رد کرنے کا مرحلہ آسان ہو سکے اور مسلمان شکوک و شبہات کی وادیوں میں بھٹکنے سے محفوظ رہیں۔

اس علم کے ذیل میں کسی بھی روایت کی صحت و سقم کی پرکھ کے لئے سب سے پہلے راوی کی حیثیت پر بحث کی جاتی ہے، کہ اگر وہ قابل اعتبار اور سچا ہو تو اس کے علمی مرتبہ کے مطابق اس بات کی روایت کو قبول کر لیا جائے اور اگر وہ مشتبہ حیثیت کا مالک

کے کلینیؒ، الکافی ج ۱ ص ۶۲-۶۳، اس کے علاوہ ملاحظہ فرمائیے: ابن شعبہ حرانیؒ، تحت العقول

ص ۱۹۳-۱۹۶، سید رضیؒ، نہج البلاغۃ خطبہ ۲۰ اور دوسرے مآخذ۔

ثقتہ الاسلام کلینیؒ رحمۃ اللہ نے اس کی سندوں بیان فرمائی ہے :-

عن ابن ابرہیم، عن ابیہ، عن حماد بن عیسیٰ، عن ابراہیم بن عمر الیمانی، عن ابان بن ابی عیاش

عن سَیِّدِ بْنِ قَیْسٍ الْهَمَلِیِّ

درد و غمو، منافق یا نسیان کا مریض ہو تو مراتب کے مطابق اس کی روایت کو رد کر دیا جائے
اہل السنۃ الجماعۃ کے عظیم مہری عالم اور بالبصیرت و مسلم محقق شیخ محمود البوریہ
مرحوم کی کتاب ”شیخ المفیرہ البوہریرہ“ جو دانش گاہ اسلامی کے ایک محسن و رکن
دانشمند محترم جناب سید محمد موسیٰ صاحب رضوی بالقابہ کی کوششوں سے اپنے
فارسی ترجمہ کے واسطے اردو زبان میں آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اسی
فن کے ذیل میں حدیث کے ایک ایسے راوی کے حالات اور اس کی حیثیت پر گفتگو
کرتی ہے جو اصول درایت کی زد میں آنے کے سبب مسلمان علماء و محققین کے نزدیک
بالافتاق ایک بے اعتبار حیثیت کا حامل ہے، لیکن بہر حال وہ صحابہ کی صف میں شمار
ہوتا ہے اور اس نے نہ صرف یہ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب
بے شمار من گھڑت روایتیں بیان کرنے میں بڑی فیاضی سے کام لیا ہے بلکہ مسلم و
بخاری جیسے بڑے بڑے راویوں کی مسلم کتابوں میں بھی اس کی روایتیں بھرپور
انداز میں شامل ہیں، جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مسلمانان عالم انتشار و افتراق
کا شکار ہو چکے ہیں بلکہ اکثر مسلمان علماء بھی بے شمار الجھنوں میں گرفتار نظر
آتے ہیں

ابوہریرہ پر شیعہ سنی علماء درایت نے ہر زمانہ میں سخت جرح کی ہے اور انہیں
راوی حدیث کی حیثیت سے تقریباً متفقہ طور پر رد کر دیا ہے۔
چنانچہ شیخ البوریہ نے اپنی اسی کتاب میں شرح نہج البلاغۃ کے حوالہ سے
جہاں امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:-
”اکذب الاحیاء علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) ابوہریرۃ الدوسی“
”زندوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب

سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا شخص ابوہریرہ دوسری ہے۔
 وہاں شیخ محمود ابوریہ اور سید شرف الدین موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بالترتیب اپنی
 کتابوں شیخ المفیرہ اور ابوہریرہ میں موصوف پر خلفائے ثلاثہ اور جناب عائشہؓ کی
 سخت تنقید و تکذیب نقل کی ہے اسی کے ساتھ ان حضرات نے تابعین اور ان کے
 بعد کے اکابر فقہار و علماء کی جانب سے بھی اسی قسم کی آراء بیان کی ہیں اور ابن
 سعد کی طبقات، ابن حجر عسقلانی کی لسان المیزان اور اس پایہ کی دوسری بات بہت
 سی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے خود بھی ابوہریرہ کے بارے میں ان اکابرین کی رائے
 سے آگاہ ہیں۔

مگر، اس کا کیا کیا جائے اگر عام مسلمان اپنی سادہ لوحی کی بنا پر آج کے روشن
 دور میں بھی ”فریب ابوہریرہ“ کا شکار ہیں، اور صحابی ہونے کے ناطے ان پر کسی
 قسم کی تنقید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کے عقیدے کے
 مطابق نعوذ باللہ خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بعض معاملات
 کے سلسلہ میں خطا و تباہی کا امکان نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور آپؐ کو بھی معصوم
 عن الخطا نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔

غیب بات تو یہ ہے، کہ اسلام دشمن عناصر نے بڑی ہوشیاری سے ایک طرف
 تو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت کو کمزور کرنے کے لئے مسلمانوں کے
 ایک گروہ کے درمیان یہ بات عقیدے کے طور پر عام کر دی دوسری طرف مسلمانوں
 میں تششت و افتراق عام کرنے کے لئے اسی گروہ میں آپؐ ہی کی نسبت سے اعزاز
 پانے اور محترم گردانے جانے والے صحابہ کے متعلق یہ متضاد عقیدہ راسخ کر دیا کہ
 وہ صحابی ہونے کے ناطے عدول اور معصوم عن الخطا ہیں، اور ان پر کسی قسم کی
 تنقید روا نہیں ہے !!!

یہی وجہ ہے کہ ابوہریرہ کے متعلق ہر قسم کے معلومات کے باوجود عام مسلمان ان
 کی شخصیت کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے، ان پر ہونے والی ہر تحقیق کو بدعت سمجھتے اور

ان کے متعلق کبھی جانے والی کسی سچی بات کو ماننے کے لئے کسی قیمت پر آمادہ نظر نہیں آتے ہیں۔

لیکن — کیا، اس قسم کے رجحانات کی پشت پناہی اور ان کی نشوونما کا اہتمام کسی بھی صورت مناسب ہے۔ ؟

ظاہر ہے، ہر دانش مند اور نڈر بصیرت مسلمان کے نزدیک اس سوال کا جواب یہی ہوگا کہ اس قسم کے رجحانات کو ہر قیمت پر ختم کر نیکی ضرورت ہے، اور مسلمانان عالم کو اس قسم کے رجحانات سے نجات دلانا یا نجات دلانے کی کوشش کرنا راہ حق میں ایسا جہاد ہے جس کا اجر انشاء اللہ المستعان کبھی ضائع نہیں ہو سکتا۔

اسی بنا پر، مختلف اکابر علماء اہل سنن نے بھی اس قسم کے موضوعات پر بڑی جرأت سے قلم اٹھانا شروع کر دیا ہے اور وہ بھی اس میدان میں قابل تحسین اقدامات کر رہے ہیں۔ ان ہی موضوعات میں سے ایک ابو ہریرہ کی شخصیت سے متعلق ہے جس پر مشرق وسطیٰ کے عظیم المرتبت علماء نے وسیع تحقیقات کی ہیں۔ جن میں ایک کتاب کو جو آیتہ اللہ شرف الدین موسوی رحمۃ اللہ کی تالیف ہے۔ مولانا محمد باقر صاحب قبلہ نقوی صدر الافاضل مدظلہ العالی اردو زبان میں منتقل کر کے کچھواہندوستان سے شائع فرما چکے ہیں اور دوسری کتاب یہ ہے جو دانشمند محترم جناب سید محمد موسیٰ صاحب بالقابہ کی محنتوں کے ثمر کے عنوان سے آپ کے سامنے پاکستان سے اردو زبان میں پیش کی جا رہی ہے، تاکہ ہم وطنان عزیز بھی علم دین کے بارے میں بین الاقوامی رجحانات، جدید تحقیقات اور مسلم الثبوت علماء کے افکار سے مستفید ہو کر راہ حق میں پیش قدمی کے لئے سٹھوس اقدامات کے قابل ہو سکیں۔

شیخ محمود ابوریہ نے جن حالات میں اس موضوع پر کام کیا اور اس کام کے بعد انہیں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ فطری تو ضرورتیں ہیں لیکن ان کا مقابلہ شیخ موصوف ہی کا کام تھا، جس کی بنا پر وہ یقیناً اجر کے مستحق ہیں اور ان کے مساعی ہم سب کی نظر میں مستحسن اور قابل اتباع ہیں۔

دانش مند محترم جناب سید محمد موسیٰ صاحب رضوی دامت توفیقات سبھی ہم سب کی صمیمانہ دعاؤں اور غلصانہ تعاون کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کو اردو میں منتقل فرمایا کہ نصرت حق کا فریضہ سرانجام دیا اور آگے بڑھ کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے، امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔ اور ہم سب کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
امین بحق محمد و آلہ الطاہرین

مآخذ :-

- ۱۔ قرآن حکیم
- ۲۔ آقا فی بزرگ تہرانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد بن م: ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء
- الذریعہ الی تصانیف الشیعہ (عربی) نجف اشرف، ۱۳۵۵ھ
- ۳۔ ابن شعبہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن علی بن حسین بن شعبہ
- تحف العقول عن آل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (عربی) تہران ۱۳۷۶ھ
- ۴۔ البروریہ، شیخ محمود مہری :-
- نسخ المصنف البروریہ (عربی)، مصر، طبع ثالث ۱۹۶۰ء
- ۵۔ ابی داؤد، حافظ سلیمان بن اشعث سجستانی م: ۲۷۵ھ
- السنن لابن داؤد (عربی)، مصر، ۱۳۶۹ھ / ۱۹۶۰ء
- ۶۔ حسین مرتضیٰ سید :-
- شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین (اردو) کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب،
- ٹائپ شدہ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء
- ۷۔ سید رضی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن حسین بن موسیٰ م: ۴۰۶ھ / ۱۰۱۵ء :-

نبج البلاغتہ (عربی و اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنسرز لاہور، ۱۹۶۳ء

۸۔ شرف الدین رحمۃ اللہ سید عبدالحسین موسوی :-

الہدیر لیرہ (عربی) نجف اشرف طبع ثالث ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء

۹۔ صدر رحمۃ اللہ سید حسن م: ۱۳۵۴ھ :

تأسیس الشیعة لعلوم الاسلام (عربی) کاظمین ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء

۱۰۔ کلینی رحمۃ اللہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب م ۳۲۸ یا ۳۲۹ھ / ۶۴۰ تا ۶۴۱ء

الکافی (عربی)، تہران، ۱۳۸۸ھ

۱۱۔ مسلم، مسلم بن حجاج قشیری م ۲۶۱ھ :-

الصحيح للمسلم (عربی) کراچی، ۱۳۴۹ھ

۱۲۔ نجاشی رحمۃ اللہ، ابوالعباس احمد بن علی احمد بن عباس م: ۴۵۵:

رجال نجاشی (عربی) بمبئی، ۱۳۱۷ھ

واتخذ دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة

والسلام علی محمد وآلہ الطاہرین وعجل فرجہم

سید حسین مرتضیٰ

ڈائریکٹر ریسرچ سیل

دانش گاہ اسلامی، کراچی



نگارِ اولیت

خداوند علی و اعلیٰ کے اعتراف و وحدانیت و رحمانیت کے بعد اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا کے ساتھ۔ زیر نظر کتاب پر ابتدائی اور اسیابی گفتگو کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ صاحب فکر و نظر قاری مولف کے نظریات کی گہرائیوں تک پہنچ سکے۔ اور کلام کی رُوح کو پاسکے۔

الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوٌّ؟ تمام صحابہ عادل ہیں یعنی ان میں سے کسی کی پیروی کر لو، نجات پاؤ گے۔ یہ مشہور قول ہے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اور اس قول سے تحریم و تنکیر صحابہ رضوان اللہ علیہم ثابت ہے۔ مگر یہ فرمان صرف ان افرادِ بمعصر کے لئے ہے کہ جو صحابیت کے معیار کو آخر تک باقی رکھے ہوئے تھے اور جن میں شرائطِ صحابیت موجود تھیں۔

مسلم گھرانے میں پیدا ہونے والا اور کلمہ پڑھنے والا ہر فردِ مسلمان ہے۔ مگر ایسا کوئی بھی شخص صرف آئینی حیثیت کا مسلمان ہے نامِ حقیقی مسلمان اور مومن! یعنی وہ اپنے والدین کے ترکے کا وارث ہے۔ اس کا نکاح اسلامی طریقے پر ہوگا۔ اور تجہیز و تکفین بھی اسلامی طریقے پر ہی ہوگی۔ اور بس! پوری ہوتی رسمِ مسلمانی !!

لیکن حقیقی مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ اقرار قرآن و سنت پر بھی عمل پیرا ہو۔ یعنی متقی ہو، مومن ہو، عابد ہو، زاہد ہو، صابر ہو، رحم دل ہو، صادق و امین ہو، ہمدرد و پرہیزگار ہو اور مجاہد ہو تب ہی حقیقی معنی میں مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ان شرائط کو پورا نہ کرتا ہو تب بھی ہم اس کو مسلمانوں کے زمرے میں شمار کرنے پر مجبور ہیں۔ گو! مراعاتی اور آئینی حد تک ہی سہی مگر بہر حال مسلمان ہی سمجھنا ہوگا۔ بالکل یہی صورت صحابہ کے لئے بھی ہے۔ یعنی ہر وہ فرد صحابی کہلائے گا

جس نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک سرسری سا ہی دیدار کر لیا ہو۔ یعنی آئینی طور پر بظاہر صحابی کہلانے کے لئے ہوش و حواس، سانس و شعور اور ایمان و ایقان کی کوئی شرط نہیں ہے۔ آپ کے وصال سے ذرا قبل پیدا ہونے والا ہر وہ فرد صحابی ہے جو مدینہ کی حدود اور مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہو۔!

ہمارے نزدیک تمام صحابہ معزز و محترم ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ صحابی کی حیثیت سے شہرت پانے والا ہر شخص صحابیت کے اعلیٰ و ارفع معیار پر پورا نہیں اُتر سکتا تو ہر صحابی ”الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوٌّ“ کے زمرے میں کس طرح آسکتا ہے۔ اور اس اصول کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس قرآن، حدیث، تاریخ اسلام، عقل و شعور اور حقیقت پر مبنی دلائل موجود ہیں۔ اگر اس عنوان پر کوئی تفصیلی گفتگو کی جائے تو کئی ضخیم صفحے ترتیب پا جائیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ہم اس عنوان پر کوئی مستقل کتاب ترتیب نہیں دے رہے ہیں بلکہ صرف زیر نظر کتاب کی اشاعت کے سبب پر گفتگو کر رہے ہیں۔ لہذا انتہائی مختصراً چند اشارے اور بس! تفصیل سے جاننے والوں کے لئے بازار میں اکثر کتب موجود ہیں۔

پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ نفاق ہمیشہ سینوں میں چھپا ہوتا ہے! ظاہر ہو تو شرک ہے!! یعنی منافق وہ ہے جو بظاہر مسلمان بھی ہو! مگر بہ باطن مسلمان نہ ہو، بلکہ دشمنِ خدا، دشمنِ رسول، دشمنِ امام اور دشمنِ اسلام ہو۔ اور یہ بھی طے ہے کہ ہم مسلمانوں کی صفوں میں اکثر منافق ہیں جو اپنے نفاق کے ذریعے ان صفوں میں انتشار پھیلا کر اسلام کی قوت کو کمزور کرنے کی مذموم سعی کرتے رہتے ہیں۔ قرآن نے ایک سورت ۱۱۴ مقامات پر منافقین کا تذکرہ کیا ہے اور اکثر مقامات پر خداوند قدوس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ”اے رسول! آپ کے اطراف بیٹھنے اور مومن

ہونے کا دم بھرنے والوں میں اکثر منافق ہیں۔“

چنانچہ قرآن میں ہے:-

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَكَاذِبُونَ ۚ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن
سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(سورۃ منافقون آیت ۱۲)

ترجمہ:- اے (رسول) جب منافقین تمہارے پاس آتے ہیں تو
کہتے ہیں کہ ہم تو اقرار کرتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔
اور اللہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ (اپنے اعتقاد کے لحاظ سے) یقیناً
جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو پیر بنا رکھا ہے اور
یہ (اسی کے ذریعہ سے) لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔
بیشک یہ لوگ جو اس طرح کے کام کرتے ہیں بے حد بُرے ہیں۔

اس ضمن میں اکثر احادیث بھی محدثین نے نقل کی ہیں نیز تاریخ اسلام کے
لکھنے والوں نے اکثر واقعات بیان کئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے ہمیں اکثر
روایات ملتی ہیں۔ مثلاً وہ تمام مرتدین جن کی سرکوبی کے لئے خلافت اولیٰ
کے دور میں مہمیں روانہ کی گئیں۔

ان تمثیلات کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابی کہلاتا آسان ہے مگر
صحابیت کی منزل پر فائز ہونا دشوار۔

ہمارے نزدیک بھی صحابی قابلِ تعظیم و تکریم اور لائقِ اتباع و پیروی ہیں؛
مگر صرف وہی صحابہ جنہوں نے صحابیت کا عظیم المرتبت مقام پانے اور اسے باقی
رکھنے کے لئے پُر غلوص جدوجہد کی۔ حصولِ منزل اور ایفاءِ عہد و وفاداری
کے لئے کھٹن۔ بے کھٹن راسخوں سے گزرے۔ بڑے سے بڑے شائد و مصائب

برداشت کئے اور اس طرح کہ پیشانی پر بل تک نہ آنے دیا۔ جب ہم ان صحابہ کرام کی زندگانی پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ کفار مکہ کی بڑی سے بڑی پیشکش کو فقر و فاقہ اور آلام و مصائب کے عوض حقارت سے ٹھکراتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے کہ وہ خود کو ایمان و یقان کی اعلیٰ منازل پر فائز رکھ سکیں۔ پس! یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں کہ جن کے سلمے جبینیں خود بخود جھک جاتی ہیں۔

یہی وہ معزز و محترم صحابہ عظام ہیں کہ جن کے وجہ سے آج بھی ایمان و یقان کے شمع روشن ہے اور اسلامی و انسانی عظمتوں کے مینار بلند ہیں۔ انہوں نے پیروں ہمارے لئے راہ حیات اور باعث نجات ہے مگر

ہمارے دین کی بنیاد چونکہ حق و صداقت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کسی ناقص کو رہنما تسلیم کرتے ہیں اور نہ کسی غلط کار کا اتباع۔ اور ہم کسی سے بھی نہیں چاہتے کہ وہ ایسا کرے! ہم صحابانِ عصمت و طہارت کے پیرو ہیں اور ہر ایک سے ایسا ہی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ہر شخص حق و باطل کے درمیان تمیز رکھے۔ یعنی حق کو حق جانے اور باطل کو باطل کی حیثیت سے پہچانے۔ اور اگر کوئی ایسا نہیں کرتا ہے تو گویا وہ انسانیت کے تقاضوں کو بھی پورا نہیں کرتا ہے۔

تحقیق کے نام پر باطل کی اشاعت کو بند ہو جانا چاہیے:۔ کیونکہ تحقیق تلاشِ حق کا نام ہے۔ ناکہ اشاعت و تبلیغِ باطل کا! مگر بعض مسلمانوں کی عجب حالت ہے۔ ان کے سامنے جب باطل کو حق کہا جائے تو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور حق کو باطل کہا جائے تو بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے! یہی وجہ ہے کہ خارجی عناصر داخلی انتشار کے کام میں مصروف ہیں۔ اور کسی حد تک کامیاب بھی! انہیں راسخ العقیدہ مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی اپنی ناپاک سازشوں کو بروئے کار لانے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ یہ کینہ پرور عناصر ہزاروں سالہ پُرانی دشمنیوں کو اب تک فراموش

نہیں کر سکے ہیں! یوں تو یہ دشمنیاں اور رنجشیں بہت قدیمی ہیں مگر زیادہ طور پر ان کی ”طرح“ احد، بدر، اور احزاب کی جنگوں کے بعد سے پڑی ہے اور آج تک باقی ہے۔ یہی وہ عناصر ہیں کہ جو تحقیق کے نام پر آل رسولؐ اور محسنین اسلامؑ کو مخالف دین اور دشمن اسلام ثابت کرنے کی گھناؤنی کوششوں میں مصروف ہیں اور حقیقی دشمنان اسلام و منافقان دین کو محافظان دین و بانیان اسلام یا بانیان اسلام کا ہم رتبہ ثابت کرنے پر تلمے ہوئے ہیں۔ یہ خارجی عناصر تحقیق جدید و تقشیش عمیق کے نام پر ایک طرف تو خانوادہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب کم کرنے اور ان ”یطہرکم تطہیرا“ کی مصداق ہستیوں میں اخلاقی و انسانی خامیاں ثابت کرنے کی انتہائی کوششیں کر رہے ہیں اور دوسری طرف خاندان ابوسفیان و مروان کے نقائص کو دُور کر کے ملتے سازی کے کام میں مصروف ہیں اور وہ فضیلتیں جو رسولؐ و آل رسولؐ کے لئے مخصوص ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کے نام منتقل کی جا رہی ہیں۔ تاکہ ان دونوں گھرانوں کو برابر کی سطح پر لا کر کھڑا کیا جاسکے۔ مفکرین اسلام اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ شرمناک کوششیں کن عوامل کی جانب سے ہو رہی ہیں مگر خاموش ہیں۔ انا معلوما کیوں؟ غالباً حُب معاویہ ہی ہو۔! یا پھر بغض علی علیہ السلام!! ان عوامل و عناصر کو تو مفکرین کے علاوہ عام مسلمان بھی خوب پہچانتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جو جناب رسالت مآبؐ کو ایک عام آدمی کا درجہ دیتے ہیں! یا زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کا رتبہ!! وہ بھی ”تکلفاً“ یا عام مسلمانوں کے خوف سے (خوف خدا ہرگز نہیں)۔ گو۔ جناب رسالت مآبؐ کو عام آدمی کہنے اور مُردہ تصور کرنے والے بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن نے آپؐ کو نذیر، بشیر، شفیع اور رحمۃ للعالمین کے القابات سے نوازا ہے۔ آپؐ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور عالمین مکہ، مدینہ،

جزیرہ عرب، یا صرف اس کرة ارض کا نام نہیں ہے۔ اور نہ ہی زمانہ
۶۳۳ عیسوی سے ۶۳۳ عیسوی تک محدود و مقید ہے۔ ہمارا ایمان ہے
(تمام مسلمانوں کا) کہ گو آپ کا ظاہری وجود تو ہمارے درمیان صرف تریسٹ
سال رہا ہے۔ مگر آپ تمام مخلوقات سے پہلے خلق ہوئے اور سب کے
فنا ہو جانے کے بعد تک موجود رہیں گے۔ یعنی آپ روز اول بھی ہمارے
درمیان موجود تھے۔ آج بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ وجود ظاہری نہ ہو
مگر وجود حقیقی تو بہر حال ہے اور رہے گا!

ان چہروں کا بے نقاب ہونا ضروری ہے۔ جن چہروں کو ہم بے نقاب
کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کے مفاد میں بھی۔ یہ وہی لوگ ہیں،
جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام کی مخالفت کی۔ حق کہ مکہ کی
وسعت و کرم کو مسلمانوں پر تنگ کر دیا اور شہر حرام کو مسلمانوں کے لئے شہر
عتاب بنا دیا۔ بعد میں یہی مکہ مدینہ کے مقابلہ میں ایک مضبوط کافر مرکز
کی حیثیت اختیار کر گیا۔ مگر جب مکہ کی کافر فوجوں پر مسلمان مجاہدین کو
جناب رسالت پناہ کی معیت میں فتح حاصل ہوئی اور خطہ عرب پر ایک
مضبوط اسلامی مملکت کے قیام کا وقت آیا تو کفار مکہ کے سرکردہ سیاسی
قائدین و سرداران قریش اور دشمنان اسلام بظاہر مسلمان ہو گئے مگر اس
طرح کہ ان کے سینے بغض و کینہ اور عداوت و دشمنی اسلام سے لبریز تھے۔
وہ جو تمام قبائل عرب کو چند مسلمانوں کے مقابلے میں مجتمع کر کے کوئی
لفضان نہ پہنچا سکے تھے۔ آج صرف اس لئے مسلمان ہو گئے کہ اپنے ناپاک
منصوبوں کو اندرونی طور پر سازشوں کے ذریعہ یا یہ تکمیل تک پہنچا سکیں
کیونکہ رحم دل مسلمانوں اور شفیق رحمة للعالمین کی تلوار سے بچنے کا ان کے
پاس صرف ایک ہی ذریعہ تھا (ان کے خیال میں) اس ہی لئے مسلمان
ہونا قبول کیا لیکن صرف آئینی مسلمان! ناکہ حقیقی مسلمان!! یہی وجہ ہے کہ

مسلمان ہونے ہی خصوصی مراعات کے حصول کی فرمائشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ابوسفیان کے ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تقریباً تمام مورخین اسلام نے یہ یا اسی قسم کے واقعات بیان کئے ہیں جن کو ہم یہاں مفہوماً نقل کر رہے ہیں۔

جب رسالت مآبؐ نے ابوسفیان سے پوچھا کہ ”اے ابوسفیان کیا اب بھی تم کو اللہ کے معبود واحد ہونے کا یقین نہیں ہے“ تو ابوسفیان نے جواباً کہا۔ ”بے شک کوئی دوسرا خدا ہوتا تو وہ میرے کام ضرور آتا۔“ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ ”افسوس ہے تم پر کہ تم کو اب بھی میری رسالت کا یقین نہیں ہوا۔“ ابوسفیان نے کہا۔ ”ہاں اس باب میں مجھے اب بھی تردد ہے۔“ مگر پھر عباس بن عبد المطلبؓ کے کہنے پر بلکہ تنبیہ پر گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا۔ مگر اس کے بعد ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر اسلامی افواج کا مکہ میں داخلہ دیکھتے ہوئے عباس ابن عبد المطلبؓ سے کہا۔ ”عباس، تمہارے بھتیجے نے تو بڑی شامانہ (پیغمبرانہ) قوت حاصل کر لی ہے۔“

ایمان والقان ابوسفیان کو پرکھنے کے لئے یہ چند جملے کافی تھے مگر مزید تشریح کے لئے چند مثالیں اور ہدیہ قاریتیں ہیں۔

جب ابوسفیان بظاہر مسلمان ہونے کے بعد اپنے گھر پہنچا تو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ”جنگل کی آگ“ کی طرح اس سے پہلے اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔ نتیجتاً ابوسفیان کی بیوی (ہاجر خوندۃ امیر حمزہؓ) ہندہ نے ابوسفیان سے باز پرس کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم پر بھی عبد اللہؐ کے یتیم کا جادو چل گیا۔ اگر ایسا ہے تو اب تیرا اور میرا راستہ جدا جدا ہے مگر

ابوسفیان نے یہ کہہ کر اپنی بیوی ہندہ کو مطمئن کر دیا کہ میں تو صرف مصلحتاً مسلمان ہوا ہوں اور وہ بھی اس عزم کے ساتھ کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ اور جو کام میں اسلام کی کھلی ہوئی دشمنی کے ذریعہ نہ کر سکا وہی کام اب مسلمانوں کی صفوں میں رہتے ہوئے کروں گا۔

چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوتا بھی رہا۔ مثلاً بعد وفات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوریٰ میں خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہو گیا تو ابوسفیان حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو مسند خلافت کے حصول کی جدوجہد پر اکساتے ہوئے اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ مگر حضرت علیؓ کے پاس سے مایوس ہی لوٹنا پڑا۔

یا —

ابوسفیان کے پوتے یزید کے وہ الفاظ جو اس نے اسیرانِ کربلا کے دربار میں موجودگی کے وقت کہے اور اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے کہ ”نہ کوفی فرشتہ آیا نہ قرآن اُترا۔ بس یہ تو بنو ہاشم کا رچایا ہوا ایک ڈھونگ تھا (معاذ اللہ) اگر آج میرے وہ بزرگ زندہ ہوتے جو احد و بدر میں قتل ہو گئے تو دیکھتے اور خوش ہوتے کہ میں نے ان کا بدلہ لے لیا۔

کاش ابوسفیان مسلمان نہ ہوا ہوتا۔! کاش ابوسفیان اپنے ماضی کے کردار پر نادم ہوتا!! کاش سچا مسلمان بن جاتا!!! یہ ہر سچے مسلمان کی تمنا ہے۔

یہی کچھ صورت حال اپنی ڈگر پر چودہ سو سال سے قائم ہے اور اسی روش کا ایک واضح اشارہ اس وقت بھی ملتا ہے کہ جب برصغیر کے مسلمانوں نے ہند کی متعصبانہ ذہنیت سے تنگ آکر علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کی مخالفت کا کام گاندھی اور کانگریس سے زیادہ کانگریسی لوٹے کے مسلمان زعماء و علماء نے کیا۔ ان لوگوں نے کانگریس کی ہمنوائی کرتے ہوئے مسلم لیگ اور مسلم لیگی رہنماؤں خصوصاً بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے خلاف مذہبی نوعیت کے اعتراضات کا محاذ کھول دیا اور سیدھے سادے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کی حمایت میں ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا۔ چنانچہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے مخالف کانگریسی ہمنواؤں نے مسلمانوں کے تقریباً چھبیس فی صد ووٹ حاصل کر کے مسلم لیگ کو کسی حد تک کمزور اور پاکستانی سرحدوں کو کچھ محدود کر دیا۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کے ۴۶ فی صد ووٹ ملے۔ اس طرح مسلمانان برصغیر کی مجموعی قوت خود مسلمانوں کے ہاتھوں بے کم ہو گئی۔ مگر ان کی مخالفت کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھر کر رہا۔ اور ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔ مگر ان سازشی ذہنوں نے شکست تسلیم نہیں کی بلکہ اپنی مخالفت کو نئے انداز میں بروئے کار لانے کیلئے تیار ہو گئے۔

اپنی سازشوں کو نیا رنگ دیتے ہوئے اور اپنے اسلاف کی چودہ سو سالہ ماضی کی تاریخ کو دہراتے ہوئے پاکستان قائم ہوتے ہی اس پاک سرزمین پر در آئے۔ جیسے اس ملک کے حصول میں ان کی قربانیاں بھی شامل ہوں۔ وہ اپنے تحریبی عمل میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ ملک عزیز دو حصوں میں تقسیم ہو گیا مگر یہ اب بھی مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو دشمن ہیں وجوہ وجود پاکستان کے، ہر مسلم مملکت کے، اسلام کے، یہی وجہ ہے کہ یہ

ملک کو نقصان پہنچانے کے لئے انتشار کو ہوا دیتے ہیں۔ کبھی صوبائی عیبتیں کو بڑھاتے ہیں اور کبھی مذہبی جذبات کو مشتعل کرتے ہیں۔ گاہے علاقیت کو ہوا دیتے ہیں۔ گاہے طبقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ کبھی اسلام کا نام لے کر اسلام کو کمزور کرتے ہیں کبھی مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑاتے ہیں اور کبھی پاک تانیوں کو پاک تانیوں سے لڑاتے ہیں۔ گو! سر آب پر یہ خوشہ ہیں! مگر ناکامی و شکست ان کا مقدر ہے۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسے ملک و اسلام دشمن عناصر پر نظر رکھے اور ان کے فتنوں کو آگے نہ بڑھنے دے۔ خصوصاً ایسے عناصر کی روک تھام ضروری ہے کہ سختی لبادے میں خارجیت کے نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

اب تک ہم مملکت پاکستان اور دین اسلام کی محبت و مفاد کی خاطر خاموش ہیں ورنہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہے اور قلم میں زور و تحریر۔ ہمارے منہ میں بھی زبان ہے اور زبان میں زور و تقریر۔ ہمارے سینوں میں بھی دل ہیں اور ان میں حرارتِ ایمانی۔ ہمارے پاس بھی احساسات ہیں اور ان میں ایک انقلابی رُوح۔

ہم مناظرہ نہیں چاہتے، گو ہم نے آج تک کوئی مناظرہ نہیں ہارا اور نہ آئندہ کبھی ہائیں گے کیونکہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم حق پر ہیں۔ ہمارے خیال میں مناظرہ مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ مفید اس طرح کہ یہ حق کو واضح کرتا ہے اور باطل کا ابطال۔ علوم کو سنوارتا ہے اور افکار کو نکھارتا ہے۔ ذہن سے تاریکیوں کو چھانٹتا اور روشنیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ حق کے متلاشیوں کے لئے راہوں کا تعین کرتا ہے اور گمراہوں کو ہدایت بخشتا ہے۔ صدق کو نمایاں کرتا ہے اور کذب کو فنا۔ مگر یہ سب ان کے لئے جو حق کی تلاش میں ہوں اور جو حق سے فرار چاہیں اور ہدایت حاصل کرنا ہی چاہیں تو۔

خَسَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ
غِشَاوًا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة البقرة آیت ۷)

(ترجمہ) اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور
ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب مقرر ہے۔

پھر مناظرہ ایک ایسی بیماری ہے جو ایمان کو مزید کمزور کرتا ہے اور عقائد کو
نخیف - یہ انسان کو سرٹ دھرم اور ضدی بناتا ہے۔ آنکھوں اور عقلوں پر
پرے ہوتے پر دلوں کو مزید دبیر کرتا ہے۔ نفرتوں کی غلیجوں کو زیادہ وسیع
اور دشمنیوں کو بختہ بناتا ہے۔ محبت و اخوت کے رشتوں کو منقطع کر کے اتحاد
کو آٹا ٹاٹا تباہ و برباد کرتا ہے۔ قوموں کی عظمتوں کو تباہ و آوارہ تیوں کو
ویران اور مضبوط مملکتوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

یہ بات تو طے ہو گئی کہ وہ افراد جو حیاتِ طیبہ میں موجود تھے اور آپ کے
اطرافِ مطہتہ تھے تمام کے تمام شرائطِ صحابیت پر پورے نہیں اترتے تھے۔
اور یہ کہ تمام صحابہ کے درجات مساوی نہیں تھے۔ اور یہ کہ ان میں اکثر منافق
بھی تھے۔ جیسا کہ خود خدا نے بزرگ و برتر نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا
هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (سورہ بقرہ آیت ۷)

(ترجمہ) اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ

ہم خدا پر اور قیامت پر ایمان لے آئے۔ حالانکہ وہ (دل سے)

ایمان نہیں لائے۔

اور یہ کہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جو اپنی بات منوانے کے لئے
آپ سے کچھ جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے تھے۔ چنانچہ خود انہیں آپ نے فرمایا۔

ایہا الناس! قد کثر علی الکذ ابۃ فمن کذب
علی متعمداً فلیتواء مقعداً من النار

(ترجمہ) لوگو! اب مجھ سے جھوٹی باتیں منسوب کرنے کی انتہا ہو گئی ہے۔ اس لئے میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ جو جان بوجھ کر مجھ سے جھوٹی بات منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا !!

ظاہر ہے کہ ان حالات میں ہم تمام احادیث کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کر سکتے۔ کسی حدیث کو قبول کرنے کے لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم پہلے اس کو عقل کی کسوٹی پر کس لیں، اصول کے پیمانوں پر پرکھ لیں اور قرآن الحکیم سے مطابقت کر لیں۔ یہ کام تو ہم اب بھی کرتے ہیں مگر گروہ درگروہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام عالم اسلام اور تمام مسالک کے مفکرین یکجا ہو کر اور پورے خلوص و غور و فکر کے بعد احادیث کے ذخائر کی طہارت کا کام انجام دیں۔ اور اپنے اپنے عقائد پر کاربند رہتے ہوئے بنیادی مراکز پر مجتمع ہو جائیں تاکہ ہم خود بھی حقیقی اسلام پاسکیں اور نوع انسانی تک بھی اصلی و مثالی پیغام پہنچا سکیں۔

زیر نظر کتاب اسی مقصد کے حصول کے سلسلے کے ایک انفرادی کاوش ہے۔

مگر قبول افتد!

اوسا یہ عظیم کاوش ہے! مصر کے قابل فخر محقق جناب شیخ محمود ابوریہ کی اور اس کے ترجمے کی سعادت حاصل کی ہے۔ پاکستان کے مایہ ناز ادیب جناب سید محمد موسیٰ رضوی نے۔ یہ ہے تو ترجمہ مگر اس کی روانی تسلسل کا اندازہ آپ کو کتاب پڑھنے کے بعد ہی ہو گا۔ موسیٰ رضوی ایک دیندار اور مخلص مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ صاف ستھرے ذہن کے ادیب بھی ہیں۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر خاصہ عبور رکھتے ہیں..... اس کتاب پر پیش لفظ لکھنے کی زحمت فرمائی ہے علامہ سید ابن حسن نجفی صاحب نے۔ علامہ نجفی صاحب ملک کی مشہور و معروف شخصیت ہیں۔

اور اسلام کے عظیم اسکالر کی حیثیت سے پورے عالم اسلام میں پہچانے جاتے ہیں۔ آپ نے عالم اسلام اور کئی یورپی ممالک کے دورے کئے ہیں اور وہاں کے نامور اسکالروں سے دینی و اسلامی یک جہتی کے امور پر مذاکرات کر چکے ہیں۔ مقدمہ لکھنے کی زحمت فرمائی ہے۔ ایران کے عظیم مفکر جناب سید محمد وحید گلپائیگانی نے۔ اور یہ ادارے کی خوش قسمتی پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے۔ جناب سید حسین مرتضوی نے تقریظ لکھ کر احسان فرمایا ہے۔ سید حسین مرتضوی ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے ابھر رہے ہیں اور برصغیر کے مشہور عالم دین سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین متعدد کتابوں کے مولف و مصنف ہیں۔ اب ان کے صاحبزادے بھی اسی میدان کے شہسوار بن رہے ہیں اور یہ ایک اچھی مثال ہے۔ ان عظیم مفکرین کی۔ اس بے مثال و منفرد کاوش کو آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں ادارے کی معاونت فرمائی ہے جناب امیر علی سجن صاحب نے۔ امیر علی سجن کے متعلق یہ چند جملے میں اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے تمام اخراجات برداشت کئے اور اس طرح ادارے کی مالی اعانت فرمائی۔ کیونکہ میرے نزدیک معیار انسانیت خریدنے کے لئے دولت کے انبار کی نہیں، اعلیٰ کردار کی ضرورت ہوتی ہے۔ گو امیر علی کاروباری اور خوجہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ مگر کاروباری مصروفیات کے باوجود علمی مشاغل میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سے قبل بھی اکثر علمی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ علماء کی محفلوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ مزاج میں سادگی، خلق میں بلندی، کردار میں نچنگی، عادات میں شائستگی، حیات میں زہد و تقویٰ، طبیعت میں انکساری اور سینے میں حساس دل رکھتے ہیں۔ کاروباری حضرات تو اکثر مصلحت کو شہوتے ہیں مگر امیر علی سجن... صاف گو اور بے باک قسم کے انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پہلی ملاقات میں

کچھ اچھے تاثر لے کر نہیں اٹھیں گے (کم از کم میرے ساتھ تو یہی ہوا) مگر دوسری اور تیسری ملاقات کے بعد یقیناً متاثر بلکہ گرویدہ ہو جائیں گے۔ امیر علی سجن اس سے پہلے ”دین حق“ کی طباعت کر چکے ہیں اور آئندہ بھی کئی اہم و نادر کتابیں شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ علم اور کتاب کے رشتوں کو بخوبی پہچانتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ دولت کے بل پر چند برس بھی نام باقی نہیں رہتا مگر کتاب سے بقائے دوام حاصل ہوتا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں معاونت حاصل رہی ہے مُلک کے مشہور مصوّر سید تصدّق حسین نقوی کی۔ کتابت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ رشید رستم قلم، ثناء اللہ، صغیر احمد، سلام لائپوری اور عثمان صاحب نے۔ بابتنگ کے فرائض انجام دیئے ہیں غلام عباس فاروقی نے۔ ان حضرات کے علاوہ بھی چند احباب کے مشورے شامل حال رہے ہیں۔ میں فرداً فرداً ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں۔

آخری بات :- ادارۃ عظمتِ انسانیت کے قیام کا مقصد تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عام کرنا۔ تحقیقی مقالات کی اشاعت کرنا اور نادر تخلیقات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ مگر ان تمام کٹھن مراحل سے گزرنے کے لئے آپ کی اعانت و رہنمائی ضروری ہے۔ ارادے وسیع اور دشوار گزار ہیں مگر ہمیں اُمید ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کی سرپرستی اور آپ کی پُر خلوص دُعاؤں کے طفیل تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔

الصلح حسین واسطیٰ

ادارۃ عظمتِ انسانیت

تنویر منزل ۸۱؎ لیاقت آباد۔ کراچی

پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب الہامی ہے۔ اس کے بعد ہی کہہ رہا تھا کہ
یہ سب الہامی ہے۔ اس کے بعد ہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب الہامی ہے۔
اس کے بعد ہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب الہامی ہے۔ اس کے بعد ہی کہہ رہا تھا کہ
یہ سب الہامی ہے۔ اس کے بعد ہی کہہ رہا تھا کہ یہ سب الہامی ہے۔

☆

خیر

پر مسلمانوں کی ترغیب و تحریریں کے سلسلے میں اتنی تن دہی، استقامت اور استقلال کے ساتھ اپنی کوششوں کو جاری رکھا کہ ظاہر ہیں اور سطحی فکر کے حامل افراد کی کجختی ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں ہدف طعن و تشنیع قرار دیا۔ پھر آل علی علیہم السلام کی صادقانہ جانب داری اور خالصانہ تجہید کے سبب بعض شیوخ اور علماء ازہر کی بے مہری کا سبب بنے اور رفض و تشنیع کا الزام ان کے سر پر آیا جس کے نتیجے میں مناقشا اور ہرزہ گوئی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جیسا کہ انھوں نے خود اس واقعے کو لبنان سے شائع ہونے والے ایک ماہنامے ”المنہج“ کے دو شماروں میں ”ازہر لوئیکے ساتھ میری داستان“ کے عنوان سے دو مفید اور مستدل مقالوں میں لکھا۔ ان مقالوں میں انھوں نے فی مابین اختلافات کو ہر دشوار گزار موڑ پر بڑے شائستہ انداز سے شیرینی کلام اور حلاوت زبان کی رعایت کے ساتھ بیان کیا۔

یہاں ہم اختصار اور سب سے بڑھ کر ان نامطلوب نتائج کے باعث جو اس طرح کی کشمکش سے مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی اس دور میں جبکہ اتحاد اور یگانگت ان کے لئے ایک حیاتی پہلو رکھتی ہو اس کی تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہیں اور اس رب جلیل سے ارواح مقدس حضرت خاتم الانبیاء ائمہ اطہار اور اولیاء اسلام علیہم السلام کی استشفاع کے ساتھ اسلام کے مایہ ناز پرچم تلے مسلمانوں کی سر بلندی، کامیابی، سعادت اور وحدت کلام کے خواہاں ہیں۔

محمد وحید گلپائیگانی (تہران)

۱- کتاب الایمان فی الایمان	۲۶- سیدنا ابی ذر
۲- کتاب الایمان فی الایمان	۲۷- سیدنا ابی ذر
۳- کتاب الایمان فی الایمان	۲۸- سیدنا ابی ذر
۴- کتاب الایمان فی الایمان	۲۹- سیدنا ابی ذر
۵- کتاب الایمان فی الایمان	۳۰- سیدنا ابی ذر
۶- کتاب الایمان فی الایمان	۳۱- سیدنا ابی ذر
۷- کتاب الایمان فی الایمان	۳۲- سیدنا ابی ذر
۸- کتاب الایمان فی الایمان	۳۳- سیدنا ابی ذر
۹- کتاب الایمان فی الایمان	۳۴- سیدنا ابی ذر
۱۰- کتاب الایمان فی الایمان	۳۵- سیدنا ابی ذر
۱۱- کتاب الایمان فی الایمان	۳۶- سیدنا ابی ذر
۱۲- کتاب الایمان فی الایمان	۳۷- سیدنا ابی ذر
۱۳- کتاب الایمان فی الایمان	۳۸- سیدنا ابی ذر
۱۴- کتاب الایمان فی الایمان	۳۹- سیدنا ابی ذر
۱۵- کتاب الایمان فی الایمان	۴۰- سیدنا ابی ذر
۱۶- کتاب الایمان فی الایمان	۴۱- سیدنا ابی ذر
۱۷- کتاب الایمان فی الایمان	۴۲- سیدنا ابی ذر
۱۸- کتاب الایمان فی الایمان	۴۳- سیدنا ابی ذر
۱۹- کتاب الایمان فی الایمان	۴۴- سیدنا ابی ذر
۲۰- کتاب الایمان فی الایمان	۴۵- سیدنا ابی ذر
۲۱- کتاب الایمان فی الایمان	۴۶- سیدنا ابی ذر
۲۲- کتاب الایمان فی الایمان	۴۷- سیدنا ابی ذر
۲۳- کتاب الایمان فی الایمان	۴۸- سیدنا ابی ذر
۲۴- کتاب الایمان فی الایمان	۴۹- سیدنا ابی ذر
۲۵- کتاب الایمان فی الایمان	۵۰- سیدنا ابی ذر

ماخذ کتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

- ۱- قرآن حکیم
- ۲- ابوہریرہ، علامہ عبدالحسین
- ۳- الاحکام فی اصول الاحکام، آمدی
- ۴- الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم
- ۵- الاستیعاب ابن عبد البر
- ۶- اسد الغابہ ابن اثیر
- ۷- الاصابہ ابن حجر عسقلانی

- ۸۔ اسل الشیعة واصولها، استاد محمد حسین کاشف الغطاء مرحوم
- ۹۔ الفیہ سیوطی اور اس کی شرح، احمد بن شاکر۔
- ۱۰۔ الفیہ اور اس کی شرح، عراقی
- ۱۱۔ انساب الاشراف بلاذری
- ۱۲۔ البدایة والنہایة ابن کثیر
- ۱۳۔ تاریخ آداب العرب، استاد مصطفیٰ صادق الراغبی
- ۱۴۔ تاریخ ابن خلدون
- ۱۵۔ تاریخ الخلفاء سیوطی
- ۱۶۔ تاریخ کبیر زہبی
- ۱۷۔ تاریخ مختلف الحدیث ابن قتیبة
- ۱۸۔ تذکرۃ الحفاظ زہبی
- ۱۹۔ تفسیر ابن کثیر
- ۲۰۔ تفسیر امام محمد عبدہ
- ۲۱۔ تفسیر سورہ اخلاص، ابن تیمیہ
- ۲۲۔ تفسیر طبری
- ۲۳۔ تفسیر کشاف علامہ زمخشری
- ۲۴۔ التقریب، نووی
- ۲۵۔ توجیہ النظر جزاثری
- ۲۶۔ جامع ابن وہب
- ۲۷۔ جامع بیان العلم ابن عبد البر
- ۲۸۔ جامع ترمذی
- ۲۹۔ الحلیہ ابو نعیم
- ۳۰۔ حیوۃ المیوان دمیسی
- ۳۱۔ ریح الابرار زمخشری
- ۳۲۔ رد الدارمی علی المریس
- ۳۳۔ الروض الباسم۔ وزیر الیمانی
- ۳۴۔ روض الاخبار محمد بن قاسم بن یعقوب
- ۳۵۔ سنن ابی داود
- ۳۶۔ سنن نسائی
- ۳۷۔ سیرت ابن ہشام
- ۳۸۔ سیرۃ اعلام النبلا، حلبی
- ۳۹۔ سیرۃ الحلبيہ، حلبی
- ۴۰۔ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب
- ۴۱۔ شرح صحیح مسلم، نووی
- ۴۲۔ الشعر والشعراء ابن قتیبة
- ۴۳۔ صیغہ بخاری اور اس کی شرح۔ ابن حجر
- ۴۴۔ عسقلانی
- ۴۵۔ الصداقہ والصدیق، ابو حیان توحیدی

- ۴۷۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ یورپ
۴۸۔ عقد الفرید، ابن عبد ربہ
۴۹۔ فتوح البلدان، بلاذری
۵۰۔ فخر اسلام، ڈاکٹر احمد امین
۵۱۔ الفخری، ابن طقطقی
۵۲۔ الفضل والنحل
۵۳۔ قواعد التحدیث قاسمی
۵۴۔ کتاب الانصاف بطلمیوسی
۵۵۔ کتاب المعصرین سجستانی
۵۶۔ لسان العرب، ابن منظور
۵۷۔ المثل السائر فی ادب الکاتب
والشاعر ابن اثیر۔
۵۸۔ مجلہ الرسائل
۵۹۔ مجلہ الکاتب
۶۰۔ مجلہ المنار
۶۱۔ مختصر تاریخ ابوالفداء
۶۲۔ مخقر کتاب المومل البوشامہ
۶۳۔ مراۃ الاصول ملا خسر و خطی
۶۴۔ مسند احمد
۶۵۔ مسند بقی
۶۶۔ المضاف والمنسوب ثعالبی
۶۷۔ المعارف ابن قتیبہ
۶۸۔ معجم الادباء، یاقوت حموی
۶۹۔ معجم البلدان، یاقوت حموی
۷۰۔ معجم المیوان، امین المعلوف
۷۱۔ المغنی، ابن ہشام
۷۲۔ مقامات بدیع الزمان ہمدانی اور اس کی
شرح، امام محمد عبدہ۔
۷۳۔ مناقب ابی حنیفہ، مکی
۷۴۔ الموافقات شافعی
۷۵۔ النجوم الزاہرہ، ابن تغری بردی
۷۶۔ نہایہ الارب، لغزیری
۷۷۔ نہج البلاغہ اور اسکی شرح۔ امام
محمد عبدہ۔
۷۸۔ ہدی الساری، ابن حجر عسقلانی
۷۹۔ الوجی المحمدی، محمد رشید رضا۔

١٠٠ -	١٠٠ -
١٠١ -	١٠١ -
١٠٢ -	١٠٢ -
١٠٣ -	١٠٣ -
١٠٤ -	١٠٤ -
١٠٥ -	١٠٥ -
١٠٦ -	١٠٦ -
١٠٧ -	١٠٧ -
١٠٨ -	١٠٨ -
١٠٩ -	١٠٩ -
١١٠ -	١١٠ -
١١١ -	١١١ -
١١٢ -	١١٢ -
١١٣ -	١١٣ -
١١٤ -	١١٤ -
١١٥ -	١١٥ -
١١٦ -	١١٦ -
١١٧ -	١١٧ -
١١٨ -	١١٨ -
١١٩ -	١١٩ -
١٢٠ -	١٢٠ -
١٢١ -	١٢١ -
١٢٢ -	١٢٢ -
١٢٣ -	١٢٣ -
١٢٤ -	١٢٤ -
١٢٥ -	١٢٥ -
١٢٦ -	١٢٦ -
١٢٧ -	١٢٧ -
١٢٨ -	١٢٨ -
١٢٩ -	١٢٩ -
١٣٠ -	١٣٠ -
١٣١ -	١٣١ -
١٣٢ -	١٣٢ -
١٣٣ -	١٣٣ -
١٣٤ -	١٣٤ -
١٣٥ -	١٣٥ -
١٣٦ -	١٣٦ -
١٣٧ -	١٣٧ -
١٣٨ -	١٣٨ -
١٣٩ -	١٣٩ -
١٤٠ -	١٤٠ -
١٤١ -	١٤١ -
١٤٢ -	١٤٢ -
١٤٣ -	١٤٣ -
١٤٤ -	١٤٤ -
١٤٥ -	١٤٥ -
١٤٦ -	١٤٦ -
١٤٧ -	١٤٧ -
١٤٨ -	١٤٨ -
١٤٩ -	١٤٩ -
١٥٠ -	١٥٠ -
١٥١ -	١٥١ -
١٥٢ -	١٥٢ -
١٥٣ -	١٥٣ -
١٥٤ -	١٥٤ -
١٥٥ -	١٥٥ -
١٥٦ -	١٥٦ -
١٥٧ -	١٥٧ -
١٥٨ -	١٥٨ -
١٥٩ -	١٥٩ -
١٦٠ -	١٦٠ -
١٦١ -	١٦١ -
١٦٢ -	١٦٢ -
١٦٣ -	١٦٣ -
١٦٤ -	١٦٤ -
١٦٥ -	١٦٥ -
١٦٦ -	١٦٦ -
١٦٧ -	١٦٧ -
١٦٨ -	١٦٨ -
١٦٩ -	١٦٩ -
١٧٠ -	١٧٠ -
١٧١ -	١٧١ -
١٧٢ -	١٧٢ -
١٧٣ -	١٧٣ -
١٧٤ -	١٧٤ -
١٧٥ -	١٧٥ -
١٧٦ -	١٧٦ -
١٧٧ -	١٧٧ -
١٧٨ -	١٧٨ -
١٧٩ -	١٧٩ -
١٨٠ -	١٨٠ -
١٨١ -	١٨١ -
١٨٢ -	١٨٢ -
١٨٣ -	١٨٣ -
١٨٤ -	١٨٤ -
١٨٥ -	١٨٥ -
١٨٦ -	١٨٦ -
١٨٧ -	١٨٧ -
١٨٨ -	١٨٨ -
١٨٩ -	١٨٩ -
١٩٠ -	١٩٠ -
١٩١ -	١٩١ -
١٩٢ -	١٩٢ -
١٩٣ -	١٩٣ -
١٩٤ -	١٩٤ -
١٩٥ -	١٩٥ -
١٩٦ -	١٩٦ -
١٩٧ -	١٩٧ -
١٩٨ -	١٩٨ -
١٩٩ -	١٩٩ -
٢٠٠ -	٢٠٠ -

مقدمہ مولف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ مختصر مجموعہ "اضواء علی السنۃ المحمدیہ" کی کتاب کا ایک حصہ ہے جس کی اشاعت عالم اسلام کے چپے چپے میں ہو چکی ہے۔ یہ کتاب "فن الشعر الجاہلی" کے بعد اس دور کی سب سے زیادہ شہور اور معرکتہ الآراء کتاب ہے۔ اور باوجود اس کے کہ الحمد للہ بلند پایہ دانشوروں اور صاحبان فکر و نظر کی جانب سے نہایت قدروانی اور تعریف و توصیف کا سبب بنی۔ تاہم بعض فکری جہود کے شکار، ظاہر بین اور تنگ نظر نگاہوں نے دشنام طرازی اور ہرزہ گوئی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ مگر ہم نے انکی کوئی پرواہ نہیں کی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اسی طرح ضلالت اور گمراہی کی زندگی بسر کریں اور اگر یہی لوگ ہماری طرح راہ راست اختیار کرتے اور علمی سرمائے کے ساتھ یہ پسندیدہ روش اختیار کرتے تو ہم بھی نہایت خندہ پیشانی اور رضا و رغبت کے ساتھ ان سے بحث و گفتگو کا آغاز کرتے مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ضد، بدگوئی، اور دشنام طرازی کے لجن زار میں غوطہ ور ہو کر راہ راست سے انحراف کیا جسکی بنا پر ہمیں بھی ان کے ساتھ گفتگو سے صرف نظر کرنا پڑا۔ جس چیز نے سب سے زیادہ ہمیں مطعون اور بددہن ہرزہ گویوں کا ہدف بنایا وہ "البوہرہ" کی تاریخ تھی جس میں ہم نے حیرت انگیز حقائق کا انکشان کیا اور جو ان کے لئے ایک انوکھی بات تھی جس سے وہ پہلے یکسر بے خبر تھے۔ اس اچانک اطلاع نے انھیں مبہوت بنا دیا اور قریب تھا کہ فرط تعجب سے ان کی چیخ بلند ہوتی کہ ایسے میں آہستہ آہستہ ہو اس بجا ہوئے اور انھوں نے طے کیا کہ اپنی

شکست کا ازالہ کریں مگر ہماری ضرب اتنی کاری تھی کہ انھیں فحش اور ناسزا گوئی کے علاوہ اور کوئی راہ دکھائی نہ دی جس میں وہ وجد عصر تھے۔ اسلئے انھوں نے اپنی زبانوں کو ہمارے دشنام کے لئے داکیا اور لوک قلم کو اس مدعا کے لئے بروئے کار لائے۔

اس بدکلامی کے مقابلے میں سب پر خالق آنے والی ایک شامی اور ازہری شخصیت ہے جو اپنے آپ کو ”ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی“ کے نام سے جانتی ہے اور الحق بدزبانی کے میدان میں وہ یکے تازہ عصر ہے اور فن ہرزہ گوئی کا بے نظیر ڈاکٹر ہے، اس نے اپنی گفتگو کو جس عریانی اور فحاشی کے ساتھ ہمارے حوالے کیا ہے۔ شاید روئے ارض کا پست ترین آوارہ اور ہرجائی انسان بھی اس کی ادا مثل سے عاجز ہو اور شاید وہ اس طرح یہ سمجھنا چاہتا ہو کہ اسے فن ہجا اور ناسزا گوئی میں تمام فحاشیوں پر دسترس حاصل ہے اور الحق کہ ایسا ہی ہے۔ مگر اس میں حیرانی اس لئے نہیں کہ ہم تاریخ کے اوراق میں اس کی زندگی کو پرکھ چکے ہیں اور ہم پر واضح ہو گیا ہے کہ اس قسم کی حماقتوں اور مجبوری کو اس نے اپنے قبیلے سے درشہ میں پایا ہے اور کالم گلوچ کو بھی اس نے اپنے اساتذہ سے سیکھا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض تھا کہ اس کو ہم عدالت کے کٹہرے میں لاکھڑا کرتے تاکہ وہ اپنے کفار و کردار کے اثرات سے بہرہ ور ہوتا اور اپنے ہم عصروں کے لئے عبرت کا نمونہ بنتا لیکن ہم نے رحم کھا کر اس پر شفقت کی اور اپنی جوانمردی سے دور دیکھا کہ ایک ایسے انسان سے الجھا جائے جو خود ایک مزین بیماری کا شکار ہو اور اپنے علاج سے مایوس حیات و ممات کے دور اپنے پرکھڑا ہو۔ لہذا حسن عاطفہ و جوانمردی نے مجھے سمجھا رکھا کہ میں یہودیوں کے شفا خانے میں اس سے ملنے جاؤں جہاں وہ حکومت کے خرچ سے زیر علاج تھا میں نے اسکی تمام اہانتوں کو یکسر فرگذاشت کیا اور ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۰ء مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۶۱ء کو بدھ کی دوپہر اس سے ملنے گیا اور نہایت خلوص کے ساتھ

بارگاہ خداوندی میں اس کے لئے شفا ئے عاجل کا طلب گار ہوا اور عید الفطر کی آمد پر از قبل اسے مبارک باد دی میرا گمان تھا کہ اگر اس شخص میں ذرا بھی حمیت نفس ہوگی یا اس کا نسب محترم ہوگا تو وہ ان عواطف انسانی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ اور بہتر نہ سہی تو کم از کم اسی سطح پر مجھ سے سلوک کرے گا۔ اس کا ضمیر اسے آواز دے گا اور جو کچھ اس نے دیگر فحاشوں اور بے ادبوں نے ایک ایسے انسان کے حق میں روا رکھے گا اور جو بتاؤ پچھلے خطوط میں میرے ساتھ کئے انہیں پرکھنا کرے گا۔ مگر اس شخص نے کہ خدا اس کے تمام امراض کو دور کرے ایسا نہیں کیا۔ کچھ ہی عرصے بعد اسکی فطرت اور طبع سرکش نے اس پر غلبہ کیا اور اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ از سر نو رکیک گالیوں کی باڑ پر مجھے لے آئے اور ان مخالف کو عیناً "الاہرام" کے محلے میں منعکس کرے۔ خدا رحمت کرے عرب کے شاعر متنبیؒ پر جس نے کہا ہے۔

اذا انت اکرم الکرم ملکہ وان انت اکرم اللیم تمردا
 "کسی محترم اور عالی نسب انسان کی تکریم اس کو خرید لیتی ہے اور اگر پست فطرت اور کم مایہ انسان کی تکریم و تعظیم کی جاتے تو وہ اسے سرکش بنا دیتی ہے۔"
 انھیں ظاہر بین، کوتاہ نظر، جو پذیر فکروں کے شور و غوغا اور ہنگامہ آرائیوں نے ہمیں اس بات پر مجبور کر دیا کہ "شیخ الضمیر ابو ہریرہؓ" کی تاریخ پر من جمیع الجہات تجدید نظر کی جائے تاکہ اس مشہور صحابی کی حقیقت بہت سی کما حقہ سب پر آشکار ہو جائے اور سب اس کو باحن الوجہ پہچان لیں۔ اس بنا پر ہم نے ان تمام مصادر و ماخذ سے جو ارباب روایت کے نزدیک معتبر اور موثق ہیں اور جن پر ہمیں دست رس حاصل ہے رجوع کیا اور اس بحث و تحقیق میں فقط انہی پر اعتماد کیا اور

۱۔ کتاب المضاف والمنسوب تعالیٰ کے صفحہ ۸۶ اور اس کتاب کے صفحہ ۲۵ پر ابو ہریرہؓ کی اس وجہ شہرت کو ملاحظہ فرمائیں۔

دیگر ماخذ سے قلم روک لیا تاکہ احمق اور نادان لوگ ہم پر تشیع کا الزام نہ دھریں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ ایسی باتیں ہم سے کہتا ہے جن سے نہ ہمیں آشنائی ہے اور نہ اعتقاد اور اس طرح ہم نے اس بحث میں اس مواد سے استفادہ کیا جسکو ہم نے اپنی عظیم الشان کتاب کی تالیف کے موقع پر مذکورہ کتب کے درمیان مطالعہ اور تحقیق کے دوران نکالا تھا وہ مطالعہ و تحقیق جس میں پندرہ سال سے زیادہ وقت صرف ہوا اور آخر کار مذکورہ کتاب کی پہلی اشاعت میں جو کچھ ہم سے جمع ہو سکا اکٹھا کر دیا۔ کیونکہ اختصار اور جمود پسند ظاہر بین دونوں ہمارے پیش نظر تھے ایسا نہ ہو کہ ہماری باتوں کو ان کے دل و دماغ قبول نہ کریں اور وہ ضائع ہوں جائیں ہم نے ان تمام ماخذوں سے رجوع کیا تاکہ ابوہریرہ کی تاریخ کے لئے ایک مکمل اور دلچسپ بحث تیار ہو سکے۔ ہم نے بحث کی طوالت یا اختصار پر کوئی توجہ نہیں دی کیونکہ اسکا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے بارے میں گفتگو آسان نہیں۔ پھر ہم نے اس موضوع کے لئے ایک واضح اور مستقیم مورخانہ روش کو اختیار کیا جو سچائی اور امانت کا راستہ ہے جس سے انحراف سراسر گمراہی اور دربدری ہے۔ اس کے بعد ہمیں کسی کی پرواہ نہیں کہ مثلاً زید ہم سے خوش ہوگا یا عمر ناراض۔ اہل مطالعہ پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس روش کو اختیار کرنا آسان نہیں تھا۔ مگر ہم نے اس دشواری کو اپنے لئے گوارا کیا اور اپنے کئے پر نہایت خوش ہیں اس لئے کہ حق ہم پر واضح ہو گیا اور راہ حق پر جادہ چمائی کے لئے ہم نے اپنے پروردگار سے مدد چاہی جس نے ہماری ہر قدم پر راہ نمائی کی۔

بہر حال ابھی بحث و تحقیق سے فراغت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ ہم نے محسوس کیا کہ موضوع نے کچھ طوالت حاصل کرنی ہے اور صفات کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ گئی ہے درآں حالیکہ اصل صفحات شاید ۵۰ سے زیادہ نہیں تھے۔ اور اگر ہم کمیت قلم کی باگ اس پر چھوڑ دیتے تو کتاب کے صفحات کے صفحات مزید زیاد

ہو جاتے لیکن ہم نے راستہ روک کر اسی پر اکتفا کیا اور پھر خیال آیا کہ اس بحث کے لئے ایک جداگانہ کتاب مرتب ہونی چاہیئے تاکہ زیادہ مفید اور زیادہ قابل استفادہ ہو۔ اس طرح اب یہ کتاب مکمل تحقیق کے ساتھ پڑھنے والوں کی خدمت میں حاضر ہے۔ جس میں بغیر کسی شک و تردید کے مشہور صحابی ابو ہریرہ کی خبر کے دن پیغمبر کے حضور نہایت فداکرت و تندرستی کے عالم میں شرف یابی سے لے کر کمال بے نیازی کے ساتھ عتیق کے ایک عالیشان محل میں موت کی تصویر مرتا پا منکس ہے۔ اس صاف و شفاف آئینے میں ہر پڑھنے والا ابو ہریرہ کی شخصیت واضح اور آشکار طور پر دیکھ سکتا ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے دور میں انکی زندگی اس پر روشن ہو سکتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس دور فترت میں صحابہ کے نزدیک انکی کیا قدر و منزلت تھی اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے کس طرح ان کو احادیث پیغمبرؐ بیان کرنے سے منع کیا تھا اور اسی امر پر انھیں تازیانے لگائے تھے۔ اور شہر بدر کرنے کی دھمکی بھی دی تھی اور پھر بحرین پر حاکمیت کے دوران امانت میں عدم رعایت کے سبب ان کے اموال کا کچھ حصہ بھی بحق سرکار ضبط کر لیا تھا۔

پھر جب انھوں نے بزرگ صحابہ سے میدان خالی دیکھا اور حضرت عمرؓ کے اس تازیانے کا خوف باقی نہ رہا۔ جو ہر وقت روایت حدیث پر انکی پیٹھ زخمی کرتا تو انھوں نے حدیث گوئی کا سلسلہ شروع کر دیا اور پیغمبر اسلامؐ کی مختصر مصاحبت کے باوجود اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں نقل کیں کہ مورد الزام ٹھہرے اور عالم اسلام کے پہلے مہتمم بلاوی محسوب ہوئے۔ اسکے بعد انھوں نے اپنے آپ کو بنی امیہ سے منسلک کر لیا جو غاصب حکمران تھے اور جنھوں نے اسلام میں شوریٰ کی اہمیت کو ختم کر دیا تھا اور شاہانہ صورت اختیار کر لی تھی جن کے دست قدرت میں امر و نہی عزل و نصب سب ہی کچھ تھا۔ ابو ہریرہ نے ان کے دوستوں اور مبلغین کے حلقوں میں شمولیت اختیار کی اور انھیں اپنی زبان اور روایات کے ذریعے ملک پہنچاتے رہے اور اس طرح وہ ان کے الطاف و عواطف عطایا اور من بھاتے کھانے بالخصوص ”مضیرہ“ میں شریک

ہو گئے جس کا شمار معاویہ کے اعلیٰ ترین کھانے میں ہوتا تھا۔ اس غذا کی طرف ابو ہریرہ کی رغبت اس حد تک تھی کہ بالآخر اس نام سے پکارے جانے لگے اور یہ لقب ہمیشہ ان کے ساتھ چسپاں رہا عرصہ دراز تک یہی لقب ان کا طرہ امتیاز تھا۔ جیسا کہ آپ اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اور اسی لئے ہم نے بھی اپنی کتاب کو اسی نام سے منسوب کیا۔ علاوہ ازیں ابو ہریرہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ایک ادیب و غریب داستان سے دو چار ہوں گے جس کے تین مراحل ہیں اور اس کا تعلق اس دور سے ہے جب وہ معاویہ کے دربار میں خدمت گزار تھے اور یہ قصہ وہی ”بسط ثوب“ دعائیں اور مزد“ والی داستانِ حدیث ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کا شمار ابو ہریرہ کے تاریخِ حیات کی سب سے انوکھی اور دلچسپ داستانوں میں ہوتا ہے۔

اس طرح ہم نے ابو ہریرہ کی روایات، ان کے صدق گفتار کا پیمانہ اور پیغمبر اکرمؐ سے ان کے احادیث کی نسبت کے بارے میں ان اہم ترین مطالب سے پردہ اٹھایا ہے جس کا جاننا مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ حقیقت کھل کے سامنے آئے اور اپنے وزن کی صلاحیت کے مطابق مورد قبول واقع ہوندر کہ روایات میں ایسا مواد شامل ہے جس سے ایک طرف اسلام دشمن عناصر ہماری ضد پر اتخاذِ شد کرتے ہیں اور دوسری طرف مومنین شک و تردید میں پڑ جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ابو ہریرہ روایات میں تدلیس سے کام لیتے تھے۔ تدلیس جیسا کہ علمائے حدیث نے کہا ہے حکمِ مرسل میں آتا ہے اور علمائے فن کے نزدیک اسکی قبولیت میں اختلاف ہے اور بعضوں نے تو کھلی طور پر اس کو رد کر دیا ہے۔ اسی سبب تمام صحابہ کے برخلاف ابو ہریرہ کی تاریخ ہماری توجہ کا خاص مرکز بنی۔

یہ ہے ہماری کتاب کے مواد کا ایک حصہ۔ اس میں دوسرے علمی حقائق بھی منضبط ہیں جو اس سے قبل کہیں کسی کتاب کا سرمایہ نہ بن سکے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کتاب کی طباعت کے بعد میرا کیا حشر ہو گا مگر اس راہ میں جو بھی میرا حال

ہو گا وہی میرا مطلوب ہے اور اس کے لئے میں بالکل تیار ہوں۔ خدا رحمت کرے
ابن حزم پر جس نے کہا تھا:-
’جب کو کسی امر کی تحقیق پر کمر بستہ ہو جائے اور اپنی ہستی کو حقیقت کی
راہ میں محکم بنالے۔ اگرچہ آغا ز کا راس کے لئے مشکل ہو گا اور اسے
بہت دکھ سہنے پڑیں گے۔ مگر ایک ایسا مقام حاصل ہو گا جہاں وہ لوگوں
کی ستائش سے زیادہ انکی بدگوئی سے محفوظ ہو گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ

jabir.abbas@yahoo.com

سراغاز



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ طے شدہ امر ہے کہ تمام احادیث نبوی قرآن کریم کی طرح دین کی راہی ہیں کیونکہ دین کی عمارت بغیر ان کے استوار نہیں رہ سکتی اور اصل و حقیقت دین کا اس راہ سے ہٹ کر معلوم کرنا ناممکن ہے نیز ہر فرد مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ ان احادیث کو سمجھے اچھی طرح یاد رکھے اور ان میں جو احکام ہیں ان کی پیروی کرے بالکل اسی طرح جیسے قرآن کی ہدایات پر عمل کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی مسلم ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنے اصحاب کو

حفظ و نقل حدیث کے لئے تاکید فرمائی ہے تاکہ وہ آپ کے بعد ہمیشہ باقی رہ سکے ایسی حالت میں لازم ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ تمام صحابی جنہوں نے نقل حدیث میں زیادہ حصہ لیا ہے، دین کی منزل میں بلند ترین مرتبہ پر فائز ہوں، ایمان میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور علمی مدارج میں سب سے اونچے ہوں اس کے برعکس جنہوں نے ان کے مقابلے میں کم حدیثوں کو نقل کیا دین و فضیلت و علم میں ان کا مقام کچھ کم اور قدر و منزلت کے لحاظ سے انہیں پہلے گروہ کی نسبت دوسرے درجہ پر فائز ہونا چاہیے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ مشہور کتب کی شہادتیں ہمیں اس امر کے خلاف ثبوت بہم پہنچاتی ہیں کیونکہ صحابہ کا وہ گروہ جو مرتبہ میں افضل اور مقام و منزلت میں زیادہ بلند اور علوم دین میں دوسروں سے زیادہ واقف اور تمسک دین اور اس کی دفاع اور جانبداری میں ہر ایک پر سبقت لے جانے والا تھا۔ جنہ درحقیقت اصول و فروغ دین کو اپنے عظیم مربی یعنی جناب سرور کائنات ﷺ سے ورثہ میں پایا تھا بالخصوص ایسے افراد جنہیں عہد پیغمبری میں منصب تنزیس سونپا گیا۔ مثلاً خلفاء اور انصار و مہاجرین کرام یا جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے راضی خوشی دنیا سے رخصت ہوئے یہ تمام کے تمام وہ بزرگ تھے جنہوں نے جناب پیغمبر ﷺ سے بہت کم حدیثیں نقل کیں، ان میں بعض ایسے صحابی بھی تھے جنہوں نے پیغمبر ﷺ سے بہت کم حدیثیں نقل کیں۔ — سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی، اصحاب کے اس گروہ نے نہ فقط یہ کہ نقل حدیث سے کنارہ کیا بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے بعض بزرگوں نے نقل حدیث سے اعتراف کرتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کام سے روکا اور نقل حدیث میں اس درجہ احتیاط کی کہ آخر کار وہ اپنی لکھی ہوئی احادیث کو خود اپنے ہی ہاتھوں نذر آتش کرنے لگے۔

۱۔ مذکورہ مطالب کے اجزاء کو ہم اپنی کتاب "اصواء علی السنۃ المحمدیہ"

میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

”ابوہریرہؓ“

اور یہی واقعہ اس بات کا موجب بنا کہ ہم اس کتاب کی تالیف کریں جو اس وقت اہل مطالعہ کے ہاتھوں میں ہے اور اس میں ایک ایسے شخص کی شرح زندگی پر گفتگو کریں جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب میں سب سے زیادہ کثیر تعداد میں حدیثیں نقل کیں و رآں حالیکہ وہ بالتحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت

میں ایک سال اور چند ماہ سے زیادہ نہ رہے۔ نیز یہ کہ اصحاب میں بھی ان کا کوئی خاص مقام یا مرتبہ نہیں تھا اور کسی بھی اعتبار سے وہ قابل ذکر نہ تھے، اسی شخصیت کو تاریخ ابوہریرہ کے نام سے جانتی ہے۔

ان کی روایات ہیں کہ !!

کاش نہ ہوتیں وہ تمام روایات جن کو حدیث کی مشہور کتابوں نے اسے نقل کیا اور جس نے مسلمانوں کے دلوں میں صداقت و اعتبار کے ساتھ گھر کر لیا اور ان کے افکار و خیالات میں رچ بس گئی اور آخر کار اصول و فروغ دین میں داخل ہو کر احکام و قوانین دین میں فقہاء کے لئے مآخذ اور قرار پائی اور صاحبان مذہب و ملت اور تکلمین کے درمیان ان کے عقیدہ و آراء میں دلیل و مدرک بنی اس بندش کے ساتھ کہ اس طرح کی احادیث نے جن مشکلات کو جنم دیا ان سے مومن اور غیر مومن و انشوروں کے افکار عجیب طرح کی حیرانی میں مبتلا ہیں۔ ان میں ایسے شبہات اور خرافات پائے جاتے ہیں جو دین پر طعن و تمسخر کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ پھر ان روایات میں ایسے اسناد بھی داخل ہیں جن کا تعلق اسرائیلیات سے ہے اور جن پر کمال بے اعتنائی کے ساتھ بھروسہ کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ اگر ابوہریرہ کی احادیث میں ان تمام معایب و مصائب کا وجود نہ ہوتا تو ہم کبھی اپنے قلم کو اس بحث کی طرف متوجہ نہ کرتے اور اپنا قیمتی وقت اس پر صرف نہ کرتے، مگر ان کی روایات ہیں کہ !

۱۔ اسرائیلیات ان احادیث و روایات و قصص کو کہا جاتا ہے جو یہودیوں کی طرف سے اسلامی روایات میں داخل ہوئیں اور جن میں بیشتر جھوٹ اور خرافات کی بھر مار ہے۔

ابوہریرہ کے نام میں اختلاف

عصر جاہلیت اور عہد اسلام دونوں ادوار میں ابوہریرہ کی طرح کسی کا نام اتنی فراوانی کے ساتھ مورد اختلاف نہیں ٹھہرا اسی وجہ سے ان کا خاندانی نام جس سے وہ گھریں پکائے جلتے تھے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے والد کے نام میں بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ "نوی" لکھتے ہیں ابوہریرہ اور ان کے والد کے ناموں میں اختلاف ہے جس کے لئے تقریباً ۳۰ ہجرت نام نقل

کئے گئے ہیں جو تمام کے تمام حاکم کی کتاب ”الکئی“ میں مذکور ہیں۔ اس موضوع کو ابن حجر نے الاصابہ میں بھی نقل کیا ہے سلف حافظ غرب ابن عبد البر نے اپنی کتاب ”الاستیعاب“ میں لکھا ہے، ابوہریرہ اور ان کے والد کے ناموں میں اس کثرت کے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ جس پر عصر جاہلیت اور دور اسلام دونوں فتوں میں احاطہ ممکن نہیں۔ پھر مزید لکھتے ہیں۔

اور ظاہر ہے اختلاف واضطراب کا یہ سمندر ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی ایک بات پر بھروسہ کریں۔ ہاں جو بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب تھی اور حقیقتاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ ان افراد کی طرح ہیں جو کنیت کے علاوہ کوئی نام نہیں رکھتے۔ بہترین مقام جہاں ان کا نام آسکتا ہے وہ صاحبان کنیت کی فہرست ہے سلف اور ”اسد الغابہ“ میں ہے کہ۔ ابوہریرہ کے نام میں بہت اختلاف ہے ایسا اختلاف کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی شخص کے نام میں اتنا اختلاف نہیں پایا گیا۔ سلف البتہ ان کی والدہ کا نام جیسا کہ کہا جاتا ہے ”امیہ“ تھا، ان باتوں سے پتہ چلا کہ قطعی اور یقینی طور پر ابوہریرہ کے لئے صحیح ناک کی دریافت حدس و تخمین کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہم ان کا ذکر ان کی کنیت کے ساتھ کرتے ہیں جس میں وہ شہرہ آفاق تھے اور ان کی وجہ شہرت کے تذکرہ کو خود ان پر چھوڑتے ہیں، جہاں وہ کہتے ہیں:

”میں اپنے گھر کی بجریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے پاس ایک چھوٹی بلی تھی جسے میں رات کو درختوں میں چھوڑ جاتا اور جب صبح ہوتی تو اس کو

ساتھ لے کر صحرا میں نکل جاتا ہے جس کے سبب لوگ مجھے "ابو ہریرہ" کہنے لگے "کوئی حرج نہیں اگر ہم اپنے بارے میں ان کے اس اقرار و بیان کو تسلیم کریں، ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بلی مدینہ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ رہی ہے کیوں کہ جس طرح فیروز آبادی نے "قاموس المحيط" میں تحریر کیا ہے۔ ایک موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ کو اس طرح دیکھا کہ وہ ایک بلی کو گود میں سنبھالے ہوئے تھے سلم

(۱) شاید بلی سے اتنی شدید طور پر دلچسپی تے انھیں اس سلسلے میں روایت بیان کرنے پر مجبور کیا۔ جس کے سبب وہ حضرت عائشہ کے اعتراض کا ہدف بنے اس روایت کی داستان کو علامہ "دمیری" نے اپنی کتاب "حیوانہ الحیوان" میں لفظ "ہوہ" کے ذیل میں نقل کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں "مسند ابوداؤد الطیالسی میں شیمی نے علقمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم حضرت عائشہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ ابو ہریرہ بھی موجود تھے ایسے میں حضرت عائشہ نے ابو ہریرہ سے مخاطب ہو کر کہا "ابو ہریرہ! تم نے رسول خدا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ خدا بلی کو صدمہ پہنچانے کے سبب ایک عورت کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کریگا؟" ابو ہریرہ نے کہا ہاں میں نے رسول خدا سے ایسا ہی سنا تھا، حضرت عائشہ نے کہا کہ مومن کی ذات اللہ کے نزدیک اس سے کم نہیں زیادہ بلند و محترم ہے کہ وہ بلی کی خاطر آگ کے عذاب میں مبتلا ہو۔ شاید بلی کو تکلیف دینے والی عورت کافرا ہو، ابو ہریرہ جب تم کوئی حدیث نقل کیا کرو تو اچھی طرح دیکھ بھال لو کہ کیا کہہ رہے ہو اور کس بات کو نقل کر رہے ہو۔

ابوہریرہ کا سلسلہ نسب ان کی پرورش

ابوہریرہ کے سلسلہ نسب کے بارے میں جو کچھ دریافت ہوا ہے اس کے مطابق ان کا تعلق سلیم بن نہم کے خاندان، قبیلہ اذر اور آخر کار عرب کے ایک جنوبی قبیلے "دوس" سے تھا، مگر ان کی پرورش کے بارے میں کہنا پڑیگا کہ کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ اسی طرح خود ان کو ان کی سرزمین یمن کے لوگ بھی نہیں جانتے جس میں وہ اسلام لانے سے قبل برسہا برس

رہ چکے تھے، جو کچھ ہمیں ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ خود ان کی ثنائی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ بحریاں چرایا کرتے تھے، فقیروں مسکین آدمی تھے اور اپنی بھوک مٹانے کے لئے ہر خاص و عام کی خدمت کیا کرتے تھے، پھر ایک اور مقام پر بتاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ عرصہ ابن عفان اور غزو ان کی صاحبزادی کے پاس کام کیا۔ ابن سعد نے خود ان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ”میں نے کچھ عرصے ابن عفان اور غزو ان کی صاحبزادی کے پاس کام کیا ہے۔ جہاں میں اپنے پیٹ کی آگ کو بجھاتا تھا اور جب وہ سفر اختیار کرتے تو ان کی سواریوں کو ہنکاتا اور جب پڑاؤ ڈالتے تو ان کے لئے ٹھہری خوانی کیا کرتا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابوہریرہؓ باوجود بھی تھے اور لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے آخر عمر تک محروم رہے۔

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خوبصورت حدی خوانی نے انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ عامل بحرن علماء بن المحضر کے حصہ رموز بننے کی درخواست کریں اور اس طرح سے انہوں نے ۶۰ سال سے زیادہ کا عرصہ عشق موزنی میں گزارا۔ کیونکہ بطور تحقیق وہ مروان بن حکم کیلئے اس وقت اذان کہا کرتے تھے جب وہ ۴۱ ہجری میں معادیہ کی طرف سے حاکم مدینہ مقرر تھا، جیسا کہ بعد میں اسکا ذکر آئے گا۔

۲۔ ص ۵۳۔ ج ۴۔ طبقات حصہ دوم۔

خدیجہ بنت یغیرہ کے حضور ابوہریرہ کی شرفیابی

جو وقت ابوہریرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تبلیغات سے آگاہی ہوئی تو وہ بھی دوسرے اشعریین کی طرح خدیجہ بنت یغیرہ کے حضور شرفیاب ہوئے اس وقت انکی عمر ۳۰ سال تھی اور خدیجہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو چکا تھا، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

”میں اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مشرف ہوا جب آپ خدیجہ بنت یغیرہ تھے اور مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا تھا، اور جب ابوہریرہ کی نظریں مال غنیمت کے انبار پر پڑیں تو لالچ اڑے آیا اور انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مال میں اپنی شمولیت کی درخواست کی۔ اور پھر اس کے بعد انہوں نے ان باتوں میں دخل اندازی کی جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا جیسے انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ابان بن سعید کو جو جنگ میں شریک تھے اس مال سے عہدہ رکھا جائے جس کے سبب ابان بن سعید ان پر معتز بن ہونے اور ان سے خشونت آمیز گفتگو کی، چونکہ ابان کا خیال تھا کہ جب ابوہریرہ نے اس جنگ میں کسی بھی صورت شرکت نہیں کی تو پھر وہ کس طرح اپنے آپ کو اس مال میں شریک بنانا چاہتے ہیں اور آخر کار جھگڑے اور پرہاش نے یہ نوبت اختیار کی کہ ابان نے ابوہریرہ کو مخاطب کر کے کہا

”وایے ہواس“ ویرسلے پر جو ”قدوم صنمان“ سے آکر ہم میں شامل ہو گیا۔ ایک دوسرے قول کی بناء پر ابان نے کہا: ”اے رائس صنال“ سے ہمارے سر لگنے والے ”ویر“ اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ابان بیٹھ جاؤ اور ابو ہریرہ کو اس مال میں حصہ دار نہیں بنایا۔ اس طرح ابو ہریرہ ابان کی جانب سے شدت کے ساتھ ہت تنبیہ دینے اور انھیں کوئی مناسب جواب نہ دے سکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابان کی اس گفتگو کی ایک مفسر نے اس طرح تعبیر کی اور کہا کہ ابان کی مراد ان باتوں سے ابو ہریرہ کی تحقیر تھی اور وہ انہیں سمجھانا چاہتے تھے کہ ان کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ وہ کسی کے سہم و عطا پر انظار نظر کریں کیونکہ وہ جنگ و جہاد میں واماندہ و ناتواں ہیں۔ ابوالحسن قابیسی سے منقول ہے کہ: ابان کی گفتگو کا منشا یہ ہے کہ ابو ہریرہ جنہوں نے اپنے آپ کو قریشی سے منسلک کیا ہے انکی مثال اس خار و خشاک کی سی ہے جو بھیر بکریوں کے بدن پر چسپاں ہو جاتا ہے اور اگر ابو ہریرہ کی کوئی شخصیت ہوتی تو وہ اس کی قدر جانتے اور اسے برقرار رکھنے کی کوشش کرتے یا پھر کسی نفس محترم کے حال ہونے تو اس کی حفاظت کو اپنا فریضہ سمجھتے اور اپنا ہاتھ کسی ایسی شے کی طرف نہیں بڑھاتے

۱۔ دبر (بر وزن جبر) بلی کی مانند ایک چھوٹا جانور ہے۔ ابو علی قتالی نے ابو ہاتم سے نقل کیا ہے کہ عربوں کے بعض گروہ حشرات الارض سے متعلق ہر رینگنے کیڑے کو ”دبر“ کہا کرتے تھے۔ امین مملوت پاشا نے اپنی کتاب ”معجم الحیوان“ میں لکھا ہے کہ ”دبر“ خرگوش جتنا ایک خاکسری نہر ملا جانور ہے جس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور ہمیشہ اپنے پچلے جھڑے کو جنبش دیتا رہتا ہے جیسے کوئی چیز چارہ ہو۔

۲۔ ”قدوم صنمان“ سرزمین دوسرے قبیلہ ابو ہریرہ کا ایک پہاڑ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صنمان ایک پہاڑ کی چوٹی ہے کیونکہ اس جگہ غالباً بھیر بکریوں کی چراگاہ تھی۔

جس کے وہ حقدار نہیں یا اپنی آنکھوں کو ان جنگی غنائم کی طرف نہیں پھرتے جس میں وہ شریک نہیں۔ غرض یہ کہ وہ ایک ایسے وقت میں تحقیر و مستحکم کا نشانہ بنے جب وہ پہلی بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملاقات کر رہے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے موقع پر وہ عزت نفس اور بلند ہستی کا مظاہرہ کرتے مگر تعجب یہ ہے کہ ابوہریرہ کے ساتھ پیغمبر کے حضور مشرت باسلام ہونے والے شہس زیادہ اشقریین جن میں ابو موسیٰ اشعرئیری، عمران بن حصین خزاعی اور عبید بن خلف اعظم البسلاء ذہبی۔ ص ۳۶۳-ج ۲) شامل ہیں کسی نے ایسی حرکت نہیں کی جو ابوہریرہ سے سرزد ہوئی۔ بلکہ وہ تمام کے تمام چپ سا دھبے بیٹھے رہے، پیغمبر اکرم ﷺ نے لوٹنے والوں کے حصے سے نہیں بلکہ غنائم خیر سے انکو حصہ دیا۔ اس بنا پر ابوہریرہ سے سرزد ہونے والا یہ منل جو رد اول ہی سے ان کے پوشیدہ مقاصد، باطنی اغراض اور نفسانی حقائق کا آئینہ دار ہے مورخ کے پاس ان کی شخصیت کی کلید ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوہریرہ پیغمبر اکرم

۱۔ ابو موسیٰ اشقرئیری کہتے ہیں، جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بخت اور آپ کے حملے کی خبر ملی اس وقت ہم بنی میں تھے۔ ہم نے اپنے قبیلہ کے بچاس سے زیادہ افراد کے ساتھ جس میں میرے دو بڑے بھائی بھی شامل تھے کشتی کے ذریعہ راہ سفر اختیار کی۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ کشتی نجاشی کے دائرہ اثر حبشہ میں لنگر انداز ہوئی اس طرح ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابیطالبؑ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی جو اس وقت حبشہ میں مقیم تھے۔ حضرت جعفر بن ابیطالبؑ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ہی سے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہیں رک جائیں ہم لوگوں نے بھی وہیں پڑاؤ ڈال لیا، یہاں تک کہ سب کے سب ایک ساتھ روانہ ہوئے اور پیغمبر کے حضور اس وقت پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمایا (فتح الباری۔ ص ۱۸۲-ج ۶) عطا و بخشش اسہام سے الگ شے ہے۔ ہم کیلئے مزدوری ہے کہ جنگ میں شرکت کی جائے اور اس کے خدمات کو برداشت کی جائے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے گرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک ان کی کوئی قدر و منزلت نہ رہی اور آپ نے اصحاب کے دُریان ان کو وہی مقام دیا جس کے وہ حقدار تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ابان سے انکی سخت اور ذلت آمیز گفتگو پر باز پرس نہیں کی۔ حالانکہ جب کوئی صحابی کسی کے راکتہ توہین آمیز سلوک کرتا تو آپ شدت کے ساتھ غضبناک ہوتے جیسے خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف کے سلسلے میں برعکس ان دونوں کے غضبناک ہونے جس وقت خالد بن ولید کسی غزوہ میں عبدالرحمن بن عوف سے اپنی گفتگو کے دوران سخت کلامی کی اور یہ بات گوش ہمایون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نصیحتاً ارشاد فرمایا میرے اصحاب کو دشنام نہ دو..... لیکن ابان اور ابوہریرہ کے سلسلے میں آپ نے خاموشی اختیار کی اور ابان کو کچھ نہ کہا بس فقط انہیں بیٹھنے کے لئے فرمایا اور ساتھ ہی ابوہریرہ کو اس مال میں حصہ دار نہیں بنایا اور خاموشی اختیار فرما کر آپ نے انہیں حسرت اور عیض و غضب کے عالم میں چھوڑ دیا۔ گویا اس طرح آپ ابان کی تائید فرما رہے تھے۔ ابوہریرہ اس دن مہمان کی حیثیت سے تھے اور یہ ایک عام بات ہے کہ مہمان محترم ہوتا ہے جس کی بنا پر اس کی عزت و کرم ضروری ہے ولویہ کہ ایک میٹھی اور اچھی بات ہی کو اس کا ذریعہ کیوں نہ بنایا جائے مگر ابوہریرہ کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلوک اس کے برعکس تھا جس کے نتیجے میں آخر کار انہیں تمام صحابہ کے سامنے خفت و سوائی اٹھانی پڑی کیونکہ اگرچہ وہ مہمان اور تازہ وارد تھے مگر کسی طرح بھی مستحق تعظیم و تکریم نہ تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابوہریرہؓ کی مصاحبت کا سبب

ابوہریرہؓ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصاحبت کے سبب کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اپنے ان تعلقات کی استواری سے جربۂ طور پر دلیری کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے باقی تمام اسلام لانے والوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ وہ دوستی اور نجات کی خاطر پیغمبرؐ کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کر رہے ہیں بلکہ یہ کہا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیٹ کی

خاطر یاری کا نٹھ رہے ہیں۔ جیسا کہ احمد، امام بخاری اور حضرت مسلم بن حجاج نے زہری کے ذریعے عبدالرحمن بن العرج سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

”میں ایک مفلس آدمی تھا اور میں نے اپنے پیٹ کی خاطر پیغمبر اکرمؐ سے وابستگی اختیار کی۔“ اور ایک دوسری روایت میں ”شعب بطنی اور کشمہینی کی روایت میں شعب بطنی کے الفاظ آئے ہیں مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ میں ایک مفلس آدمی تھا اور اپنی بھوک مٹا کر پیغمبرؐ کی خدمت کیا کرتا تھا۔“ مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ میں اپنی بھوک مٹانے کی خاطر پیغمبرؐ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ابن حجر عسقلانی نے شرح احادیث بخاری میں لفظ ”شعب“ اور ”شعب“ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان دونوں کے معانی میں فرق ہے حرف ”با“ کے ساتھ آنے والے لفظ کے معنی معاوضہ و مبادلہ ہے مگر لام کے ساتھ استعمال ہونے والا لفظ مطلق طور پر معاوضہ کے مفہوم میں نہیں آتا مگر اس کی نفی بھی نہیں کرتا۔ اس صورت میں ”شعب“ بطنی سے مراد یہ ہوگی: تنہا اپنی بھوک مٹانے کی خاطر اور اسی طرح ابن حجر نے لفظ ”شعب“ پر آنے والی روایت کی شرح میں لکھا ہے ”شعب“ لام تعطیل کے ساتھ بیشتر روایتوں میں آیا ہے اور صحیح بخاری کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی لام ہی کے ساتھ لکھا گیا ہے،

یہ ہیں وہ باتیں جو ابوہریرہ نے خود اپنے لئے کہی ہیں اور ہم نے اس کو بالکل اسی طرح ظاہری صورت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مگر اس کے علاوہ ان کے دل میں اور کیا تھا یہ ایک علیحدہ امر ہے۔ جسے واقف امرار، خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

۱۔ فتح الباری۔ ص ۲۷۱ اور ۲۷۲۔ ج ۱۳

۲۔ فتح الباری۔ ص ۶۱۔ ج

۳۔ فتح الباری۔ ص ۱۸۳۔ ج ۱

ابوہریرہؓ کی زندگی

بعد از اسلام

خیبر کی فتح کے بعد جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ابوہریرہؓ بھی دوسروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے۔ اس وقت خیال تھا کہ ابوہریرہؓ بھی اوروں کی طرح تلاش معاش میں جستجو کرتے یا تجارت و زراعت میں سے کسی ایک کے درپے ہوتے تاکہ زندگی کی راہیں آبر و مندانہ طریقے سے طے کرتے۔ مگر انہوں نے کام کرنے سے پہلو ہتی کی اور ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس کے راہی ہر طرح کی سعی و کوشش سے آزاد ہیں اور ہمیشہ صدقات اور نیکو کار لوگوں کے اموال سے اپنی جھولی بھرتے رہتے ہیں۔ وہی صدقات جس کے لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ مال و متاع کا میل ہے اس طرح ابوہریرہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے ان کی طرح سستی اور کاہلی کو سرنامہ حیات بنایا تھا گدی نشینوں اور خانقاہی مکینوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے اور اگر ابوہریرہؓ ایک ایسے کام کو منظور نظر بناتے جو مردوں اور ان افراد کے شایان شان ہوتی ہے جو اپنی شرافت کی حفاظت کے درپے ہوتے ہیں یا اسی حدیث کی پیروی کرتے جس کو انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص بندھی ہوئی لکڑیوں کی گٹھڑی کو اپنی پشت پر لاؤ کر مارا مارا پھرے بہتر ہے اس سے کہ کسی دولت مند کے آگے دست نیاز داکرے خواہ وہ سرمایہ دار اپنی دولت سے اسے کچھ دے یا نہ دے۔“

۱۔ بخاری، مسلم اور نسائی سبھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے؛

اگر ابوہریرہ اس روش کو اپناتے تو یقیناً زیادہ شرافت مند زندگی کے حامل ہوتے مگر انہوں نے راہ سوال اختیار کیا جس سے کبھی وہ پاتے اور کبھی محروم رہ جاتے۔ جیسا کہ انہوں نے بارہا اس بات کی تصریح کی ہے جس کو ہم آگے بیان کریں گے۔ ان مطالب کو پڑھ کر ابوہریرہ اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان فرق بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ جن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مالدار شخص سعید بن ربیع کا بھائی قرار دیا تھا اور جب سعید نے عبدالرحمن سے کہا کہ میں اپنے مال کا آدھا حصہ تم کو دیتا ہوں اور تمہارے لئے موزوں رشتہ تلاش کرتا ہوں تو عبدالرحمن نے ان کے جواب میں کہا کہ خدا تمہارے اہل و مال میں برکت دے مجھے بازار کا راستہ بتا دو، اس صورت سے اگر کوئی شخص ابوہریرہ کی اس خستہ حال زندگی کا جس کی انہوں نے خود تصریح کی ہے۔ مطالعہ کرے تو دیکھے گا کہ مدینہ میں قیام کے دوران انکی زندگی کتنی تلخ اور دردناک تھی یہاں تک کہ مغلی اور بھوک نے انھیں صرع کا شکار بنا دیا تھا اور یہی صرع کا اثر تھا۔ جس کو بعض افراد نے ان کے حق میں جنون سے تعبیر کیا ہے۔

صفہ میں

ابو ہریرہؓ کی سکونت

لیکن جس جگہ ابو ہریرہؓ نے پناہ لی اور اسے اپنا مسکن ٹھہرایا وہ ”صفہ“ کا مقام تھا۔ جیسا کہ ابو نعیمؒ نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہؓ اہل صفہ کے معروف ترین اشخاص میں سے تھے۔ انہوں نے کبھی اس جگہ سے کوچ نہیں کیا۔ وہ درحقیقت اس جگہ بنے والوں میں سب پر سبقت رکھتے تھے، خود ان

۱۔ ”صفہ“ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمالی حصہ میں ایک مستطیل جگہ تھی جس کے رہنے والے تاریخ ابو الفدا کے مطابق گھربار اور خاندانی جھیلوں سے آزاد تھے۔ اسی لئے انہوں نے مسجد کے زیر سایہ پناہ لی اور صفہ کو اپنا ٹھکانا بنایا جس کی بنیاد پر اسی نام سے منسوب ہوئے۔ شام کے شام پیئیر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماحضر تبادل فرماتے تو ان میں سے کچھ افراد کو پاس بلا کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے اور باقی کو اصحاب میں بانٹ دیتے تاکہ وہ ان کی تواضع کریں اصحاب صفہ بے گروہ میں شادی بیاہ، سفر یا پھر کسی ذمہ داری کو قبول کرنے کے سبب ہمیشہ کی بیشی ہوا کرتی تھی مگر ان تمام افراد میں ابو ہریرہؓ ہی ایک ایسی شخصیت تھے جنہوں نے کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی یہاں تک کہ وہ بحرین منتقل ہو گئے جس کا بیان آگے آئے گا۔

۲۔ فتح البکری - ص ۳۷۶ - ج ۱

کا کہنا ہے کہ: میں اہل صفہ سے تھا۔ اور جب رات کی سیاہی پھلانے لگتی تو پیغمبر خدا ہمارے پاس آتے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ ہم میں سے ایک یا زیادہ افراد کو صرف طعام کیلئے اپنے ساتھ لے جائیں۔ انہوں نے نیز یہ بھی کہا ہے کہ ”میں نے اصحاب صفہ کے ستر افراد کی یہ حالت دیکھی ہے کہ ان کے پاس پنہنے کیلئے درست کپڑے تک نہیں تھے۔ کچھ لوگ پرانی اور کچھ ایسی پھٹی ہوئی پوشاک پہن کر گزارہ کر رہے تھے جو فقط گلے کے ساتھ بدن پر لٹکی ہوئی تھی وہ بھی اس طرح کہ کسی کے پاؤں نمایاں تھے اور کسی کی نصف ٹانگیں۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے جن کے ٹخنوں کو پوشاک نے ڈھانک رکھا تھا۔ تاہم ان سب میں ایک بات مشترک تھی اور وہ یہ کہ ان سب کو اپنی پوشاک سمیٹنی پڑتی تھی تاکہ ان کی شرمگاہیں کھل نہ جائیں۔ واٹھ بن اسقح تھے اسکا مزید ذکر کیا ہے کہ: میں اصحاب صفہ میں سے تھا اور ہم میں سے کسی کے پاس بھی ڈھنگ کے کپڑے نہیں تھے جس کے سبب پسینے اور غبار نے ہمارے بدن پر گھر کر لیا تھا۔

صفہ میں ابوہریرہ کی بسر اوقات

صفہ میں ابوہریرہ کی بسر اوقات کے بارے میں اس بحث کو ہم خود ان پر چھوڑتے ہیں تاکہ ان کی زبان سے یہ واقعات ہمارے سامنے آئیں پھر ہم اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ بھی نہیں چاہتے۔ تاکہ اہل شورش اور جمہور پذیر افکار طعن ابوہریرہ کے جرم میں ہمیں مورد الزام ٹھہرائیں۔

ابوہریرہ کہ متعلقہ ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں ان ہی

سے نقل کیا ہے کہ کثیر التعلیٰ اہل صفہ سے تھا۔ ایک دن روزہ کی حالت میں گزارا شام ہوئی بھوک سے میرا برا حال تھا ایسے میں قضا حاجت کے لئے صفہ سے کچھ دور نکل گیا۔ جب واپس لوٹا تو اغیار قریش کا لایا ہوا کھانا ختم ہو چکا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب کہاں جاؤں اور کیا کروں کہ ایسے میں کسی نے کہا عمر بن خطابؓ کے پاس جاؤ، میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس وقت پہنچا جب وہ نماز سے فارغ ہو کر تسبیح میں مشغول تھے میں نے توقف کیا۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف جانے لگے تو میں نے ان کے قریب جا کر کہا کیا آپ میری قرأت سنا پند فرمائیں گے۔ درآں حالیکہ مجھے ان سے کھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے آل عمران کی چند آیتوں کو سنا اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ میں باہران کا انتظار کرتا رہا۔ جب انتظار نے کچھ طوالت اختیار کی تو میں نے دل میں سوچا کہ شاید کپڑے بدلنے میں دیر لگ گئی ہو ابھی کھانا بیکر آتے ہی ہوں گے۔ مگر جب کافی انتظار کے بعد بھی وہ لوٹ کر نہ آئے تو میں بالکل ہی مایوس ہو گیا۔ اور بخاری نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: خدا ہی وحدہ لا شریک کی قسم بھوک کی وجہ سے کبھی میرا یہ حال ہوتا تھا کہ میں اپنے جگر کو زمین سے رگادیا کرتا تھا اور کبھی شدت گرسنگی سے اپنے پیٹ پر پیچھ باندھ لیا کرتا تھا۔ اسی کیفیت کو لئے ہوئے ایک دن میں مسجد سے نکلنے والوں کی راہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایسے میں حضرت ابو بکرؓ کا گذر ہوا، میں نے بڑھکر ان سے کلام اللہ کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔ میرے سوال کا مقصد بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ (مجھے سیر کیا جائے) لیکن حضرت ابو بکرؓ گذر گئے اور انہوں نے کچھ نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے میں نے پھر کلام اللہ کی ایک آیت کے بارے

۱۔ فتح الباری۔ ص ۲۳۶ اور ۲۷۳ ج ۱۱

۲۔ سیر اعلام النبلاء۔ ص ۲۷ ج ۲

میں ان سے سوال کیا۔ میرے سوال کا مقصد سب سے اس کے کچھ نہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا..... الخ۔ بخاری ہی نے ایک اور روایت میں ان سے نقل کیا ہے کہ میں شدید فَلَاکت میں گرفتار تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور استفادہ کی خاطر کلام اللہ کی ایک آیت کے بارے میں ان سے سوال کیا۔ حضرت عمرؓ نے گھر پہنچ کر میرے لئے دروازہ کھولا میں دروازہ سے چند ہی قدم گیا ہوں گا کہ شدت بھوک سے ان پر گر پڑا، بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کا کہنا ہے: کبھی یہ دیکھنے میں آتا تھا کہ میں نبی رسول اللہؐ اور حجرہ عائشہ کے درمیان منہ کے بل پڑا ہوں اور وہاں سے گزرنے والے عابریں میرے سر و گردن کو کھنڈل رہے ہیں اور مجھے دیوانگی کی حالت میں بچھ رہے ہیں۔ درآں حالیکہ میں دیوانہ نہیں تھا بلکہ بھوک تھی جس نے میرا یہ حال بنا رکھا تھا۔ صفحہ میں ابوہریرہ کی زندگی سے متعلق اس طرح کی باتیں کثرت کے ساتھ ملتی ہیں مگر ہم نے انہیں چند روایات پر اکتفا کیا ہے۔ ہمارا مقصد ان روایات سے ابوہریرہ کی عیب جوئی اور ان کی فَلَاکت کا مذاق اڑانا نہیں ہے۔ کیوں کہ فقر و افلاس عیب و ننگ نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد ان کی تاریخ حیات کے ایک حصہ کو پیش کرنا ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔

ابوہریرہ اور حضوت جعفر بن ابی طالب

ایسے موقع پر ابوہریرہ کی دستگیری کرنے والی شخصیت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تھی جب وہ لوگوں سے کھانے کی درخواست کرتے اور ان کی یہ درخواست کبھی قبول اور کبھی رد کر دی جاتی جیسا کہ بخاری نے خود ان سے نقل کیا ہے۔۔۔!

۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کو نقرار اور ساکین سے محبت تھی آپ ان کے ساتھ نیکی سے پیش آتے اسی سبب پیغمبر اکرم (ص) نے آپ کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی۔ ابو ظفر الصقلی کی کتاب "ابناء نجباء الالباء" میں مذکور ہے کہ: ایک دن ابوسفیان بن حرب اپنی لڑکی ام حبیبہ کے گھر آیا جو پیغمبر اکرم (ص) کی شریک حیات تھیں۔ اس نے وہاں جعفر بن ابی طالب کو دیکھا جو ابھی بچے ہی تھے اس کے بعد اپنی لڑکی سے غیظ ہو کر پوچھا ام حبیبہ یہ کون بچہ ہے جس کے چہرے سے کرم و شرف و حیاء کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ ام حبیبہ نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ ابوسفیان نے کہا: شامل سے ملوم ہوتا ہے کہ ہاشمی ہے۔ ام حبیبہ نے کہا: ہاں درست ہے؟ ستر کس خاندان کا فرد ہے؟ ابوسفیان نے کچھ تامل کے بعد کہا: اگر ابی طالب کا فرزند نہ ہو تو مجھے بطحا کے سچوں میں شمار نہ کرنا۔ ام حبیبہ نے کہا بالکل درست ہے۔ ابی طالب کا بیٹا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: وہ شخص کبھی نہیں مر سکتا جس نے اس شان کا بیٹا اپنے پیچھے چھوڑا ہو۔

۲۔ منتہی البکاری۔ ص ۶۱ اور ۶۲۔ ج ۷

اکثر ایسا ہوتا کہ میں — لوگوں سے قرآن کی کسی آیت کے بارے میں پوچھتا تاکہ اس ذریعے سے لوگ میری طرف متوجہ ہوں اور نتیجتاً مجھے اپنے ساتھ کھانے پر مدعو کریں۔ ان تمام افراد میں سب سے زیادہ غریب پرور، مسکین دوست اور خیر خواہ ترین شخصیت حضرت جعفر بن ابی طالب کی تھی جنہیں ہمیشہ میرا خیال رہتا تھا اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ ہماری خاطر داری میں صرف کر دیتے تھے۔ اسی طرح ترمذی نے ان سے نقل کیا ہے کہ: ”میں جب کبھی حضرت جعفر سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتا تو آپ کوئی جواب نہیں دیتے یہاں تک کہ گھر پہنچ جاتے شاید اسی لئے حضرت جعفر ابوہریرہ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ افضل تھے اور آپ کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور دیگر تمام اصحاب پر ترجیح دیتے تھے، چنانچہ ترمذی اور حاکم نے اسناد صحیح کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نے پاؤش نہیں پہنی اور پشت زین پر سوار نہ ہوا اور قدم زمین پر نہیں رکھے، اس کیفیت کے ساتھ کہ وہ فضیلت میں جعفر بن ابی طالب سے بڑھ کر ہو۔ اسی روایت کو کتاب سیر اعلام النبلاء نے بھی نقل کیا ہے۔“

یہ بھی مدینہ میں اصحاب صفہ کے سرگرم وہ ابوہریرہ کی داستان حیات۔ اس کے علاوہ ان کی اور کوئی شخصیت نہیں تھی کیونکہ وہ کوئی ایسا کام ہی انجام نہیں دیتے تھے جو قابل ذکر ہو بجز اس کے کہ سڑک اور مسجد کے دروازہ پر لوگوں کا راستہ رک

لے کہ یہ ان کی عادت تھی۔

۲۔ شاید حضرت جعفر بن ابی طالب ابوہریرہ کے اس قسم کے سوالات کو اچھی طرح سمجھتے تھے جیسا کہ گھر پہنچنے سے پیشتر ان کا جواب نہیں دیتے تھے۔

۱۵۸-ج ۱

کرکھڑے ہو جائیں اور زبان کو طلب پر آمادہ کر کے ان کی بخشش قبول کریں۔ کوئی
 کچھ دے اور کوئی کتر کر نکل جائے۔ علاوہ ازیں منقول ہے کہ ایک مرتبہ اپنی کم ہمتی
 کے باوجود انہوں نے یہ طے کیا کہ شریک جنگ ہو کر اپنے آپ کو سرفروشی مجاہدوں کی
 صف میں شامل کریں لہذا غزوہ موتہ میں دوسرے مجاہدوں کے ہمراہ غزویہ گئے
 لیکن جس وقت تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی تابش کو دیکھا تو طبع ان پر
 غالب آئی۔ خوف و دہشت سے ان کا بدن کانپنے لگا اور میدان جنگ سے بھاگ
 نکلے اور جب ان کو اس عمل پر سزائے کی گئی تو انہیں اپنے دفاع کے لئے کوئی
 جواب نہ مل سکا۔

ابوہریرہ کی شکم پروری

jabir.abbas@yahoo.com

ابوہریرہ کی شخصیت کئی پہلوؤں سے قابلِ بحث ہے ان میں سے ایک پہلو شکم پروری اور کھانوں سے ان کی شدید رغبت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ شکم پرستی ان کی زندگی میں بڑی شدت کے ساتھ اثر انداز ہوئی ہے اور یہ صفت طولِ حیات میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہی ہے حتیٰ کہ روایتِ صحیح کے مطابق جب حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صفین کا مرکز ہوا تو اس میں ابوہریرہ معاویہ کے رنگ کا

زنگ دسترخوان پر کھانا نوش فرماتے اور نماز حضرت علی علیہ السلام کے چھپے
 اوکرتے اور جب لڑائی شدت اختیار کرتی تو وہ اطراف کے پہاڑوں میں
 چھپ جاتے۔ شکم پر وری نے انھیں اس منزل تک پہنچا دیا تھا کہ صفت
 قناعت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے وہ قناعت جو انھیں رسوائیوں سے بچاتی
 اور لوگوں کی بدگوئیوں سے محفوظ رکھتی۔ اسی سبب ہم نے یہ طے کیا کہ ابوہریرہ
 کی اس صفت کو کبھی ضبط تحریر میں لے آئیں تاکہ ان کے بارے میں ہماری تاریخ
 کسی عنوان سے ناقص نہ رہ جائے۔ جو کچھ ابوہریرہ نے اپنے بارے میں نقل کیا
 ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ وہ لوگوں کا راستہ روک کر
 کھڑے ہو جاتے اور ہر خاص و عام کا دروازہ کھٹکھٹاتے تاکہ اپنی بھوک مٹا
 سکیں اور یہی سبب تھا کہ لوگ ان سے گریزاں رہتے تھے۔ ابوہریرہ میں اس
 صفت نے اتنی شہرت اختیار کر لی تھی کہ آخر کار پیغمبر اکرم ﷺ کو ان سے کہنا پڑا
 کہ وہ دیر دیر میں لوگوں سے ملنے جایا کریں۔ جس کی تفصیلات ہم بعد میں بیان
 کریں گے اور یہ شہرت ابوہریرہ کے نام کے ساتھ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ
 ہے۔ اب ہمیں ابوہریرہ کی شکم پر وری اور خاص طور پر مضیرہ سے ان کی
 شدید رغبت کے سلسلے میں علماء اور اہل قلم حضرات کے منقولات کی طرف
 متوجہ ہونا چاہیے۔

شیخ المصیرہ

jabir.abbas@yahoo.com

ابو ہریرہ "شیخ المصیرہ" کے نام سے ملقب تھے۔ مصیرہ ایک خاص قسم کا کھانا تھا جو مداویہ کے رنگا رنگ کھانوں میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ یہ اہل قلم اور اہل سخن و دولوں کا من بھانا کھانا تھا اور اسے دوسرے تمام کھانوں پر فوقیت حاصل تھی۔ اسی لئے بیشتر نوادرات میں اس کا ذکر ملتا ہے اور۔ ابو ہریرہ کی مرعوب غذا ہونے کی حیثیت سے یہ صدیوں بحث و گفتگو کا موضوع

بنارہا۔ اس موضوع پر قلم فرسائی کرنے والوں میں ایک مشہور و معروف شخصیت
 نقشبندی کی ہے جس نے اپنی کتاب "نثار القلوب فی المصنات والمنسوبات" میں
 لکھا ہے کہ شیخ المصیرہ "ابوہریرہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 مصاحبت اور مقام فضل کے باوجود بہت شیخ اور بصیر خور تھے اور کھیر
 اس کیفیت کے ساتھ انھیں علم طب کا بھی دعویٰ تھا وہ کہتے تھے کھجور تلخ
 کو رفع کرتی ہے اور صبح ناشتے میں شہر کا استعمال نالج کے لئے مفید ہے اور بھی
 کھانے سے بچے خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ اور انار مصلح کبد ہے اور کھمش پھول
 کو محکم بناتا ہے اور درد و مرض سستی کو زائل کرتا ہے۔ کرنس مدہ کو تقویت پہنچاتا
 ہے اور کدو عقل میں اضافہ اور جلد کو ملائم کرتا ہے اور یہ کہ بہترین گوشت پٹا،
 شانے اور گردن کی ہڈیوں کے اطراف کا گوشت ہے۔ ابوہریرہ دلیہ اور نالودہ کو
 کبھی ترک نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے یہ دونوں مادہ تولید فرزند ہیں۔ اور پھر
 ناقابل بیان حد تک مضیر کے بھی دلدادہ تھے اور اسے مادیہ کے دسترخوان پر نادل

۱۔ ص ۸۶ اور ۸۷

۲۔ مضیرہ گوشت کو وہی یا پھر دودھ کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے، البتہ دودھ کے ساتھ
 ملا کر پکایا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں دوسرے مصالحات استعمال کئے جلتے ہیں جس
 سے وہ بے آہٹ لذیذ بن جاتا ہے اس کے شد بے میں اتنی لذت ہوتی ہے کہ سبھی اس کو
 پسند کرتے ہیں۔ امام محمد اعبدہ نے شرح مقامات بدیع الزمان حمدانی میں لکھا ہے بلاد
 شام کے بیشتر کھانے جو دودھ کے ساتھ پکائے جلتے ہیں اور انکا شمار مساویہ کے لذیذ ترین
 کھانوں میں ہوتا تھا۔ بیان تک کہ مورد ضرب المثل قرار پایا۔

۳۔ جب ہم طب ابوہریرہ کا بخور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات خاص طور پر نظر آتی ہے
 کہ اس میں بیشتر ایسی خوراک اور ایسے کھانوں کا ذکر ہے جو انتوں کے درد کو زائل کرتی ہیں
 اور جس سے ابوہریرہ کی شکم پرستی کا مداوا ہوتا ہے۔

فرماتے اور جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی (ع) کے پیچھے اس فریضہ کو ادا کرتے اور جب کوئی ان سے اس طرز عمل کے بارے میں پوچھتا تو کہتے: معاویہ کا "مضیرہ" زیادہ مجرب اور علی (ع) کے پیچھے نماز زیادہ افضل ہے۔ اسی وجہ سے ان کو "شیخ المضیرہ" کہا جانے لگا۔ ایک شاعر نے ان کے بارے میں کہا ہے۔

و توئی ابوہریرہ عن نصر علی لیستفید الشریدا
ولعمری ان الشرید کثیر للذی لیس یتخف الہیڈا

یعنی ابوہریرہ نے علی کی یادری سے سرتابی کی تاکہ شرید سے بہرہ ور ہوا اور ہاں اپنی جان کی قسم کہ شرید اس شخص کے لئے زیادہ ہے جسے ہم بھی نصیب نہ ہوتی ہو۔

SABEEL-E-SAKINA

www.ziyrat.net

ذمخشری نے ریح الارباب میں کہا ہے کہ ابوہریرہ کو مضیرہ بے حد پسند تھی اور اسے معاویہ کے دسترخوان پر نوش فرماتے تھے اور جب نماز کی گھڑی آتی تو حضرت علی (ع) کے پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ معاویہ کا مضیرہ زیادہ مجرب و تندر اور علی کے پیچھے نماز زیادہ افضل ہے، اسی لئے ان کا نام شیخ المضیرہ پڑ گیا۔ اور علامہ ذمخشری نے "اساس السلاطین" میں یہ بھی لکھا کہ ابوہریرہ کہتے تھے۔ اگر علی (ع) کے پاس مضیرہ ہوتا تو وہ معاویہ اور اس کے مضیرہ سے بہتر ہوتے۔ اور عمار حبشیؓ کی تالیف "شذرات الذہب فی اخبار من زہب" میں آیا ہے کہ ابوہریرہ نماز حضرت علی کے پیچھے اور کھانا معاویہ کے دسترخوان پر کھاتے تھے اور جنگ سے دامن بچایا کرتے تھے اور کہتے تھے: نماز علیؓ کے پیچھے زیادہ درست اور کھانا معاویہ کے دسترخوان پر زیادہ مجرب اور جنگ سے

۱۔ حبید شاخ و برگ حنظل ہے جس کو دُک ایام محتط میں پسین کر کھا،
کرتے تھے۔

۲۔ ص ۶۴ - ج ۱

دامن بچانا سلامتی سے ہمنکار ہوتا ہے۔ اور اس تذکرے کو برہان حلبی نے "سیرۃ الخلیفہ" میں اور صاحب کتاب "روض الاخیار المنتخب من ربيع الابرار" تالیف محمد بن قاسم بن یعقوب نے طعام اور اس کی مستوں کے باب میں نقل کیا ہے۔ اور بدیع الزماں ہمدانی نے اپنی کتاب مقامات میں "مقامہ المصنیرہ" کے نام سے مصنیرہ کے لئے ایک مخصوص مقام متعین کیا ہے اور اس میں ابوہریرہؓ پر طعنوں کی بوجھاڑ کی ہے اور کہا ہے "عیسیٰ بن ہشام سے منقول ہے کہ میں بصرہ میں تھا۔ میرے ساتھ ابو الفتح اسکندری بھی تھے جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ ہم دونوں ایک سوداگر کے مہان تھے۔ جب ہم اس کے دسترخوان پر حاضر ہوئے تو صاحب خانہ نے مصنیرہ کی ڈش ہمارے سامنے رکھ دی، وہ مصنیرہ جو اپنے برتن میں لوزہ براندام حاضرین کو دعا و سلام بھیج رہا تھا اور سلامتی کی نذیر کے ساتھ معاویہ کی امامت کی گواہی دے رہا تھا۔ ہمارے استاد امام محمد عبدہ رضی اللہ عنہ نے اس عبارت کی تشریح میں لکھا ہے معاویہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کے بعد مدعی خلافت ہوئے ان کی خلافت کو حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے تسلیم نہیں کیا مگر وہ لوگ جو طالبان لذت اور ہوا و ہوس کے پیروکار تھے۔ اور اگر مصنیرہ کا شمار معاویہ کے اعلیٰ ترین کھانوں میں ہوتا تھا تو بلاشبہ یہی اس بات کا سبب بنا کہ اس کے کھانے والے معاویہ کی خلافت کی گواہی دیں اور گواہی کی نسبت مصنیرہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ مصنیرہ ہی اس گواہی کا اصل باعث ہے

یہاں خلافت و امامت ایک ہی معنوں میں آیا ہے۔ بہر صورت یہ مفہور ہی تھا جس نے ابوہریرہ اور ان کے دیگر ساتھیوں کو خلافت معاویہ کی گواہی پر آمادہ کیا۔ اگرچہ ہمارے استاد معظم نے صراحت کے ساتھ ابوہریرہ کا نام نہیں لیا مگر اشارہ و کنایہ میں سب کچھ کہہ گئے۔ اسی طرح مہدانی نے بھی اس کا پورا حق ادا کر دیا اس لئے ہم مفہور کے بارے میں اس بحث کو اسی حد تک چھوڑتے ہیں اور دوسری باتوں کی طرف جاتے ہیں۔ ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ ابوہریرہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: وائے ہو تجھ پر اے پیٹ۔ اگر تجھے بھرتا ہوں تو مجھے تکلیف دیتا ہے اور خالی چھوڑتا ہوں تو مجھے گالیاں دیتا ہے۔ "البدایہ والنہایہ" میں ابن کثیر کی روایت کے مطابق گالیاں دیتا ہے کی بجائے "مجھے رنج پہنچاتا ہے" کی عبارت درج ہے۔ نیز البدایہ میں ان سے روایت ہے کہ فرماتے تھے: "خداوند اچھے تیز ذہن و قوی مدد، اور رب بنور عنایت فرما"۔ یہی بات علامہ زحخشری نے بیج لاہار میں نقل کی ہے۔ مذکورہ روایت کے بعد ہم اس موضوع پر نقل ہونے والی دوسری بے شمار روایتوں سے صرف نظر کرتے ہیں تاکہ فرد پرست اور ظاہر بین افراد کو اس سے زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔

۱۔ ص ۱۰۹

۲۔ ص ۱۱۲۔ ج ۸

۳۔ چونکہ مسترحم کو اس جملے کے اردو ترجمہ پر شرم محسوس ہوئی اس لئے

عربی کی اصل عبارت کو عین نقل کیا ہے۔ (مترجم)

حدیث زرعبا تزووحبا

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہریرہ کی کثرت کے ساتھ مسلمانوں کے گھروں پر آمد و شد اور انکو اس باعث تنگ آتے دیکھا تو آپ نے طے فرمایا کہ انھیں آداب زندگی کا درس سکھائیں شائد اس طرح وہ عالم قناعت میں قدم رکھ کر اپنے مرتبہ کا تحفظ کریں۔ بول بھی سرور کائنات (ص) اپنے اصحاب کھیلے بہترین مسلم اخلاق تھے اور ہمیشہ ادب و حکمت کے ساتھ ان کی پرورش کیا کرتے تھے اور اپنی مخصوص اور مکمل روش کے ساتھ آداب و مکارم اخلاق کے پودے کو انہیں نشو و نما دیتے تھے ایسی صورت میں کسی طرح بھی یہ درست نہیں تھا کہ ابوہریرہ جیسے انسان کو جو برخلاف مراسم آداب و اخلاق ہر گھر پر جا کر مزاحمت ایجاد کرتے اور لوگوں کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور اپنی حکیمانہ تادیب و تربیت کے ساتھ ان کی تربیت نہ کریں۔ اسی لئے ایک دن آپ نے ابوہریرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ابوہریرہ کل کہاں تھے؟ ابوہریرہ نے جواب دیا: اپنے عزیزوں کے گھر تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ وقف وقفہ سے لوگوں کے گھر جایا کرو تا کہ تمہاری ساکھ برقرار رہے!

انصراخاک ظالما او مظلوما

ہم ان دو حدیثوں "زرغبا تزررجبا" اور "انصراخاک ظالما او مظلوما" کے مفہام کو مجلہ "الرسالہ" میں نشر کر چکے ہیں۔ بہاری بحث سے متعلق اس کے ایک حصہ کو ہم دوبارہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ انصراخاک ظالما او مظلوما" کا جملہ لوگوں کے درمیان ایام جاہلیت میں رائج تھا۔ اسلام نے اس کلام کے مفہوم کو نسخ کر دیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنے عادلانہ مبادیات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اس کی تفسیر کی جیسا کہ
مفضل جنبی نے اپنی کتاب ”الفاخر“ میں لکھا ہے: پہلا شخص جس کی زبان پر
”انصر خاک ظالما و منطلوما“ کا جملہ آیا وہ جنذب بن عنبر بن عمرو بن تميم
تھا اور اس سے اس کی مراد وہی ظاہری عبارت اور حقیقتاً حمیتِ جاہلی کی
پیروی تھی جس کے لوگ عادی تھے اور اس ضمن میں ایامِ جاہلیت کے ایک
شاعر نے کہا ہے۔

اذا انال منصر ارجی و هو ظالم
على القوم لم انصر ارجی و هو یظلم
”اگر میں ستم کاری کے موقع پر اپنے بھائی کی مدد نہ کروں تو گویا
میں نے مظلومیت میں اس کی حمایت نہیں کی ہے۔“
اس بنا پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی موقع کی مناسبت
سے ضرورتاً اپنی گفتگو کے دوران امثال عرب سے کچھ فرماتے تو راویانِ
حدیث اس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام گردانتے
اور لوگ اس کلام کو حدیث سمجھنے لگتے حالانکہ اصل بات وہی تھی جو ہم کہہ
چکے ہیں۔ اسی گفتگو میں حدیث ”زرعنا“ تزرعنا“ ہے۔ رجالِ حدیث
نے اس کو پیغمبر اکرم ہی سے منسوب کر کے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے سب سے
پہلے جس نے یہ بات اپنی زبان پر جاری کی وہ معاذ بن حزم الخزاعی تھا۔ ابوحیان
توحید نے بھی اپنی کتاب ”الصدقة والصدیق“ میں اس جملہ کا اضاہ کیا
ہے کہ: ابوہریرہ نے کہا ”زرعنا“ تزرعنا“ کا جملہ ہمیشہ لسانِ عرب میں
راجح تھا۔ یہاں تک کہ میں نے پیغمبر اکرم (ص) سے اس حدیث کو اپنے بارے میں
سنا۔ اور عسجدی نے کہا ہے کہ اس کلام کو عمومیت حاصل نہیں ہے بلکہ ایسے
مقام پر بولا جاتا ہے جہاں ملاقاتی کو اس کا حق پہنچتا ہو۔ اسی لئے پیغمبر
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو حضرت ابو بکرؓ حضرت

علی بن ابی طالب علیہ السلام یا ان کے مانند کسی دوسرے صحابی سے نہیں کہا کر
چونکہ ابوہریرہ اس کے حقدار تھے اس لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے یہ بات ان سے کہی اور اس کا سبب وہی ناپسندیدہ روش تھی جس کو ابوہریرہ اپنے لئے
ہوئے تھے اور جسے اس گفتگو کے بعد ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ ناپسندیدہ روش جسکی
خاطر وہ ہمیشہ در در گھوما کرتے اور آخر کار کہیں کسی کے لطف و کرم کا سبب بنتے
اور کہیں کوئی ان سے دوری اختیار کرتا اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
و مسلم نے چاہا کہ اس طرح ابوہریرہ کو ادب و دیار کا درس سکھائیں اس رو سے
آپ نے زرغبانہ زرغبانہ والی عربی مثل کو ان کے لئے بیان فرمایا۔ اور پے در
پے دیار کے بارے میں شاعر نے کہا ہے :

اذا شئت ان تقلى ونزرتوا

وال شئت ان تنزرا رجا فر زعنا

اگر لوگوں کا غصہ اور ان کی ناراضگی چاہتے ہو تو پے در پے ان سے ملنے
جایا کرو اور اگر ان کے محبوب بننا چاہتے ہو تو وقفہ وقفہ کے ساتھ ان سے
ملاقات کرو۔

اس بحث کے اختتام پر ہم اس حدیث کو نقل کرتے ہیں جسے مسلم نے ابوہریرہ
سے روایت کی ہے کیونکہ اس حدیث کا ہمارے موضوع بحث سے گہرا تعلق ہے اور
وہ حدیث یہ ہے: ”بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے اس لئے کہ جو کوئی اس
میں شریک ہو تک ہے (یعنی بن بلائے) اس سے محروم ہوتا ہے اور جو اس
سے امتناع کرتا ہے اسے اس کی دعوت دینا چاہیے۔ اور جو کسی کی دعوت
قبول نہ کرے گویا اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اس
طرح ابوہریرہ کھانے کے بارے میں اپنا خود ساختہ قانون اور شریعت یکمطابق
فیصلہ کر رہے ہیں۔

ابوہریرہؓ کی شوخیان

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت شوخ طبع واقع ہوئے تھے انہوں نے لوگوں کے ساتھ ہر وقت آنے جانے کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ اور عجیب طرح کی باتوں اور شوخیوں سے ان کا دل بہلایا کرتے تھے تاکہ اس طرح وہ لوگوں کی توجہ اور ان کی دلچسپی کو زیادہ بہتر طریقہ سے اپنی طرف منقطف کریں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے جو سب سے زیادہ ابوہریرہؓ کے حالات کی واقف

کا رقیب حدیث ”مہراش میں کہا ہے کہ: ابوہریرہ بے انتہا یا وہ گویا شخص تھے“ ذیل میں ہم انکی یا وہ گوئی کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

ابو رافع نے روایت کی ہے کہ: کبھی ایسا ہوتا تھا کہ مروان بن حکم، ابوہریرہ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑتے۔ ابوہریرہ گدھے پر کاکھی جمائے گردن میں لٹکے ہوئے لیف خرما کے حلقے کے ساتھ اس پر سیر کو نکلتے اور جب کسی کے سامنے پہنچتے تو آواز دیتے: ”راستہ دو امیر آ رہا ہے“ اور اکثر ایسا ہوتا کہ رات کو کھر سے نکل کر گلی میں کھینے والے بچوں میں شامل ہو جاتے اور ہنگامہ آرائی کرتے، بچہ یہ دیکھ کر ان کے پاس سے فرار ہو جاتے۔ ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ: گویا ابوہریرہ ایک دیوانہ تھے۔ جب بچوں کو ہنسنا چاہتے تھے۔ بچے بھی انھیں چھوڑ کر اطراف کی گلیوں میں بھاگ جاتے اور ہر طرف سے ہنسنے کی صدائیں بلند ہوتیں اور ثعلب بن ابی مالک القسطلی نے نقل کیا ہے کہ: ایک دن ابوہریرہ لکڑیوں کی گٹھری بغل میں والے بازار سے گزر رہے تھے۔ اس وقت وہ مروان کے حاشین تھے۔ مجھے دیکھا تو کہنے لگے: امیر کیلئے راستہ چھوڑ دو! میں نے ان سے کہا: اے سپہر ابو مالک یہ راستہ تمہارے لئے کافی ہے۔ انہوں نے دوبارہ کہا: امیر کے لئے راستہ

۱۔ حدیث مہراش کا داقو یوں ہے کہ ابوہریرہ نے پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت کی کہ اپنے فرمایا ”تو کہ اٹھنے کے بعد تم میں سے کوئی پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیوں کہ اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رنجاست و طہارت کے اعتبار سے کس عالم میں ہے“ اور جب حضرت عائشہ اور ابن عباس نے اس حدیث کو سنا تو انہوں نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا یہ ہم کس طرح بغیر ہاتھ ڈالے ہوئے آب مہرزی سے (سنگین پیالہ جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ منتقی الاداب) وضو کر سکتے ہیں۔ ۲۔ کتاب الاحکام فی اصول حکام، تالیف آمدی۔ ص ۱۰۶۔ ج ۲

۳۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ، ص ۱۲۱ اور کتاب سیر اعلام النبلاء۔ ص ۴۴۱ اور ۴۴۲

۴۔ کتاب البدایہ والنہایہ۔ ص ۱۱۳۔ ج ۸

۵۔ کتاب سیر اعلام النبلاء۔ ص ۴۴۲۔ ج ۲

چھوڑ دو کہ وہ لکڑیاں لادے جا رہا ہے۔
ابو ہریرہؓ کو مدینہ میں مروان کی جانشینی اس وقت نصیب ہوئی جب
وہ معاویہ سے منسلک ہوئے اور ان کے دوستوں میں ان کا شمار ہونے لگا جیسا
کہ اپنے مقام پر اس کا ذکر آئے گا۔

تبعہ صحابہ کرام

jabir.abbas@yahoo.com

یہ اسلافی جملہ علیہ ابو نعیم سے نقل ہوا ہے۔

البوہریہ بحرین میں اور انکی پیغمبر اکرم کے ساتھ مصاحبت

jabir.abbas@yahoo.com

اس سے پہلے ہم البوہریہ کی طرز زندگی اور اہل صفہ کے درمیان ان کی
شہرت کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ اب ہم مدینہ سے باہر انکی
شرح زندگی کو اجاگر کرنے کے لئے اس داستان کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ
مطالب کماحقہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و مسلسل رہیں۔ البوہریہ نے
جیسا کہ خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔ ایک مدت تک صفہ میں زندگی بسر

کی اور مسلسل تکالیف برداشت کیں۔ اس مدت کی ابتداء صفر سنہ ۵ ہجری یعنی جس مہینے خیبر کا معرکہ سر ہوا ہے شروع اور ذیقعدہ سنہ ۸ ہجری کو ختم ہوا ہے جس کے بعد وہ بحرین منتقل ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ابوہریرہ فقط ایک سال اور نو مہینے مدینہ میں توقف کرتے ہیں نہ یہ کہ آخر قیامت تک سرور کائنات کی مصاحبت میں رہے۔ جیسا کہ جمہور مسلمین کا خیال ہے۔ گویا اس طرح انہوں نے تین سال بقولے چار سال مدینہ میں گزارے۔ اب ہم انہی بحرین مہاجرت اور وہاں پر اقامت کی داستان کو موثق ترین مصادر اور صحیح ترین اسناد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ پینمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”جبرائیل“ سے واپسی پر اور غنائم حنین کی تقسیم کے بعد علامہ ابن حجر مکی کو بحرین میں ایرانیوں کے عامل منذر بن سادی العبدی کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا۔ منذر نے اسلام قبول کیا۔ جزیہ کے ذریعہ علماء سے سمجھوتہ کر لیا۔ علماء ابن حجر مکی کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ اس بحث میں ہم کتب ذیل سے رجوع کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، سیرۃ ابن ہشام، الاستیعاب، التلیف حافظ مغرب ابن عبدالبر، ابن خلدون، اسد الغابہ، اعلام النبلاء، تاریخ کبیر ذہبی، البدایہ والنہایہ، التلیف ابن کثیر، معجم البلدان، فتح الباری اور الاصابہ ابن حجر عسقلانی۔

۲۔ ”جبرائیل“ طائف اور مکہ کے درمیان ایک دریا ہے مگر مکہ سے زیادہ قریب ہے اس پانی کے کنارے پینمبر اکرمؐ نے حنین کے غنائم کو ذیقعدہ، سنہ ۸ ہجری میں تقسیم فرمایا تھا۔

۳۔ بحرین، بصرہ اور عمان کے درمیان عراق کا مشہور و معروف شہر ہے اور اسلامی فتوحات سے پہلے عبدالقیس، بکر بن وائل، اور تیمم کے قبائل کے بہت سے لوگ حکومت ایران کی حمایت کے تحت اس علاقے میں بسر اوقات کرتے ہیں، آج کل یہ ایک مستقل حکومت

نے جن افراد کو بحرن بھیجا ان میں ابوہریرہ بھی شامل تھے، جن کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء سے فرمایا تھا: اس کو شش میں رہو کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے۔ اس لئے علماء سے فرمایا، پیغمبر اکرمؐ نے مجھ سے سفارش کی ہے کہ تمہارے ساتھ نیکی کی جائے۔ بتاؤ کس چیز کی ذمہ داری قبول کرنا چاہتے ہو۔ ابوہریرہ نے کہا۔ مجھے اپنا موزن بنالو اور دوسرے یہ کہ "آمین کہنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔" علماء نے ان کی درخواست قبول کی۔ منذر بن سادی نے پیغمبر اکرمؐ

۱۔ اس صحیح خبر کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ابوہریرہ بجز موزنی کوئی اور دینی خدمت انجام دینے سے قاصر تھے اور بخاری نے امام کے آمین بالچہ کہنے کے باب میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ امام سے فرماتے تھے کہ آمین پر درست درازی نہ کرنا اور شرح حافظ بن حجر میں اس حدیث کے متعلق یوں آیا ہے کہ "ابوہریرہ کی مراد یہی کہ نماز میں امام کے ساتھ "آمین" کہیں اور حقیقتاً ابوہریرہ کا مقصد یہ ہے کہ آمین کہنے میں جو ماموم کے وضو میں شامل ہے مجھ سے نہ الجھنا دوسرے طریقہ سے یہی حدیث کی روایت کے مطابق: ابوہریرہ مروان کے لئے اذان دیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ شرائط رکھتے تھے کہ "ضالین" نہ کہنے جب تک یہ نہ جان لے کہ وہ داخل صفت ہو گئے ہیں۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا نماز میں ابوہریرہ اقامہ کہنے کے بعد صفوں کو درست کرنے میں لگ جاتے مگر مروان ان کے ناراض ہونے سے پیشتر ہی نماز شروع کر دیتا جس کی بنا پر ابوہریرہ کو یہ تاکید کرنی پڑی، یہ صورت حال ابوہریرہ کو مروان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ بھی پیش آئی جیسا کہ سعد بن منصور نے محمد بن سیرین کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ ابوہریرہ بحرن میں موزن تھے۔ انہوں نے امام جماعت کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ آمین کہنے میں ان پر سبقت نہ کر جائے اس وقت امام حجر بن عطاء بن حنفی تھے۔ اور عبدالرزاق نے بھی ابوسلمہ کے سلسلے میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ فتح الباری۔ ص ۲۰۸، ۲۰۹-۲۱۰

ن وفات کے بعد اور اہل بحرین کے ارتداد اسلام سے پہلے انتقال کیا جبکہ عدل
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسی طرح بحرین کے بہر
 حقے اور حبيب اہل بحرین بھی پیغمبر اسلام کے انتقال کے بعد دیگر بے شمار
 لوگوں کی طرح تہمد ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے علامہ ابن الحضری کو مسلمانوں کے ایک
 لشکر کے ساتھ تہمدینے سے جنگ کیلئے بھیجا۔ ان کے اور تہمدینے کے درمیان ایک ٹکڑی
 نہر کی رکاوٹ حاصل تھی مسلمانوں نے اسی نہر کو جو کر کیا اور تہمدینے سے سخت مقابلہ
 کر کے ان پر غلبہ حاصل کیا یہ طلاء نے ان سے ذکاۃ وصول کی اس کے بعد وہ شہر ڈالیں
 پہنچے اور اسے بھی فتح کیا۔ اسی طرح وہ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا
 انتقال ہو گیا، طلاء اسی طرح بحرین کے یہر تھے۔ اس کے بعد حضرت عموکو خلافت علی
 علاو کر اب بھی امارت حاصل رہی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ عتیبہ بھی مروان کے پاس
 بایں اور اس کے منصب کو سنبھالیں، طلاء ایک گروہ کے ساتھ اپنی مسئول
 کی طرف روانہ ہوئے جس میں ابو ہریرہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عکرمہؓ کی ماریت
 قدامہ بن مطلقون کے حوالہ کی ہے پھر نہ ۲۰ ہجری میں طہیری کی روایت کے مطابق
 اسے مسزول کر کے اس کی جگہ ابو ہریرہؓ کو جو اس وقت بحرین میں تھے۔ وہاں کی امارت
 سوریہ چونکہ قدامہ بن شریابؓ کی مانتھی اور دوسری طرف طلاء بن الحضری کو
 بحرین کی امارت عیادہ کر دی گئی ہے لکھا ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۱- دارین بحرین کی ایک بندرگاہ ہے۔

۲- عتیبہ بن عتبہؓ وفات اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے اور نیز ان کے امراء میں
 سے تھے جو غزوات میں شریک ہو کر تھے۔ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے شہر
 بصرہ کو بنایا، ڈالیا، عتیبہ کا سن وفات ۱۸ اور بقول بعض ۱۵ ہجری ہے۔

ر صحیح مسلم میں ان سے حدیثیں وارد ہیں۔
 ۳- تدارم بن مطلقون سابقین بدر میں ہیں سے ہیں۔
 ۴-

کے زمانے سے آپ ہی کے زمانے میں ملی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف سے بھی یہ امارت ان کے پاس رہی اور سابقہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ اپنے وطن سے مہاجر تھے اور وہ وقت صفر سنہ ۲ ہجری کا تھا جب آپؐ خلیفہ میں تشریف فرما تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تقسیم غنائم خین کے بعد جعراۃ سے واپسی پر علاء بن الحضرمی کے ساتھ بحرین بھیجا اور یہ وقت ذیقعدہ سنہ ۸ ہجری کا تھا۔ اس رو سے ابو ہریرہؓ کی جوار پیغمبر اکرمؐ میں مدت اقامت صفر سنہ ۲ ہجری سے شروع اور ذیقعدہ سنہ ۸ ہجری کو ختم ہو جاتی ہے اور اب ہم اس مدت کا حساب لگاتے ہیں تو کسی طرح بھی ایک سال نو مہینے سے زیادہ عرصہ نہیں بنتا اور جب ابو ہریرہؓ بحرین گئے تو وہاں ان کا کام جیسا کہ وہ خود چاہتے تھے۔ اذان دینا تھا اور اگر علماء، ابو ہریرہؓ میں دینی امر پر معنی کسی اور کام کی صلاحیت پاتے تو کبھی ان سے یہ نہ پوچھتے کہ تمہیں کیا کام پسند ہے؟ نیز اگر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جانتے کہ ابو ہریرہؓ کام کے آدمی ہیں اور دینی امور میں سے کسی کام کو انجام دے سکتے ہیں تو بلا تیرہ دلیل و اعتبار سے ان کی سفارش کرتے وقت فرماتے: میں ابو ہریرہؓ کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں تاکہ وہ دینی امور سے لوگوں کو آگاہ کریں جیسا کہ معاذ بن جبل، ابن مسعود

۱۔ سیر اعلام النبلاء ذہبی۔ ص ۱۹۱ — ج ۱

طبقات ابن سعد۔ ص ۷۶، ۷۷ — ج ۲ ق ۲ — اس کے علاوہ دیگر بہت سے مؤلف

میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

اور ابو موسیٰ اشعریؓ جیسے دیگر افراد کو جو تمام ابوہریرہؓ کے ہمراہ ایک ہی دلت میں اسلام لائے تھے مختلف خطوں میں بھیجا جاتا تاکہ وہ لوگوں کو امر دین سے آشنا کریں۔ مختصر یہ کہ جن نکات کی ہم نے یاد دہانی کی ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ ابوہریرہؓ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضرات ابو بکر و عمر و عثمانؓ کے زمانوں میں سے کسی بھی زمانے میں کسی دینی مسئلہ سے آگاہ نہ تھے۔ جس کی بنا پر لوگ ان سے بہرہ مند ہوتے اور انشاء اللہ ہم جلد ہی اس موضوع کو دیگر محکم دلائل کے ذریعے ثابت کریں گے۔ ہاں البتہ جس وقت وہ علماء بن الحضری کے ساتھ تھے اس وقت وہ اذان کے فریضہ سے اچھی طرح عہدہ برآ ہوتے اور اس طرح مروان بن حکم کے زمانے تک جو ۴۱ ہجری کے بعد معاویہ کی طرف سے والی مدینہ بنا اس وظیفہ کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے اور یہ اس لئے تھا کہ وہ

۴۔ ابو موسیٰ اشعریؓ فتح خیبر کے موقع پر پیغمبر اکرمؐ کے حضور غریب ہوئے اور تھوڑے بڑے عرصہ میں ختمی مرتبتؑ کے نزدیک اپنا ایک مقام حاصل کر لیا۔ ختمی مرتبتؑ نے انہیں مخالفت یمن پر مامور کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں والی بصرہ مقرر ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے ان کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ اٹھا کر انہیں بصرہ کی ولایت سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ان کی طرف سے والی کو ذبح بنے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں معزول کیا اور اسی وجہ سے وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ کے حق میں کسی بدگویی سے پرہیز نہ کیا اور حکامین کے دن آپ سے منحوت ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں معاویہ کے نزدیک انہیں بلند مرتبہ حاصل ہو گیا۔ ابو موسیٰ کے فرزند ابو بردہ کا کہنا ہے کہ معاویہ کی طرف سے تمام دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے تھے کوئی ایسی خواہش انہیں تھی جس کو معاویہ ان کے لئے بر نہ لاتا اور یہ سب باتیں اس لئے تھیں کہ میرا باپ ان کا دوست تھا۔

ایام جوانی میں ابن عفان اور بسرہ دختر غزو ان کی خدمت گزاری کے موقع پر چڑھی
 کو اچھے انداز میں گایا کرتے تھے۔ مذکورہ مطالب کی بنیاد پر بطور قطع یقین کتاب
 طبقات ابن سعد کے صحت قول کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ
 ابو ہریرہ نے اظہار فتویٰ اور نقل حدیث نہیں کیا مگر قتل حضرت عثمان کے بعد
 اس ضمن میں ابن سعد اور دیگر افراد کے اقوال کو انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان کیا
 جائے گا۔ قابل ذکر امور میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب ابو ہریرہ علاء کے ساتھ
 بحرین میں تھے اور جنگ زدہ وقوع پذیر ہوئی تو اس لڑائی اور علاء کی شہادت نے
 انہیں بری طرح متاثر کیا اور اس بارے میں جن مطالب کو انہوں نے نقل کیا وہ حقیقت
 سے زیادہ خرافات پر مبنی ہے۔ ہم ان کی گفتگو کے ایک حصہ کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ
 اہل مطالعہ روایت اور نقل خبر میں ان کے میزبان تخصص و نبوغ کو اچھی طرح جان
 لیں، ابو ہریرہ نے اس محرم کو اس طرح نقل کیا ہے کہ جب علاء بن الحضرمی چار
 ہزار افراد کے ساتھ عازم بحرین ہوئے تو ان میں سے بھی شامل تھا۔ انہوں نے اپنا سفر
 جاری رکھا یہاں تک کہ ایسے دریا کے کنارے پہنچے کہ جس پر نہ ان سے پہلے کسی نے
 قدم رکھا اور نہ ان کے بعد کوئی رکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد علاء نے گھوڑے کی لگام کو
 مقام اور پانی پر سے روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے ان کا لشکر بھی روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ
 وہ کہتے ہیں: قسم با خدا نہ تو ہم میں سے کسی کا پیہ رگیلا ہوا اور نہ جوتا ہوا
 تک کہ گھوڑوں کے سم بھی خشک رہے، اور دوسری روایت میں یوں فرماتے
 ہیں کہ: میں نے علاء سے ایسی باتیں دیکھیں ہیں جس کے سبب ان
 نے محبت میرے دل میں گھر کر گئے ہے۔ کیونکہ انہوں نے دارین کے
 دل سے دریا کو نوڑ دیکھا اور بحرینے رہسپار ہوئے اس کے بعد ہتھ اندر میں

۱۔ حدیث وہاں ہے جسے ساربان اونٹوں کے لئے گایا کرتے ہیں۔

۲۔ ہنہا و نخبہ میں ایک مقام ہے جہاں پر بنی قسیم آباد ہے۔

اللہ سے پانی مانگا تو پانی زمین سے جوش مارنے لگا اور تمام لشکر سیراب ہو کر اگے بڑھا۔ ایسے میں کسی سپاہی کو اپنی بھولی ہوئی چیز یاد آئی اور جب وہ اسے سینے واپس لوٹا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پانی کا نام نشان بھی نہیں ہے اور یہ کہ جب علماء کا انتقال ہوا تو ان کے غسل کے لئے پانی دستیاب نہ تھا۔ اللہ نے ایک ابر کو ہم پر برسایا اور ہم نے اس کے پانی سے علماء کو غسل دیا۔ اس کے بعد اپنی تلواروں سے قبر کھود کر بغیر لحد تیار کئے انھیں دفن کر دیا۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے علماء کو دفن کر دیا اور ضرورتاً ہمیں ان کی لحد کی ایک اینٹ اٹھانی پڑی تو ہم نے دیکھا علماء قبر میں نہیں ہیں۔ لیکن یہ تمام باتیں جن سے علماء حیران نظر آتے ہیں ان کا قطعی طور پر حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ علماء کا لشکر دارین جاتے ہوئے دریا کی ایک ٹوٹی گزر گاہ سے گزر جس کی طرف کراہ ابکری نے رہنمائی کی تھی اور انہیں اس راہ سے آشنا کیا تھا، اور ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۸ ہجری میں جس دن سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہریرہ کو علماء کے ساتھ بحرین بھیجا وہ اسی طرح وہیں رہے اور یہ بات واضح طور پر خود ان ہی کی اس گفتگو سے مختلف ہے جس میں انہوں نے کہا کہ وہ نویں ہجری میں حج کے موقع پر حضرت ابوہریرہ کے ساتھ تھے، الغرض ہماری یہ بات کہ ابوہریرہ کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدت مصاحبت صفر سنہ ۸ ہجری سے یقیناً سنہ ۸ ہجری تک تھی۔ قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس بحث کے اختتام پر ضروری ہے کہ ہم ایک دلچسپ اور مزیدار موضوع کو جو ہمارا موضوع بحث سے غیر مربوط نہیں ہے نقل کر کے اس باب کو ختم کریں۔

۱۔ اس موضوع کے لئے کتب الاستیعاب ابن البر، الماص، ابن حجر، سیر اعلام النبلاء ذہبی، معجم البلدان اور کتاب عبد اللہ بن سبا تألیف علماء مرقی العسکری جن کا شمار کبار علماء عراق میں ہوتا ہے۔ ص ۱۱۷ سے

ابوہریرہ کا تجاہل عارفانہ

SABEEL-E-SAKINA
www.ziyarat.net

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جس وقت حضرت عمرؓ نے خطابؓ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کی امارت حوالے کی اور قدامہ نے وہاں شراب نوشی کی توقید عبد قیس کے سردار جبارود العبدی نے اس کی خبر حضرت عمرؓ کو دی۔ حضرت عمرؓ نے جبارود سے پوچھا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور بھی اس امر پر گواہی دینے والا ہے تو جبارود نے کہا: بے شک، ابوہریرہؓ، حضرت عمرؓ نے ادا شہادت کے لئے

بحرین سے ابوہریرہ کو طلب کیا۔ ابوہریرہ نے کہا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ قدام نے شراب پی لی ہو۔ مگر یہ دیکھا کہ وہ مستی کے عالم میں تھے اور بار بار تے کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ابوہریرہ میں خوب جانتا ہوں تم بھولے بن رہے ہو اور گواہی سے کترانا چاہتے ہو۔ اس کے بعد ابوہریرہ نے قدام کی بیوی ہند کو جو ولید کی لڑکی تھی بلوا بھیجا اور اس سے شہادت طلب کی۔ ہند نے گواہی دی کہ اس کے شوہر نے شراب پی تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حد جاری کریں تو قدام نے کہا: تم ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ خداوند عزوجل کا فرمان ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا ۝

دوسرہ مادہ۔ آیہ ۹۳ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے قرآن کی نامناسب تفسیر کی ہے آگے کا حصہ بھی پڑھو "إِذَا مَا اتَّقَوْا" ۝ اور اگر تم پر ہینز گارہوتے تو جن چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اس سے اجتناب کرتے اس کے بعد حکم دیا کہ ان کو تازیانے مارے جائیں۔ اور پھر ملپٹ کر ان سے گفتگو کی اور ان کے لئے طلب مغفرت چاہی۔

بدریہ میں سے قدام کے علاوہ کسی اور پر حد شراب خر جاری نہیں ہوئی

۱۔ ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور جو نیک عمل کرتے ہیں انہوں نے جو کچھ کھایا پیا ہو اس کے بارے میں ان پر کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ ترجمہ: اس حال میں کہ وہ ڈرتے رہے۔

۳۔ کتاب الایستعاب۔ ص ۴۵۸ = فتح الباری۔ ص ۲۵۵، ج ۷

قدام بن مطعون، ام المومنین حضرت حفصہؓ اور ابن عمرؓ کے ماموں ہیں انہوں نے حبشہ ہجرت کی اور ان اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور سنہ ۳۶ ہجری میں انتقال کیا۔

ابو ہریرہ کعب الاحبار سے نقل حدیث کرتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

علماء حدیث نے "باب روایت اکابر از اصاغریا صحابہ از تابعین" میں نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن مسعود (عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، اور عبد اللہ بن عمر بن العاص) اور دیگر افراد نے یہودی عالم کعب الاحبار سے نقل روایت کی ہے جس نے راہ فریب سے اظہار اسلام کیا تھا اور اس کا تلب یہودیت کی طرف مائل تھا، جیسا کہ علامہ سیوطی نے اپنی الفیہ میں کہا ہے:

وقدر روی الکبار عن صفار فی السن او فی العلم والمقدار
ومنه اخذ الصحب من اتباع وتابع عن تابع الاتباع
کالجرح عن کعب وکالزہری عن مالک ویحیی الانصاری

”اکابرین میں بہت سوں نے کیا سن اور کیا علم و منزلت کے اعتبار سے اپنے سے کمتر لوگوں کی روایتوں کو اپنا لیا ہے اور اس طرح بہت سے صحابہ نے تابعین اور تبع تابعین سے نقل حدیث کی ہے جیسے عبداللہ بن عباس نے کعب، اور زہری نے مالک اور یحییٰ الانصاری سے روایت کی ہے۔

شارح الفیہ شیخ احمد شاہ رحمہ اللہ نے کہلے صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا اسی طرح ہے جس طرح عبداللہ بن عباس (ابو ہریرہ) اور انہی وغیرہ نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے۔ اسی آخر میں

صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸۔ اس قسم کے ابیات الفیہ عراق میں وارد ہوئے ہیں۔

کتاب فتح المغیث شرح الفیہ المحدث عراقی کے

صفحات ۸۳۲ اور ۸۳۳

۲۔ کعب الاحبار اپنے دور کا سب سے بڑا یہودی پیشوا تھا وہ حضرت عمر کے زمانے میں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ظاہر اسلام لایا، اس نے اپنے ساتھی ذہب بن منہ کے ساتھ جو کچھ چاہا اسلام میں داخل کر دیا، اس کا اہم ترین کام حضرت عمرؓ کے قتل میں اس کی شرکت ہے، حضرت عمرؓ نے کبھی اس سے کہہ دیا تھا کہ اچھی یہودی گری سے باز آجائے اور اس کے بعد اسے دہم کایا بھی کہ اگر نقل حدیث سے اپنی زبان نہ روکی تو مستوجب سزا ہو گئے۔ اور جیسا کہ سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب مراء الزمان میں لکھا ہے کہ جب کعب الاحبار عہد حضرت عمرؓ میں اسلام لایا تو وہ حضرت عمرؓ کے لئے اپنی قدیم کتابوں سے نقل اخبار کیا کرتا تھا اور اکثر ہوتا کہ حضرت عمرؓ اس کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے جس کی بنا پر لوگوں نے بھی اس کی باتیں سننے میں اپنے آپ کو آزاد پایا اور اسکی محنت و قسم سے کوئی سرکار نہ رکھا (تفسیر ابن کثیر ص ۱۷ ج ۴)

دانش کعب الاحبار کی نشر و اشاعت میں ابوہریرہ اور ابن عباس کا بہت بڑا حصہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ ابوہریرہ کعب الاحبار کے فریقہ تھے اور اس پر پھر کلمہ کرتے تھے اور ان سے نقل حدیث کیا کرتے تھے۔ انہوں نے دیگر تمام راویوں میں سب سے زیادہ کعب الاحبار سے روایتوں کو نقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہونے والی تحقیق اور مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ کعب الاحبار نے اپنی ہوشیاری اور چالاک کی کے ساتھ ابوہریرہ کی سادگی پر ایک خاص تسلط حاصل کر لیا تھا تاکہ انہیں اپنے زیر اثر لاکر افسانہ، ادہام اور خرافات میں سے جو بھی چاہے ان کے ذریعے دین اسلام میں داخل کرے اور اتفاقاً ابوہریرہ کو اس فن میں عجیب مہارت حاصل تھی، جیسا کہ زمینی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے اور اعلام النبلاء نے ابوہریرہ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ کعب الاحبار ان کے بارے میں کہتے تھے:

میں ابوہریرہ کے علاوہ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے توریت کو نہ پڑھا ہو مگر اس کے مطالب کو سب سے زیادہ جانتا ہو، یہی نے بھی اپنی کتاب "المدخل" میں بکر بن عبداللہ کے سلسلے سے ابورافع کی زبانی ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ: ابوہریرہ نے ایک دن کعب الاحبار سے ملاقات کی اور ان سے بحث و گفتگو میں مصروف تھے کہ ایسے میں کعب نے کہا: میں نے ابوہریرہ کے علاوہ کوئی آدمی نہیں دیکھا جس نے توریت نہ پڑھی ہو مگر سب سے زیادہ اس کا علم رکھتا ہو ایسی حالت میں ہمیں اس کا ہن کی چالاک اور ہوشمندی کا اندازہ لگانا چاہیے

معاذ اللہ! میں نے اس کے بارے میں کہا ہے ہم کعب سے چھوٹی باتیں سن کرتے تھے، اور جو کوئی اس کا ہن اور دیگر یہودی کا ہن کے بارے میں اطلاع حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ہماری کتاب "اصناء علی السنہ المجدیہ" سے رجوع کرے۔

۱۔ کتاب اعلام النبلاء۔ ص ۴۳۲۔ ج ۲

۲۔ کتاب الاصابہ۔ ص ۲۰۵۔ ج ۵

۳۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض شیوخ دین ہمیشہ اس فریبکار کا ہن کو کبار تابعین میں شمار کرتے ہیں۔

جس نے اپنے مکر کے ساتھ ابو ہریرہ کو اپنے حال میں پھانسی لیا۔ جو تاریخ کی روشنی میں نہایت بے خود اور بے خبر انسان تھے وگرنہ کسی طرح ممکن ہے کہ بقول کعب جسے تورات نہ پڑھی ہو اور لغت عبری سے ناواقف ہو بلکہ بنیادی طور پر ناخواندہ ہو جسے لکھنا پڑھنا بھی نہ آتا ہو اور عربی لغت سے نا آشنا ہو وہ عالم تورات بن جلعے اور پھر خوبی یہ کہ اس زمانے میں تورات کسی طرح بھی مسلمانوں کی دسترس میں نہ تھی اور اس یہودی کے علاوہ کسی کو اس سے آگاہی نہ تھی؛ ذیل کی یہ چند روایتیں ابو ہریرہ پر اس چالاک کاہن کے تسلط اور نفوذ کو واضح کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ کس طرح ابو ہریرہ ان کی باتوں کو عیناً نقل کر کے اس کو حدیث مستند پیغمبر اکرم ﷺ کی صورت دیا کرتے تھے؛ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا —

”قیامت کے دن چاند اور سورج ایک دوسرے میں مدغم ہو کر اپنا نور کھو بیٹھیں گے“ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: بزار اور ان کے ساتھ اس حدیث کے دیگر راویوں نے اس جملے کا اضافہ کیا ہے: ”اور آگ میں ڈال دیئے جائیں گے“ جس پر حسن نے کہا: آخر ان دونوں کا قصور کیا ہو گا جو اس طرح آگ میں ڈال دیئے جائیں گے؟ ابو سلمہ نے کہا: میں پیغمبر کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم دونوں کا قصور پوچھتے ہو۔ اسی حدیث کو ذاتی طور پر کعب الاحبار نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ ابویعلیٰ موصلی نے نقل کیا ہے کہ کعب کہتے ہیں: قیامت کے دن چاند اور سورج کو دو ہیبت ناک گائیوں کی صورت میں لایا جائیگا اور ان لوگوں کی نگاہوں کے سامنے دوزخ میں ڈال دیا جائیگا جو انکو پوچھتے تھے حاکم نے مستدرک میں طبرانی اور دیگر موثق رجال کے توسط آئی ہوئی ایک روایت کو ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اذن دیا ہے کہ میں تمہارے لئے ایک مرغے کی دکان

۱۔ فتح الباری۔ ص ۲۲۹۔ ج ۶ اور تفسیر ابن کثیر۔ ص ۴۷۵۔ ج ۴

۲۔ کتاب حیوۃ الحیوان۔ ص ۲۳۲

نقل کروں جس کے دونوں پیر زمین میں دھنسے ہوئے ہیں اور گردن زیر عرش مستقر ہے اور ہمیشہ ”سبحانک ما اعظم شأنک“ کی تسبیح میں مشغول ہے۔ پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس کسی نے میری جھوٹی قسم کھائی ہو اسے اس امر کا پتہ نہیں چل سکتا، یہ حدیث بھی منقولات کعب الاحبار سے ہے۔ اس کی نص یہ ہے کہ: اللہ کا ایک مُرغا ہے جس کی گردن زیر عرش اور پنجے زیر زمین ہیں جب کبھی یہ مُرغا بانگ دیتا ہے تو دوسرے مُرغے بھی بولنے لگتے ہیں۔ ”سبحان القدوس الملك الرحمن لا اله غيره“۔

”حدیث“ نیل، سیحون، جیحون اور فراتِ بہشت کی منہر ہیں“

احمد اور سلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: نیل، سیحون، جیحون اور فرات بہشت کی نہروں میں سے ہیں، اس بات کو کعب الاحبار نے اس مقام پر عیناً بیان کیا ہے۔ جہاں وہ کہتے ہیں: ”چار نہروں کو خداوند عزوجل نے دنیا میں رکھا ہے۔ نیل جو بہشت میں شہد کی نہر ہے۔ فرات جو شراب کی نہر ہے۔ سیحون جو جنت میں پانی کی نہر ہے اور جیحون جسے دودھ کی نہر کہا جاتا ہے۔“

ان منہروں کا بہشت سے جکاری ہونا ایک قدیم افسانہ ہے

مذکورہ نہروں کا بہشت سے متعلق ہونا ایک نہایت قدیم افسانہ ہے اور نہ صرف یہ کہ اس کا تعلق اسرائیلی افسانوں سے ہے بلکہ اس کی تاریخ بہت ہی قدیم ادوار سے منسلک ہے، اس بارے میں ہم استاد ابوالنصر احمد حسین ہندی کے ایک نہایت اہم مقالے کے ایک حصہ کو جسے انہوں نے ”گنگا ہندوستان کی مقدس نہر“ کے عنوان سے مجلہ ”الکتاب“ میں نشر کیا ہے، نقل کرتے ہیں:

۱۔ الخوم الزاہرہ - ص ۳۴ - ج ۱

۲۔ نہایہ الادب فییری - ص ۲۲۰ - ج ۱۶

دریائے گنگا کا ذکر ہندوستان کی چار مقدس اور مشہور کتابوں میں بارہا ملتا ہے جیسا کہ "راج وید" میں اسکا ذکر دو مرتبہ آیا ہے اور "بومانا" میں "ویارنگنگ" کے عنوان سے اسکا ذکر ہوا ہے جس میں اسے جنت کی ایک ہنر قرار دیا گیا ہے اور اس طرح ان ہنروں کی بہشت سے نسبت بڑی قدیم ہے جس کا ذکر تقریباً ادیان میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ بائبلوں کے قدیم دینی نصوص میں آیا ہے کہ "چار ہنری ہیں جن کا سر چشمہ بہشت ہے۔" "نارو" یہی آج کا فترا ہے ۲۔ سی جال ۳۔ سی لیم ۴۰۔ روویج ۱۔ روویج موجودہ وجہ ہے، اسی طرح تورات میں بھی چار ہنروں کے بہشت سے جاری ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ جو اس ترتیب سے ہے: ۱۔ نیسیون ۲۔ جیجون ۳۔ حدائق ۴۔ فزات۔ بالکل اسی طرح اسلام میں بھی ایک حدیث ابو ہریرہ کی طرف سے آئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: نیل، سیحون اور فزات بہشت کی ہنری ہیں اور ایک حدیث میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل ہوا ہے کہ خداوند عالم نے پانچ ہنروں کو بہشت سے نکالا ہے۔ سیحون، جیحون، دجلہ، فزات اور نیل، پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ ہنروں کو بہشت کے سب سے نچلے درجے کے ایک چشمہ سے جبریل کے دو پروں کے ذریعے جاری کیا اور پھر پہاڑوں کے حوالہ سے سطح زمین پر دوڑایا۔ اور ان میں لوگوں کے لئے منفعتیں

۱۔ البخوم الزاہرہ۔ ص ۳۴۔ ج ۱

۲۔ ہزایہ الادب نویری۔ ص ۲۲۰۔ ج ۱۰

۳۔ علامہ سیوطی نے کتاب "حسن المحاضرہ" طبع مصر کے جلد ۲، ص ۱۷۹ پر امام احمد اور مسلم سے "اصل حاشیہ کتاب میں اس خبر کو نقل کیا ہے۔

۴۔ ابن عباس اور ابو ہریرہ نے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ سب سے زیادہ کتب الآثار کے علم کی اشاعت کی ہے۔

مکتبہ اسلامیہ لاہور، قریب بازار گنج بخش، لاہور۔

فترقیہ تہ "سرخ ایضہ" ہے جو یہ قیاس ہے کہ

[illegible][illegible]

: واپس جاؤ کل کھودنے آجانا، وہ دوسرے دن واپس آکر پھر کھودنے لگ جاتے ہیں..... الخ۔ اس کے بعد ابن کثیر کہتے ہیں کہ شاید ابوہریرہ نے یہ بات کعب الاحبار سے لی ہو کیونکہ وہ کثرت کے ساتھ کعب کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور ان سے تبادلہ خیال کیا کرتے تھے، اس لئے یہ بات کعب ہی نے ابوہریرہ سے کہی ہوگی۔ جس کو ابوہریرہ نے پیغمبر اسلام ﷺ سے نسبت دے کر نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے علاوہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے بیشتر مقامات پر ان مطالب کو نقل کیا ہے جنہیں ابوہریرہ نے کعب الاحبار سے لیکر پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے جو حضرات ان مطالب کو جاننا چاہتے ہیں ان کو اس تفسیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مسلم اور بخاری کی صحاح میں اس حدیث کا شمار بھی ابوہریرہ کے احادیث میں ہوتا ہے کہ: خداوند عالم نے آدم کو اپنی شکل و صورت پر خلق کیا ہے اور یہ گفتگو تورات کے تصحیح اول (عہد قدیم) میں ہوئی ہے جہاں اس کی نص یہ ہے کہ "اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا اور خدا کی شکل میں اسے خلق کیا۔"

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ص ۱۰۴ اور ۱۰۵ ج ۲۔

۲۔ اس حدیث میں وارد ہونے والی باتوں میں یہ بھی ہے کہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آدم خدا کی شکل پر ہیں، ابن حجر نے اس حدیث کے ایک پہلو پر تنقید کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ: ممکن ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کیا جائے کیوں کہ آثار امم سابقہ مثلاً ان کے مکانات اور دیار عمار و نمود سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ حسب ترتیب سابق اس قدر طویل القامت نہیں تھے یہاں تک کہ کہتے ہیں: اس بناء پر اس اشکال کو رفع کرنے والی کوئی چیز اب تک مجھ پر آشکار نہیں ہوئی ہے (فتح الباری۔ ص ۲۸۱ اور ۲۸۲ ج ۴)۔ امام مالک نے تو اس حدیث کو سرے سے ہی رد کر دیا ہے اور اسی طرح یہ حدیث کہ خداوند عالم قیامت کے دن اپنے پیرو گھٹنوں تک مشکون کر لیا جائے صحیحین نے نقل کیا ہے۔

(حدیث)

خداوند عالم نے زمین کو

ہفتے کے دن خلق کیا،

مسلم نے اپنی کتاب میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: پیغمبر اکرم
نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا: خداوند عالم نے زمین
کو ہفتے کے دن پہاڑوں کو اتوار کے دن درختوں کو پیر، پراسیوں کو منگل، نور
کو بدھ، کیڑے مکوڑوں کو جمعرات اور حضرت آدم کو جمعہ کے دن بوقت عصر
یعنی جمعہ کی آخری ساعتوں میں عصر و شب کے درمیان تمام مخلوقات کے بعد سب سے

آخر میں پیدا کی۔ لگویا اس اعتبار سے کائنات سات دن میں وجود پذیر ہوئی۔) اس حدیث کو امام احمد اور نسائی نے بھی ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ البتہ نسائی کی روایت میں اس طرح ہے کہ خداوند عالم نے آسمان، زمین اور جو کچھ اسکے درمیان ہے سب کو چھ دن میں خلق فرمایا اور ساتویں دن عرش پر متمکن ہوا۔ اس بارے میں اکابرین سے خاص کو بخاری، ابن کثیر اور تارسیخ کبیر میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ ابو ہریرہ نے اس حدیث کو کعب الاحبار سے نقل کیا ہے کیوں کہ حدیث اولیٰ اس نص قرآنی کے صریحاً خلاف ہے کہ جس میں خداوند تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان تمام اشیاء کو (کل) چھ دن میں خلق کیا جو باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ابو ہریرہ نے اس حدیث کو کعب الاحبار سے اخذ کیا ہے اور اس کا تعلق اسرائیلی منبع سے ہے جیسا کہ اکابرین حدیث نے اس کی تصریح کی ہے ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس سلسلے میں اس سے شاہد ایک اور حدیث عبداللہ بن سلام سے ملتی ہے جو یہودی عالم تھا اور بدر میں مسلمان ہو گیا تھا، اس کی روایت کو طبری نے نقل کیا ہے۔ جس کی نص یہ ہے۔ خداوند عالم نے اتوار سے اپنی خلقت کا آغاز کیا۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ زمین اتوار اور پیر کے دن بنی، دن اور پہاڑ شکل اور بدھ کو وجود پذیر ہوئے، آسمانوں کی تخلیق جمعرات اور جمعہ کو ہوئی اور جمعہ کے آخری لمحات میں تخلیقی امور سے فراغت حاصل ہوئی اور پھر اسی

۱۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زمین و آسمان کی خلقت کے وقت ہمارے دن اور ہماری گھڑیوں کا یہی حساب تھا اور کیا اللہ کے نزدیک دن یہی ہماری ساعتیں ہیں یا پھر وہ عرصہ ہے جس کو اس نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ:

۲۔ ص ۲۴ - ج ۱ — ۳۔ واضح ہونا چاہیے کہ اس روایت کے اسرائیلی ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ رادی یا جاحل نے کسی کام کو ہفتہ کے دن اللہ سے منسوب نہیں کیا ہے۔ گویا اللہ نے ہفتہ کے دن جو یہودیوں کی تعطیل کا دن ہے آرام کی غرض سے چھٹی کی ہے۔
نَعُوذُ بِاللّٰهِ وَنَسْتَجِیْبُہُ -

گھڑی عجلت کے ساتھ آدم کو خلق کیا۔ یہی عبداللہ بن سلام ہیں جن سے ابوہریرہ نے نقل حدیث کی ہے جیسا کہ کتب الاحبار سے کرتے رہے ہیں۔ تعجب اس بات پر ہے کہ ابوہریرہ نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا اور وہ بھی اس طرح کہ آپ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا سب پر واضح ہے کہ یہ حدیث قواعد اہل حدیث کے مطابق صحیح السند ہے اور اس میں کسی اختلاف کو دخل نہیں ہے۔ پھر سلم نے بھی اپنی صحیح میں اسکو نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں ابوہریرہ نے فقط سننے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس بات کی تصریح کی ہے کہ اسکو بیان کرتے وقت پیغمبر اکرمؐ نے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے دیگر یہ کہ ائمہ حدیث تمام کے تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ابوہریرہ نے اس حدیث کو کتب الاحبار سے لیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث کتاب خدا کے سراسر خلاف ہے۔ اور اگر اس حدیث کو ابوہریرہ کسی سے اور پھر وہ کسی اور سے ”معنعن“ بنا کر نقل کرتے تو یہ کہنے کی گنجائش نکل آتی کہ غلطی کسی اور طرف سے ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نکل ہی آتی مگر اس کو کوئی کیا کرے کہ خود ان کی تصریح موجود ہے کہ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا اور سننے وقت ان کا ہاتھ ختمی مرتبت کے ہاتھ میں تھا۔ لہذا یہ حدیث بنیر کسی شک شبہ کے پیغمبر اکرمؐ پر افتر اور کذب صریح ہے۔ ایسی صورت میں اس گناہ کے مرتکب پر کیا حکم عائد ہوتا ہے کیا اس شخص کا شمار پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کے ذیل میں نہیں ہوگا۔ جہاں آپ نے فرمایا۔ مجھ پر جھوٹ بولنے والے کاٹھکانا دوزخ ہے۔ یا یہ کہ اس نے فرار کے لئے کوئی اور راہ اختیار کر لی ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی ”صاحب ثوب و عایین و مزور“ ہے

۱۔ کتاب سیر اعلام النبلاء ذہبی۔ ص ۲۹۶ - ج ۲

۲۔ جلد ہی ہم ”ثوب، عایین اور مزور“ کے دلچسپ اور قابل ذکر قصوں کے متعلق گفتگو کریں گے۔

اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس بات کا انتظار ہے کہ کوئی اس بارے میں مجھے ایسے جواب سے مطمئن کرے کیوں کہ اگر انسان فقط اسی ایک حدیث کو مورد تحقیق و نظر قرار دے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو ہریرہ کی تمام روایات پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے اس لئے کہ جب اس حدیث کا یہ حال ہو جس میں ان کی تصریح شامل ہو کہ انہوں نے بنفس نفیس سرور کائناتؐ سے اس حدیث کو سنا تو دوسری روایتوں کا کیا حال ہو گا۔ جو درست بدست ان سے نقل ہوئی ہیں۔ اب ہم ایک اور روایت کو جس میں انہوں نے پھیلی روایت کی طرح تصریح کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی زبانی بنفس نفیس سنا، تارین کرام کے لئے بیان کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

میں نے پیغمبر اسلامؐ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ حضرت موسیٰ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ (گویا تمام اصحاب نے سنا) آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ کے ذہن میں یہ سوال ابھر کہ کیا خدا بھی سوتا ہے؟ اور اس پر بھی نیند کا غلبہ ہوتا ہے؟ کہ ایسے میں خدا نے ایک ملک کو حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجا جس نے انہیں تین شب و روز جگائے رکھا اور ان کے ہاتھوں میں دو شیشیاں تھما کر انہیں اچھی طرح سنبھالے رکھنے کی تاکید کی۔ موسیٰؑ پر نیند نے غلبہ کیا، جو نہی عالم غشی ان پر تاری ہوئے لگتی اور ان کے ہاتھوں میں تھمی ہوئی شیشیاں ایک دوسرے کے قریب سو کر ٹکرانے پر آئیں موسیٰؑ بیدار ہو جاتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو الگ کر لیتے، یہاں تک کہ نیند نے پوری طرح ان پر غلبہ کر لیا اور وہ سو گئے جس کے نتیجے میں دونوں شیشیاں ایک دوسرے سے ٹکر کر پاش

وَلَا تُؤْمِنُ إِلَّا فِي السَّمْعِ وَالْأَبْصَارِ

۱- سوره بقره ۵۲-۵۱

۲- سوره بقره ۵۳-۵۲

۳- سوره بقره ۵۴-۵۳

۴- سوره بقره ۵۵-۵۴

۵- سوره بقره ۵۶-۵۵

۶- سوره بقره ۵۷-۵۶

۷- سوره بقره ۵۸-۵۷

۸- سوره بقره ۵۹-۵۸

۹- سوره بقره ۶۰-۵۹

۱۰- سوره بقره ۶۱-۶۰

چکر کر کے آئے، اسے خبر پڑی کہ اس نے سب سے پہلے ترے ہزار چھوڑ دیے
نہایت پریشان ہو کر آئے، اسے خبر پڑی کہ اس نے سب سے پہلے ترے ہزار چھوڑ دیے
اسے خبر پڑی کہ اس نے سب سے پہلے ترے ہزار چھوڑ دیے
اسے خبر پڑی کہ اس نے سب سے پہلے ترے ہزار چھوڑ دیے
اسے خبر پڑی کہ اس نے سب سے پہلے ترے ہزار چھوڑ دیے

jabir.abbas@yahoo.com

مکتبہ اسلامیہ پاکستان
پتہ: ۱۰۰، سٹریٹ ۱۰، لاہور

تھے اور کعب کی حدیث رسول خداؐ سے اور دوسری روایت میں ہے کہ کعب کی گفتگو پیغمبر اکرمؐ کے اقوال کی جگہ اور پیغمبر اکرمؐ کی احادیث کعب کی جگہ روایت کیا کرتے تھے۔ پھر کہتے ہیں اللہ سے ڈرو اور نقل حدیث میں احتیاط سے کام لو، اسی طرح امام احمد نے اپنی مسند میں قاسم بن محمدؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، ابوہریرہ اور کعب ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، ابوہریرہ کعب کیلئے احادیث بنوئی نقل کرتے ہیں اور کعب ان سے اپنی کتابوں کا تذکرہ کرتے۔ اور آخر کار کعب الاحبار کی چالاک اور ہوشیار مانی سادہ لوح ابوہریرہ کو اپنے زیر اثر لاکر افسانہ و خرافات سے جو کچھ چپا ہوا دین اسلام میں پھیلادیا۔ اور جب ابوہریرہ کعب کی باتوں کو نقل کرتے تو کعب اس کے ساتھ ہی ان کی گواہی دیتا تا کہ اس طرح اسرائیلیات محکم بن کرمسلمانوں کے افکار و عقول میں سما جائیں۔ اس قسم کے منقولات اس انداز سے پیش ہوئے تھے، گویا ابوہریرہ انہیں پیغمبر اسلامؐ سے بیان کر رہے ہیں اس قسم کے منقولات اس انداز سے پیش کرتے ہوئے اس داستان احادیث کو ختم کرتے ہیں جسے ابوہریرہ نے پیغمبر اکرمؐ سے نسبت دی ہے درآں حالیکہ اس کا تعلق اسرائیلیات سے ہے۔ آئمہ حدیث احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔ مہشت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں اگر ایک سوار سو سال تک چلتا رہے تو جب بھی اس کا ستار ختم نہیں ہوتا۔ تصدیق کیلئے "طل ممدود" پڑھو، ابھی یہ حدیث ابوہریرہ کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ فوراً اسی لمحہ کعب نے اس کی تائید کی اور جیسا کہ ابن جریر نے روایت کی ہے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے تورات کو موسیٰ اور فرقان کو محمدؐ

۱۔ البیہ دالنبایہ ابن کثیر۔ ص ۱۰۹-۸ ج

۲۔ ص ۲۷۵-۲ ج

پر نازل کیا ابوہریرہ سچ کہتے ہیں اگر کوئی شخص "حقہ" (وہ اونٹ جو اپنی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہوا ہو) یا "جذعہ" (پانچ سالہ اونٹ) کی پشت پر سوار ہو کر اس درخت کی بلندی تک اپنے آپ کو پہنچانا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ پیرو نزار ہو کر گر جائے:

"اس درخت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اگایا اور اس میں اپنی روح چھونک دی۔ اس کی شاخیں بہشت کے دوسرے کنارے تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جنت کی کوئی نہ ایسی نہیں جو اس کی جڑ سے خارج نہ ہوتی ہو۔" اس طرح ابوہریرہ اور کعب الاحبار اس ستم کے خرافات کو مسلمانوں کے درمیان پھیلانے میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے۔ یہی خرافات ہیں جو دین کو دیمک بن کر چاٹ رہے ہیں۔ کعب کا مقصد ان کاموں سے یہ تھا کہ اپنا مدعا بر لائے یعنی مبادی اسلام کو فاسد کرے لیکن ابوہریرہ فقط اپنے مقام کو خاص طور پر بنی امیہ کے نزدیک بلند کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ اس طرح وہ اپنی دنیوی خواہشات کی تکمیل کریں۔ ابوہریرہ اس فریبکار یہودی کاہن کے شاگرد اول تھے جو کہانت کا بادیہ اور بڑے پیغمبر اسلام کے علوم سے فائدہ اٹھا رہا تھا اور خود اچھی طرح جانتا تھا کہ تورات میں کیا لکھا ہے۔

اس طرح اسرائیلیات نے ہر طرف سے ہم مسلمانوں کا احاطہ کر لیا ہے اور افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان خود اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ادھر اسلام دشمن عناصر تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ اور ہماری ان باتوں پر خندہ زن ہو رہے ہیں،

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرت عمرؓ کا ابو ہریرہؓ کو نازیانے لگانا،

حضرت عمرؓ وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے ابو ہریرہؓ سے نقل شدہ روایات کے خطر کو پہلے سے بھانپ لیا جسے وہ پیغمبر اکرمؐ سے نسبت دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ابو ہریرہؓ کو بلا کر اس کام سے منع کیا اور جب وہ باز نہیں آئے تو اپنے تازیانے سے انھیں سزا دی اور جب ابو ہریرہؓ اس طرح بھی باز نہ آئے تو حضرت عمرؓ نے انھیں دو ہتھی دی کہ اگر اب بھی مرض کے لا علاج ہونے سے قبل وہ اس کام سے دست بردار نہ ہوئے تو

انھیں انکی سابقہ سرزمین پر واپس بھیج دیا جائے گا۔ اسی طرح کوب الاحبار کو بھی تنبیہ کی۔ ابن عساکر ناقل ہیں کہ سائب ابن یزید نے حضرت عمرؓ کو ابوہریرہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ: یا پیغمبر اکرمؐ سے نقل حدیث ترک کرو یا پھر تمہیں سرزمین "روس" (قبیلہ ابوہریرہ) پر واپس بھیج دیا جائیگا، اور کوب الاحبار سے کہا حدیث کہنے سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں سرزمین "قرہ" بھیج دیا جائے گا۔ ان دونوں روایتوں کو زہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء میں نقل کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ابوہریرہؓ نے حضرت عمرؓ اور ان کے تازیانے کے ہٹ جانے کے بعد زور پکڑا۔ کیونکہ ابوہریرہؓ حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے دلوں میں اپنا خوف بٹھا رکھا تھا۔ ابن عجلان کی روایت کے مطابق خود ابوہریرہؓ کا کہنا ہے کہ جن احادیث کو میں نقل کر رہا ہوں اگر حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیان کرتا تو حضرت عمرؓ میرا سر توڑ دیتے۔^۳ اسی طرح زہری نے، ابوسلمہ سے ابوہریرہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم حضرت عمرؓ کی وفات تک "قال رسول اللہ" نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ ہمیں انکے تازیانے کا خوف لگا رہا تھا۔ اور نیزہ بھی کہتے تھے "کیا حضرت عمرؓ کی حیات تک میں ان احادیث کو اپنے لئے بیان کر سکتا تھا۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے ان کا

۱۔ شاید سرزمین "قرہ" سے حضرت عمرؓ کی مراد شہر ایلہ ہو جہاں بنی اسرائیل کا ایک گروہ بندہ کی صورت میں مسخ ہو گیا تھا۔

۲۔ اور ۳۔ اعلام النبلاء۔ ص ۲۳۳۔ ج ۲

۴۔ اعلام النبلاء۔ ص ۲۳۴

تازیانہ میری پشت مجروح کر دیتا اور زہری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:
 حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کم دوستی
 نقل کیا کروں مگر وہ باتیں جن پر عمل کا دار و مدار ہے، محدث فقیہ محمد رشید
 رضا مرحوم نے اس بارے میں کہا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ ابوہریرہ کی حیات تک زندہ ہوتے
 تو کبھی اسی کثیر تعداد میں حدیثیں ہم تک نہیں پہنچتی۔^۲

۱۔ ابوہریرہ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ حضرت عمرؓ کا تازیانہ بارہا ان کی پشت زخمی کرتا
 رہا ہے حتیٰ کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں (مسلم ص ۳۴)
 اور اسی طرح پیغمبرؐ اس کے بعد جب حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کی حکومت
 سے موزل کیا تو انھیں اتنے کوڑے لگائے کہ ان کی پشت ابوہریرہ کی ہو گئی۔

۲۔ کتاب البدایہ والنہایہ کے جسز ہشتم اور اسی طرح اعلام النبلاء کے
 آٹھویں جسز کا مطالعہ فرمائیے۔ وہاں آپجو اس کا مبسوط ذکر ملے گا۔

۳۔ مجلہ المنار۔ ص ۸۵۱۔ ج ۱۰

ابو ہریرہ کی کثر احادیث

jabir.abbas@yahoo.com

اس بات پر رجال حدیث کا اجماع ہے کہ ابو ہریرہ نے تمام اصحاب سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں۔ حالانکہ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ان کی مصاحبت کل ایک سو تین سال تو نہیں رہی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ابو محمد بن حزم کے بیان کے مطابق فقط مسند

بقی بن محمدؑ میں ابوہریرہ سے ۵۳۷ روایتیں نقل ہوئی ہیں جس میں سے بخاری نے ۴۴۶ روایتوں کو نقل کر کے لکھا کہ صحابہ نے ان احادیث کو رد کر دیا ہے اور بعض کی تکذیب بھی کی ہے اس کے متعلق ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا عام طور پر چرچا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق خود ابوہریرہ نے وضاحت کی ہے کہ: اصحابِ پیغمبرؐ عبد اللہ بن عمرؓ کے علاوہ کسی نے مجھ سے زیادہ روایتیں بیان نہیں کیں ہیں اور اسے کا سبب یہ ہے کہ وہ احادیث سے کو لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، حالانکہ اگر ابن عمرؓ کی روایتوں کا شمار کیا جائے تو بقول ابن جوزی کے ان کی تعداد ۷۰۰ سے متجاوز نہیں ہوگی جو ابوہریرہ کی روایتوں کا آٹھواں حصہ ہے جن میں سے بخاری نے کل سات اور مسلم نے بیس کو نقل کیا ہے۔ ممکن ہے ابوہریرہ کا یہ اعتراض ان کے آغاز کار کے موقع

۱۔ ابو عبد الرحمن بقی بن محمدؑ الاندلسی کا شمار حفاظ حدیث اور ائمہ دین میں ہوتا ہے جنہوں نے اندلس کو اپنے دُورِ علم سے بھر دیا تھا۔ ان کی ایک تفسیر ہے جس کو ابن جریر کی تفسیر پر فضیلت حاصل ہے۔ ان کی حدیث میں ایک بڑی تصنیف بھی ہے جو فقہ و بیان احکام کی اساس پر مرتب کی گئی ہے۔ بقی بن محمدؑ ایک آزاد منشا انسان تھے اور کسی کی تعلید نہیں کرتے تھے۔

۱۸۱ھ ان کی سن ولادت اور ۲۷۶ ہجری سن وفات ہے (معجم الارباب ص ۵ — ج ۷)

۲۔ فتح الباری — ص ۱۶۷ — ج ۱

۳۔ عبد اللہ نامی تین افراد میں ان کا شمار ہوتا ہے جنہوں نے کتب الاحبار سے روایتوں کو لیا ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے جنگ یرموک میں دوبار شتر کتب اہل کتاب کے حاصل کئے تھے۔ جس کے مفاد وہ لوگوں کے لئے بیان کیا کرتے تھے لہذا بیشتر ائمہ تابعین ان کی روایتوں سے پرہیز کرتے تھے اور کبھی لوگ ان سے یہ بھی کہہ دیتے کہ ہمارے لئے دوبار شتر والی حدیثیں نہ بیان کیا کرو،

۴۔ ابن حرنے فتح الباری کی پہلی جلد میں صفحہ ۱۶ پر نقل کیا ہے اور مسند احمد میں ابوہریرہؓ کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے کہ ابن عمرؓ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

پر ہوجب وہ کبار صحابہ اور ان کے علماء کے درمیان زندگی گزار رہے ہوں کیونکہ اس وقت وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اگر اس سے زیادہ نقل کریں گے تو صحابہ ان کے مرویات کی تکذیب کر دیں گے مگر جب حضرت عمرؓ کے قتل کے بعد کبار صحابہ سے میدان خالی ہوا تو انھیں نقل حدیث کی آزادی ملی اور انہوں نے روایت کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کام میں حد درجے زیادہ رومی اور افراد کو بروئے کار لائے۔ خاص طور سے معاویہ کے زمانے میں جو ان کی پشت پناہی کیا کرتا تھا اور ان کے درجات میں بھی اضافہ کرتا تھا۔ اس دور میں تو یہ کام اپنی آخری حدوں تک پہنچ چکا تھا جس کو ہم انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ بعض افراد نے ابوہریرہ کے اس جملے سے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا اس کو لکھ لیا ہے۔ یہ گمان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی نقل شدہ روایات لفظ و معنی میں متواتر ہیں اور اسی طرح ان روایات کو انہوں نے نقل کیا ہے ان کے بعد کتابت کے ذریعہ محفوظ ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کتابت کے ذریعے محفوظ ہو گیا اور بنفسہ مفید علم ہے۔ اس لئے بالآخر مذکورہ روایتیں قرآن کریم کے بعد مسلمانوں کے لئے مورد اعتماد اور اصول صحیحہ سے ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ کتب سنت میں ذکر شدہ ابن عمرؓ کی تمام روایتیں صرفاً اسی طرح سے آئی ہیں جس طرح دیگر تمام صحابہؓ کی روایتیں نقل ہوئی ہیں اور وہ طریقہ یہی روایت ہے نہ کتابت، مگر جن نوشتہ جات پر گمان کیا جاتا ہے کہ ابن عمرؓ نے لکھی ہیں وہ ان کے وہ کتبوات ہیں جنہیں وہ صحیفہ صادقہ کا نام دیتے تھے اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اس صحیفہ میں صبح و شام پڑھنے کی دعائیں بھی شامل تھیں جس کو انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت دے رکھی تھی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صحیفہ کی کوئی وقعت نہیں تھی جیسا کہ اہل قتیبہ کے دو تالیفات "تاویل مختلف الحدیث" اور

135

کتاب "المعارف" میں آیا ہے کہ منیرہ نے کہا: عبد اللہ بن عمر کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے وہ صادرۃً کہا کرتے تھے۔ اگر وہ اس صحیفہ کو رد کوڑی میں بھی دیتے تو میں خوش نہ ہوتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

[illegible]

کسطرح ابوہریرہ اپنے آپ کو من مانی روایات کا حقدار سمجھنے لگے !

جب ابوہریرہ نے یہ محسوس کیا کہ صحابہ ان کی کثرت روایات سے مشغول ہیں اور ابھی انہیں اور بھی ایسی احادیث نقل کرنی ہیں جن کے بیان سے دوسرے صحابہ عاجز ہوں تو انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرنے کا فیصلہ کیا جس کے ذریعہ وہ جو بھی روایت بیان کریں، اسے درست سمجھ لیا جائے، اور صحابہ اور غیر صحابہ میں سے کوئی بھی انہیں مطعون

نہ رکے مگر اس کے باوجود صحابہؓ نے انکی تکذیب کی اور جیہا کہ اگلے باب میں بتایا جائیگا صحابہ ان کی روایات کی تصدیق نہیں کرتے تھے اور وہ حدیث جیہا کہ طحاوی نے ان سے راویہ سے نقل کیلئے یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا، اگر میری جانب سے کوئی حدیث تم تک پہنچے اور تمہیں پسند آجائے تو تمہیں چاہیے کہ اس کی تصدیق کر دو خواہ میں نے کبھی ہو یا نہ کبھی ہو۔ اور اگر میری جانب سے کوئی ایسی حدیث تم تک پہنچتی ہے جسے تم پسند نہیں کرتے اور اس سے انکار دیا ہو تو اس کی تکذیب کر دو کیونکہ میں ایسی کوئی بات نہیں کہتا جسے لوگ پسند نہ کریں خدا معلوم یہ باتیں پیغمبر اکرم ﷺ صادر ہوئی ہیں یا ان کا منع کوئی اور ہے کیوں کہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ باتیں کبھی ہوں جب کہ آپ سے تحقیق یہ حدیث ہم تک پہنچتی ہے کہ میری نہ کبھی ہوئی باتوں کو اگر کوئی میرے اقوال بنا کر پیش کرے تو اس کا مقام دوزخ ہے۔ یہاں اس بارے میں دیگر روایات سے صحت نظر کرتے ہوئے ہم نے فقط اسی ایک روایت پر اکتفا کی ہے۔

صحابہ کا ابوہریرہ سے انکار اور ان کی عمیب جوئی

ابوہریرہ کی پیغمبر ﷺ سے نقل حدیث میں افراط
کا یہ حال تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ سے دائمی ہم نشینی رکھنے والے
مہاجرین اور سابقین اولین خاص طور سے حضرت علی علیہ السلام سے بھی اتنی
احادیث نقل نہیں ہوئیں جنہوں نے آپ کے دامن رحمت میں پرورش پائی
اور آپ کی وفات حسرت آیات تک ایک لحظہ بھی آپ سے جدا نہ ہوئے حالانکہ

ابو ہریرہ فقط ایک سال اور چند مہینے پیغمبر ﷺ کے حیات میں رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہؓ نے ان کے مرویات کو رد کر کے ان پر تنقید شروع کر دی بلکہ ان کی تکذیب کرنے لگے۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے تادیل مختلف الحدیث^۱ میں لکھا ہے کہ چونکہ ابو ہریرہ نے اس کثرت کے ساتھ روایات بیان کی ہیں کہ جملہ صحابہؓ حتیٰ کہ سابقین اولین میں بھی کسی نے اس کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان نہیں کی ہیں لہذا وہ صحابہؓ کی تہمت اور الزام تراشی کا ہدف بنے اور صحابہؓ نے ان کی روایتوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان سے پوچھا تم نے تن تنہا اتنی زیادہ حدیثیں کیسے سنیں؟ تمہارے ساتھ ان حدیثوں کا سننے والا کوئی اور نہ تھا؟ سب سے زیادہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہ کی احادیث کی تکذیب کی ہے۔ کیونکہ شروع سے اب تک کے گونا گوں حالات ان کے سامنے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کا وہ زمانہ بھی دیکھا تھا جب روایت حدیث میں انفراسے کام لینے والوں پر شدت عمل کا اظہار کیا جاتا تھا۔ جب حضرت علیہؓ نے ابو ہریرہ سے کہا تھا کہ تم ایسی احادیث بیان کرتے ہوئے جس کو میں نے کبھی پیغمبر ﷺ سے نہیں سنا۔ تو ان کے جواب میں ابو ہریرہ نے اس دیدہ دلیری سے کام لیا کہ نہ تو پاس ادب کا خیال رکھا۔ اور نہ ہی رسم و رواج کا لحاظ کیونکہ جس طرح بخاری، ابن سعد اور ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے ابو ہریرہ نے حضرت عائشہؓ کے جواب میں کہا: آئینہ اور سرمہ دانی نے تمہیں پیغمبر

۱۔ ص ۴۸۔ ابن تیمیہ نے جو اکابر شیوخ اہل سنت سے ہیں کہا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک قتیبہ کا وہی مقام ہے جو حافظ کا مقترنبیوں کے درمیان تھا وہ اہل سنت کا دفاع اور ان کی تائید کیا کرتے تھے۔ ابن قتیبہ، بخاری کے معاصرین میں ہیں۔ ان کی سنہ وفات ۲۷۶ ہجری ہے۔ محمد بن اسمیل بخاری کی سنہ وفات ۲۵۶، مسلم کی ۲۶۱، ابوداؤد کی ۲۷۵ حضرت عائشہؓ کی ۵۸ اور ابو ہریرہ کی ۵۹ ہجری ہے۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رکھا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے سرمہ دانی اور خضاب نے مصروف کر کے پیغمبر سے باز نہیں رکھا تھا مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں نے تمہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رکھا تھا۔ زہبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان سے کہا۔ ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت دینے لگے ہو، ان کا جواب یہ تھا کہ: آئینہ، سرمہ دان اور روغن دان نے مجھے خضاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روک نہیں رکھا تھا۔

کتب معتبره
 ۱۔ تفسیر قرآن مجید
 ۲۔ تاریخ اسلام
 ۳۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 ۴۔ احادیث معتبرہ
 ۵۔ کتب معتبرہ
 ۶۔ کتب معتبرہ
 ۷۔ کتب معتبرہ
 ۸۔ کتب معتبرہ
 ۹۔ کتب معتبرہ
 ۱۰۔ کتب معتبرہ

jabir.abbas@yahoo.com

۱۴۰۰/۰۵/۰۵

١٠٠

سے انکار کرتے ہوئے کہا: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فجر طالع ہوتی اور پیغمبر اکرم ﷺ بغیر احتلام جنب ہوئے ہوتے تو آپ غسل نہ فرما کر روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ابو ہریرہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اس قسم کی احادیث پیغمبرؐ سے نقل نہ کیا کرے۔ ابو ہریرہ بھی ان کے سخت کلام کے آگے دم نہ مار سکے اور انھیں مجبوراً تسلیم ختم کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا درست ہے عائشہؓ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ میں نے بھی اس کو پیغمبر خدا ﷺ سے نہیں سنا بلکہ فضل بن عباسؓ نے مجھ سے کہا تھا: ”فضل اس وقت وفات پا چکے تھے اور ابو ہریرہ نے اس طرح ظاہر کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو پیغمبر خداؐ سے سنا ہے۔ حالانکہ انہوں نے پیغمبر ﷺ سے اس حدیث کو نہیں سنا تھا۔ ان کا یہ کہنا کہ انہوں نے اس حدیث کو فضلؓ سے سنا ان کی جانب سے اس بات کا واضح اعتراف ہے کہ انہوں نے جن باتوں کو اپنے کانوں سے نہیں سنا اسے براہ راست پیغمبر خداؐ سے نسبت دی۔ نقل حدیث کے اسی ڈھب کو ارسال و تدلیس کہا جاتا ہے جس کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ اس حدیث کی ایک دلچسپ داستان ہے جس کا ذکر یہاں نامناسب نہ ہوگا: کتاب ”اختلاف الحدیث“ شافعی میں آیا ہے کہ ابو بکر بن عبد الرحمنؓ نے کہا: جن دنوں مروان بن حکم معاویہ کی طرف سے امیر مدینہ تھا ان دنوں ایک مرتبہ میں اور میرے والد اس کے پاس موجود تھے اس وقت مروان کے لئے ابو ہریرہ

۱۔ فضل بن عباس نے سلمہ ہجری زمانہ ہجرت حضرت عمرؓ میں طاعون عمواس کے سبب

وفات پائی۔ ۲۔ ص ۲۸

۳۔ ابو بکر بن عبد الرحمنؓ کا شمار فقہار سبعہ میں ہوتا ہے۔ عبد الرحمن بن حارث بن المغیرہ المخزومی آپ کے والد ہیں اور اس حدیث کو الموطاء امام مالک نے لکھا ہے۔

کہ یہ قول نقل کیا گیا ”جو کوئی حالت جنایت میں صبح کرے گویا اس دن اس نے انظار کر لیا ہے“ مروان نے کہا اے عبدالرحمن تمہیں خدا کی قسم ذرا جلدی سے اہمات المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے پاس جاؤ اور اس بارے میں ان سے سوال کرو، عبدالرحمن نے جاکر معلومات لیں حضرت عائشہؓ نے کہا: ابوہریرہؓ نے بالکل غلط کہا ہے۔ اے عبدالرحمن کیا تم چاہتے ہو کہ عمل پیغمبر سے انحراف کرو۔ عبدالرحمن نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے حضرت عائشہؓ نے کہا: میں پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں گواہی دیتی ہوں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ احتلام کے بغیر جماع سے جنب ہوتے اور پھر اس دن کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمنؓ حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عائشہؓ کا تھا۔ اس کے بعد وہ مروان کے پاس واپس لوٹے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو کو ان سے دہرایا۔ مروان نے اسی وقت عبدالرحمنؓ کو حکم دیا کہ میری سواری پر بیٹھ کر فوری ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ اور اسے اس امر سے آگاہ کرو۔ عبدالرحمنؓ، مروان کے حکم کے مطابق ابوہریرہؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کی باتوں کو ان سے بیان کیا۔ ابوہریرہؓ نے کہا: مجھے اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے کسی شخص نے مجھ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ کتاب فتح الباری ”باب الصائم یصبح جنباً“ میں حافظ بن حجر کی ایک روایت کے مطابق مروان نے عبدالرحمنؓ سے کہا: جاؤ اور ابوہریرہؓ کو حضرت عائشہؓ اور حضرت

۱۔ کتاب فتح الباری جز چہارم میں صفحہ ۱۱۵ کے بعد اس کا مطالعہ فرمائیے کیوں کہ اس کی مفصل و مبسوط داستان وہاں نقل ہوئی ہے۔

اسلمہ کی اس گفتگو سے ڈراؤ اور ایک دوسری روایت میں "ابوہریرہ کو ضرب لگاؤ^۱ کے الفاظ ہیں مگر عبدالرحمن نے ایسا نہیں کیا اور حبيب ابوہریرہ سے "ذوالحلیفہ کے مقام پر جہاں ان کی جاگیر تھی ملاقات کی تو ان سے کہا: میں تمہیں ایک بات بتانے آیا ہوں کہ اگر مردان مجھے قسم نہ دیتا تو میں ہرگز تم سے نہ کہتا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو کو ابوہریرہ کے لئے نقل کیا۔ ابوہریرہ نے ان کے جواب میں کہا: فضل بن عباس نے یہ حدیث میرے لئے نقل کی تھی۔" اور نقل حدیث کو فضل بن عباسؓ کے سراسلے ڈالا کہ وہ اس وقت دنات پاچکے تھے، کیوں کہ سلمہ ہجری میں خلافت حضرت عمرؓ کے دوران طاعون عمواسؓ سے ان کی موت واقع ہوئی تھی۔ اور ابوہریرہ نے یہ بات اس وقت کہی جب مروان معاویہ کی طرف سے دالی مدینہ تھا اور معاویہ سلمہ ہجری میں مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ: مردان نے عبدالرحمن سے کہا: ابوہریرہ سے ملاقات کر کے اسے اس واقعے سے آگاہ کر دو۔ جس کے جواب میں عبدالرحمن نے کہا: ابوہریرہ میرا مہیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس کے رد پر دجا کر کوئی ایسی بات کہوں جو اسے ناگوار گزرسے۔ مردان نے کہا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم جا کر ابوہریرہ سے ملاقات کر دو۔ مگر کی روایت میں ابو شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت عبدالرحمنؓ حضرت عائشہؓ کی گفتگو کو ابوہریرہ سے نقل کر رہے تھے تو ان کے چہرے کا رنگ فق

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مردان کو بھی دوسروں کی طرح احادیث میں تردد تھا حالانکہ ابوہریرہ دست پروردہ بنی امیہ تھے۔

۲۔ "عمواس" بیت المقدس کے قریب فلسطین کا ایک گاؤں ہے جہاں سے سلمہ ہجری کا طاعون پھیلا اور بیشمار صحابہؓ اس کی لپیٹ میں آکر دنات پل گئے (معجم البلدان یا قوت)

ہو گیا تھا۔ اور احمد بن حنبل ناقل ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے عبد الرحمنؓ کے جواب میں کہا: رب کعبہ کی قسم یہ بات میں نے نہیں کہی کہ حالت جنابت میں صبح کرنے والا اس دن کا روزہ نہ رکھے، پر درود گار کعبہ کی قسم محمد ﷺ نے ایسا کہا۔ موطا میں مالک کی روایت کے مطابق مردان نے عبد الرحمنؓ سے کہا: تمہیں خدا کی قسم ہے میرے دروازے پر کھڑی تیار سواری پر جا کر "ارض عقیق"، میں ابو ہریرہؓ سے ملو۔ ابن حجر نے اس واقعہ کی شرح میں لکھا ہے کہ بخاری کی روایت جس میں ابو ہریرہؓ کو "ذوالحلیفہ" میں بتایا گیا ہے اور مالک کی اس روایت کے درمیان جہاں ابو ہریرہؓ کے لئے سرزمین عقیق کی نشان دہی کی گئی ہے کوئی فرق یا اختلاف نہیں پایا جاتا اس لئے کہ ممکن ہے مردان اور عبد الرحمنؓ، ابو ہریرہؓ کو عقیق میں ڈھونڈ رہے ہوں مگر وہاں وہ انھیں نہ ملے ہوں اور اس کے بعد انہوں نے ذوالحلیفہ میں ابو ہریرہؓ کو ڈھونڈ لیا ہو کیونکہ ذوالحلیفہ میں بھی ابو ہریرہؓ کی ایک کھیتی تھی۔ اور ایک دوسری روایت میں بنا بر نقل کسی ابو ہریرہؓ نے کہا اسامہ بن زید نے اس حدیث کو میرے لئے نقل کیا ہے۔

-
- ۱۔ یہ حدیث مسند احمد کے جز ثانی میں آئی ہے جس کی نص اس طرح ہے: خدا کی کعبہ کی قسم میں نے نہیں کہا "جو عبادت جنابت میں صبح کرے اس دن کا روزہ نہ رکھے" پر درود گار، کعبہ کی قسم محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اور اس خبر کو ابن حجر نے فتح الباری کے جز چہارم صفحہ ۱۸ میں نقل کیا ہے۔
 - ۲۔ کتاب تاریخ الباری۔ ص ۱۱۷ - ج ۴۔ ابن حجر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ، ذوالحلیفہ اور عقیق دونوں مقامات پر قمر و زمین کے مالک تھے، اس بنا پر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے اس سرمایہ کو کہاں سے حاصل کیا حالانکہ ان کی گذشتہ زندگی کے حالات ہم پر روشن ہیں جو پہلے بیان کئے چاہچکے ہیں۔ مگر کہنا پڑے گا کہ روایت حدیث ایک بہت بڑا راز ہے جو اپنے اصحاب کیلئے حتیٰ کہ اس دور میں بھی ایسے مواقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے لئے سرمایہ اکٹھا کریں اور اس سے قمر و محل تیر کریں۔

ماہر کے دوست نے کہا اور میں نے اپنے دوست سے سنا

ابن قتیبہ کہتے ہیں: جب حضرت علی علیہ السلام نے ابوہریرہ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا، میرے دوست، اور میں نے اپنے دوست سے سنا "تو آپ نے فرمایا ابوہریرہ، پیغمبر ﷺ کب سے تمہارے دوست بنے؟ واضح ہونا چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام بھی ابوہریرہ سے بد میں تھے۔ اور جب ابوہریرہ کی روایات ان کے کانوں تک پہنچیں تو آپ نے فرمایا آگاہ ہو کہ رسول خدا پر سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا شخص یا جھوٹ بولنے والی قوم ابوہریرہ درسی ہے۔

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ

حضرت عائشہؓ اور

مولا علی علیہ السلام

نے ابوہریرہؓ کی

تکذیب کی ہے

نظام کہتے ہیں: عمرؓ، عثمانؓ، عائشہؓ اور علی علیہ السلام نے ابوہریرہؓ کی
تکذیب کی ہے اور ابن قتیبہ نے کتاب "تاویل مختلف الحدیث" میں اس
کو نقل کیا ہے۔ مگر وہ اس میں بطور تاویل بھی ابوہریرہؓ کا دفاع نہ کر سکے۔
حالانکہ دوسری روایات میں انہوں نے ابوہریرہؓ اور دیگر اصحاب کی بھرپور
حمایت کی ہے مگر یہ خبر ثابت اور غیر قابل تردید ہے۔ ابن حبان اعرج سے

منقول ہے کہ دو افراد حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:
 ابوہریرہؓ نے رسول خدا ﷺ سے یہ حدیث نقل کی
 ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تین چیزوں میں بدشگونی ہے: عورت،
 گھر اور سواری۔ حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو بہت غضبناک ہوئیں
 اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے قرآن کو ابوالقاسم (یعنی سرور)
 کائنات پر نازل کیا ابوہریرہؓ جھوٹا ہے، پیغمبر اکرم ﷺ
 نے فرمایا: جہاں کہا کرتے ہیں: بدشگونی، سواری، عورت اور گھر میں
 ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی
 مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ

طادوس سے منقول ہے کہ: ایک دن میں حضرت عمرؓ کے پاس
 بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اسے کہا ابوہریرہؓ کہتے ہیں: نماز وتر حتمی نہیں ہے
 چاہے ادا کر دیا نہ کر دے۔ اس نے عمرؓ سے کہا، ابوہریرہؓ جھوٹ بولتے

۱۔ سورہ حدید آیت ۲۲۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ
 ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

ترجمہ:۔ جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر ہوتی ہیں (وہ سب) قبیل
 خدا کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (مکمل محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہیں۔ بے شک یہ خدا
 کے لئے آسان ہے۔

ہیں: نیز یہ کہ ابن مسعود نے ابو ہریرہ کے اس قول کو جس میں انہوں نے کہا جو شخص کسی میت کو غسل دے یا اٹھائے تو وہ اس پر لازم ہے، رد کیا ہے اور اس پر تنزیہ گفتگو کی ہے اور کہا ہے "اے لوگو اپنے مردوں کو پلید نہ بناؤ" اور جس وقت زبیر بن عوام نے ابو ہریرہ کی روایتوں کو سنا تو وہ جھوٹ اور سچ کی میزان پر اسے تولنے لگے۔ جب ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی کہ "فجر کی دو رکعت نماز سجالانے کے بعد نمازی کو سیدھی کر دے سو جانا چاہیے تو مردانے کہا: مسجد میں جانا کافی نہیں کہ آدمی وہاں بھی جا کر سو جائے؟ اور جب یہ بات ابن عمرؓ کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے کہا: ابو ہریرہ کتنی زیادتی اختیار کر رہے ہیں، حق تو یہ تھا کہ وہ کہتے: ابو ہریرہ کتنا جھوٹ بول رہے ہیں۔ ابن عباسؓ نے ابو ہریرہ کی اس روایت پر کہ "جو کوئی جنازہ اٹھائے اس پر وضو لازم ہے۔" بڑی تنقید کی ہے اور اس سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے سو کھی ہوئی تالیوت کی لکڑیاں اٹھانا تو موجب وضو نہیں ہے (۱) شعبی سے نقل ہوا ہے کہ ابو ہریرہ نے کوئی حدیث روایت کی اور سعد بن وقاص نے اسے رد کر دیا اور پھر ان دونوں کے درمیان بات اتنی بڑھی کہ درود پوار کرنے لگے

۱۔ کتاب جامع بیان العلم وفضلہ، تالیف حافظ مزرب، ابن عبد البر۔ ص ۱۵۴۔ ج ۲

۲۔ کتاب جامع بیان العلم وفضلہ، تالیف حافظ مزرب، ابن عبد البر۔ ص ۸۵۔ ج ۲

۳۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ ص ۱۰۹۔ ج ۸

۴۔ فخر الاسلام۔ ص ۲۹۵

۵۔ سیر اعلام النبلاء۔ ص ۴۳۵۔ ج ۲

”حدیث شعر“

جس وقت ابوہریرہؓ نے پیغمبر خدا ﷺ سے اس روایت کو بیان کیا کہ: اگر تم میں سے ہر ایک کا پورا وجود پیپ سے بھر کر نمایاں ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا حافظہ شعر سے پُر ہو۔^۱ تو حضرت عائشہؓ

۱۔ اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔

نے کہا: ابوہریرہ نہ سمجھ سکے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کا
 سراسر دجو و دخون وقتے سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے ایسے اشعار
 یاد ہوں جن کے ذریعے کسی کی سجد و ایزار سانی کی جائے۔ بعض افراد نے از
 راہ نادانی ابوہریرہ کے اس قول کو اس بات پر دلیل بنالیا ہے کہ پیغمبر اکرم
 ﷺ شر کو مکروہ جانتے تھے اور اتفاقاً یہ موصوع
 مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان شائع ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ
 کہ پیغمبر اکرم ﷺ خود شرساعت فرماتے تھے اور اس کی
 مدح و ستائش کرتے تھے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت ہے کہ رسول خدا
 ﷺ نے فرمایا: اکثر اشعار پند و حکمت پر مبنی ہیں
 اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "بیشتر بیانات جادو اور
 بعض علوم جہالت و نادانی اور کچھ اشعار پند و حکمت پر مبنی ہیں۔" اور ایک
 دوسری روایت میں ہے کہ بعض اشعار میں حکمتیں مضمر ہیں، پھر خوب یہ کہ پیغمبر اکرم
 ﷺ نے خود امیر بن ابی الصلت کے اشعار کی گواہی
 دی ہے۔ عمرو بن اشیر نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں اور
 پیغمبر اکرم ﷺ ایک مرکب پر سوار تھے کہ آپ نے فرمایا
 بہتیں ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، کہوں نہیں آپ
 نے فرمایا: "پڑھو" میں نے بھی ان کے اشعار سے تنبہ پڑھ دیئے۔ اس
 واقعہ کو مسلم نے نقل کیا ہے، پھر جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ

۱۔ سہیلی کی عنبرہ و دان میں جاح ابن وہب سے نقل کردہ بات اس موضوع
 کی تائید کرتا ہے۔ جہاں حضرت عائشہؓ نے اس حدیث کی تاویلی ایسے شر سے کی ہے جس کے
 ذریعے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (نمود بالہ) سجد کی جائے مگر یہ کہ عموماً تمام
 اشعار پر اس کو منطبق کیا جائے اس سے حضرت عائشہؓ کو یکسر اختلاف تھا

نے طرف کے اس مشہور شعر کو سنا کہ :
ستبدی لك الايام ماكنت جاھلا

دیانتیت بالانخبار من لم تزور

تو آپ نے فرمایا: حقیقتاً اس کا مفہوم گفتار انبیاء سے ہم آہنگ ہے اور
بخاری نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا
صحیح ترین کلام جسے شاعر نے پیش کیا ہے وہ بیدار حکمت ہے جہاں وہ
کہتے ہیں۔

الاکل شیء ما خلا اللہ باطل وکل نعیم لا محالہ زائل

نیز یہ کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حسان کو انعام سے نوازا ان کا
وہ مشرکین کی ہجو کریں اور پھر ان سے فرمایا ہمیشہ جب تک خدا اور اس کے رسولؐ
کی حمایت کرتے رہو۔ روح القدس تمہاری تائید کرے۔ اس روایت کو مسلم
نے نقل کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ ان کی ہجو
کر دو کیونکہ جبریلؑ تمہارے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں دسیوں ابیات شری موجود
ہیں جیسے :

بحر رمل سے :- وجفان کا لجواب وقدور راسیات

خفیف سے :- من تزکی ونامنا یتزکی لنفسه

اور دانسر سے وینجزم وینصر کو علیہم ولیشف صدور قوم مومنینا

۱۔ واضح رہے کہ یہاں شعر سے مولف کی مراد مسجع اور موزوں کلام ہے نہ یہ کہ
ادہام و تخیلات سے مہر پور، دور از حقیقت کلام۔ کیوں کہ اس قسم کا
کلام اللہ نے کبھی پیغمبرؐ کو نہیں سکھایا اور نہ ہی ان کے شاہان شان
ہے۔

۱۵۳

اور ہم اس سے زیادہ قرآنی ابیات و مصرعوں پر اپنی بحث کو جاری
نہیں رکھیں گے تاکہ اپنے راستے سے ہٹ کر موضوع سے خارج نہ ہو جائیں
اگر کسی کو اس بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنی ہو تو اس کے
مضامات کا مطالعہ کرے۔

jabir.abbas@yahoo.com

۱۔ رجوع منہ ما یسکت بفتح الباری۔ ص ۴۴۲ تا ۴۴۷۔ ج ۱۰۔
(قرآنی آیات کے متعلق شرک نسبت دینا احادیث کے متعلق قرآنی احکام
کی خلاف ورزی ہے۔ خصوصاً آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس سے
شدت کیا تنبیہ فرمائی ہے۔ (مترجم)

حدیث:

”لَا عَدُوَّ وَلَا طَيْرَ وَلَا هَامَ“

jabir.abbas@yahoo.com

شیخین نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ”لَا عَدُوَّ وَلَا طَيْرَ وَلَا هَامَ“
یعنی بیماریوں میں وبا۔ بدشگونی اور اٹو کی سخت بے بنیاد باتیں
ہیں) یہ حدیث مختلف الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔ مگر صحابہؓ نے اس کے
برخلاف عمل کیا کیونکہ بخاری نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے کہ:-

بیغیر کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب کبھی یہ خبر سنو کہ طاعون کسی سرزمین میں پھیل گیا ہے تو وہاں جانے کی کوشش نہ کرو اور اگر کسی ایسی بستی میں طاعون پھیل جائے جہاں خود تم بھی موجود ہو تو وہاں سے باہر جانے کی جستجو نہ کرو، اور یہ حدیث اسی طرح عبدالرحمن بن عوف سے بھی نقل ہوئی ہے جس وقت حضرت عمرؓ نے شام کے ارامے سے کوچ کرتے ہوئے اس حدیث کو ابوہریرہؓ کی اس حدیث کے ساتھ سنا "لا یوردن مرض علی مصح" (یعنی کوئی بیماری تندرست انسان پر وارد نہیں ہوتی) اور راستے میں انھیں اطلاع ملی کہ شہر شام میں ہیضہ پھیل گیا ہے تو آپ ابوہریرہؓ کی حدیث کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور آخر کار ابوہریرہؓ کو مجبوراً اس حکم خبر کے سامنے پاپا ہونا پڑا اور انھیں اپنی پہلی روایت "لاعدوی ولاطیرہ ولاہامہ" کی تردید کرنی پڑی جسدم حارث بن ابی ذباب (ابوہریرہؓ کے چچا زاد لڑکے) نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ابوہریرہؓ ہم سنتے ہیں کہ تم "کوئی بیماری تندرست انسان پر وارد نہیں ہوتی" والی حدیث کے ساتھ حدیث "لاعدوی ولاطیرہ ولاہامہ" کو بھی نقل کرتے ہو، ان دونوں حدیثوں میں کونسی صحیح ہے) تو ابوہریرہؓ اس دوسری حدیث سے اظہار بے خبری کرنے لگے۔ اسمعیل یا ستناد روایت شعیب ناقل ہیں کہ حارث (ابوہریرہؓ کے چچا زاد لڑکے) نے ان سے پوچھا تم نے ہمارے لئے حدیث نقل کی ہے تو ابوہریرہؓ نے مسیاختہ انکار کرتے ہوئے کہا: اس حدیث کو جسے تم بتا رہے ہو میں نے نقل نہیں کیا ہے مسلم کی روایت میں ہے کہ حارث نے کہا: تم نے لاعدوی ولاطیرہ

- ۱۔ حضرت عمرؓ کے سفر شام پر روانگی کی تاریخ ۷ھ ہجری ہے جب وہ سرعہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ شام میں ہیضہ پھیل گیا ہے اور اسی دم وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔
- ۲۔ بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

والا حصہ ” والی حدیث نقل نہیں کی ؟ ابو ہریرہ خاموش رہے اور پھر حبشی زبان میں زیر لب کچھ کہا جس کا مفہوم غیر واضح تھا۔

۱۔ مستح اباری — ص ۱۹۸، ۱۹۹ — ج ۱۰۔ اس کے علاوہ جامع بن ربیع ص ۱۰۴ جس کو فرانس کے موسسہ علمی نے سنہ ۱۹۱۹ء عیسوی میں قاہرہ میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔

”ابوہریرہ پر تابعین کی نکتہ چینی اور ان کا انتقاد“

ہم اس بات کے درپے نہیں کہ صحابہ کی جانب سے تردید روایات ابوہریرہ
بلکہ تکذیب کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسے بیجا کر کے پیش کریں کیونکہ
ہماری کتاب اس گنجائش کی حامل نہیں ہم فقط یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابوہریرہ
کی روایات سے یہ انکار و اتہام، صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک اسی
طرح برقرار ہے۔ اب ہم ان انتقادات کے کچھ حصے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

محمد بن حسن (ابو حنیفہ کے دوست اور ساتھی) نے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ نامی تین اشخاص (عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ) اور صحابہ سے تمام مفتی قضاہ کی تقلید کرتا ہوں اور انکی مخالفت کو اپنے لئے روا نہیں جانتا جز تین افراد: (انس بن مالک، ابو ہریرہ اور سمرہ) اس کے بعد ان سے اس بارے میں توضیح طلب کی گئی تو ابو حنیفہ نے کہا: انس آخر عمر ناد عقل میں گرفتار ہوئے اور جب انے فتویٰ طلب کیا جاتا تو وہ اپنی فکر و عقل سے جواب دیتے اور میں انکی عقل کی تقلید نہیں کرتا، لیکن ابو ہریرہ جو کچھ سنتے بغیر اس کے کہ اس کے معنی میں تامل کریں یا اس کے ناسخ و منسوخ پر نظر رکھیں روایت کر دیا کرتے۔ ابو یوسف کہتے ہیں: میں نے ابو حنیفہ سے کہا: کبھی

۱۔ مختصر کتاب المومل، تالیف ابو شامہ۔ ص ۳۱، ۳۲۔ اس کتاب کے حاشیہ میں مذکورہ خبر پر ایک تعلیق لکھی گئی ہے جس کو عیناً ہم یہاں نقل کرتے ہیں: کتاب "مرآۃ الاصول" اور اس کی شرح "مرآۃ الاصول" میں اصول حنفیہ رحمہم اللہ کے بارے میں ایک بحث (حال راوی پر) نقل ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: اگر کوئی راوی بیان روایت میں مشہور ہو تو فقیہ ہونے کی صورت میں اس کی روایات مطلقاً مورد قبول ہوگی خواہ قیاس کے موافق ہو یا مخالفت۔ اور اگر راوی۔ ابو ہریرہ اور انس، کی طرح فقیہ نہ ہو تو اس کی روایات قیاس سے موافقت نہ دیکھنے کی صورت میں مردود ہیں (دار الکتب میں موجود خطی نسخہ کے صفحہ ۱۱۵ سے ماخوذ) اور ابو حنیفہ نے اپنی اس گفتگو میں کہ ابو ہریرہ نے ہر سنی سنی بات کو بنیاس کے معنی میں تامل کئے روایت کیا ہے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو مسلم نے حصص بن عصفیہ سے نقل کیا کہ: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی بات کو نقل کر دے۔ نیز ابن عمرؓ نے کہا ہے "جھوٹا آدمی اسی سے پہنچتا جاتا ہے کہ ہر سنی سنی بات کو نقل کر دے"، اور اس خبر کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ خالد بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے ابن شبرہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے: روایتیں کم بیان کر دنا کہ فقیہ کھلاؤ (کتاب یا فتے اگلے صفحہ پر)۔

بنیبر اکرم ﷺ سے کوئی روایت سامنے آتی ہے۔ جو ہمارے قیاس کی مخالفت ہے ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ابو حنیفہ نے کہا اگر راوی ثقہ ہو تو ہم اس روایت پر عمل کریں گے اور قیاس سے دست بردار ہو جائیں گے، میں نے کہا: حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی روایات کے بارے میں کیا خیال ہے تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ میں نے کہا حضرت علیؓ و عثمانؓ کے بارے میں؟ انہوں نے کہا: وہ بھی اسی طرح اور جب انہوں نے دیکھا کہ میں ایک ایک صحابہ کا نام لینا چاہتا ہوں تو کہا: صحابہ کل کے کل عدول ہیں۔ سب جز چند افراد

(حاشیہ مسلسل) جامع بیان اسلام و فضلہ - ص ۱۲۲ - ج ۲) عبد الرحمن بن مہدی نے کہا ہے۔ جو کوئی شواہد حدیث کا تنقید کرے یا ہر کسی سے نقل روایت کرے یا ہر سنی سنائی بات نقل کرے وہ امام حدیث نہیں ہو سکتا (ابن مہدی ائمہ جرح و تعدیل کے شیوخ میں سے ہے) (مذکورہ کتاب ص ۴۷) اور ابن یسلی نے کہا ہے کہ کوئی شخص نقیہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہ کسی حدیث کو قبول اور کسی کو رد کرے (مذکورہ کتاب - ص ۳۲) نیز امثال اکثم بن صیفی سے ہے کہ: "الملک رکحاطب اللیل ومن اکثر اسقط"، "باتونی شخص کی مثال رات کو نکڑیاں حج کرنے والے کی ہے۔ جو اپنے آپ کو سانپ اور بچھڑوں کے ڈنک پر لے آتا ہے اور بہت زیادہ بولنے والے کی گفتگو بے مہنی ہوگی (کتاب المعمرین سبستانی ص ۱۳۰)

اور ان چند افراد میں انہوں نے ابو ہریرہ اور انس بن مالک کے نام گناٹے۔ مغیرہ نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ، انہوں نے کہا: ہمارے اصحاب ابو ہریرہ کی روایات پر کان نہیں دھرتے تھے، اعمش کی روایت میں ابراہیم سے مروی ہے کہ: ہمارے اصحاب ابو ہریرہ کے تمام اخبار سے متمسک نہیں ہوتے تھے اور ثوری نے منصور کے ذریعے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہمارے اصحاب احادیث ابو ہریرہ میں بعض چیزوں کا مشاہدہ کرتے اور ان کی تمام روایتوں کو قبول نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ جو احادیث تو صیبت جنت و دوزخ میں ہوں یا پھر جس میں عل صالح کی تاکید اور برائی سے بچاؤ کا ذکر ہو جسے قرآن نے بھی بیان کر دیا ہو۔ ابو شامہ نے اعمش سے روایات کی ہے کہ انہوں نے کہا: ابراہیم صحیح الحدیث تھے اور میں جب کسی سے کوئی حدیث سنتا ہوں تو ان سے عرض کر دیا کرتا تھا۔ قضا را ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے ان سے ابو صالح کی احادیث کے بارے میں پوچھا جسے انہوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا تھا تو آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ کی احادیث کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہ

۱۔ یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ابو ہریرہ کے بارے میں سب پر واضح ہے کہ ابو حنیفہؒ شیوخ نقہای اہل سنت سے ہیں اور جمہور سلفین کے درمیان ائمہ اربعہ میں پہلے امام کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کے علاوہ آپؒ سے بھی متصل رہے ہیں ۸۰ ہجری آپ کی سنہ ولادت ہے اور اسی سال امام شافعیؒ بھی متولد ہوئے۔ شیعہ حضرات خاص طور پر فرقہ امامیہ کلی طور سے ابو ہریرہ اور ان کی روایات پر اعتماد نہیں کرتا۔

۲۔ البدایہ والنہایہ — ص ۱۰۹ — ج ۸ — سیر اعلام النبلاء — ص ۲۳۶ اور ۲۳۸

ج ۲ — ابراہیم نخعی کو ثقہ کے مشہور نقیہ ہیں جنہیں فن حدیث میں استاد تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کا انتقال ۹۵ ہجری کے اواخر میں ہوا۔

کر دہائے اصحاب ان کی بے شمار احادیث پر کان نہیں دھرتے تھے۔ ابو جعفر اسکا فی کہتے ہیں: ابو ہریرہ ہم شیوخ (مسنزلہ) کے نزدیک غیر موثق اور ان کی روایات غیر قابل قبول ہیں۔ کیوں کہ حضرت عمرؓ نے ان پر کوڑے برساکر کہا تھا: ابو ہریرہ بڑی حدیثیں نقل کرتے ہو۔ تمہارے لئے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بغیر خدا پر جھوٹ باندھتے ہو۔ ابن اشیر نے کہا ہے: ابو ہریرہ کی کثرت روایات کے سبب بعض لوگوں نے ان کی تردید کی ہے۔ کتاب الاحکام آمدی میں آیا ہے کہ: صحابہ کثرت روایات کے سبب ابو ہریرہ پر اعتراض کیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: خدا رحم کرے ابو ہریرہ پر کہ حدیث مہراس میں عجیب یا وہ گواناں تھا۔ ایک دفعہ ہارون رشید کی مجلس میں مسئلہ "مصرۃ" زیر بحث آیا۔ حاضرین اس موضوع پر بحث و گفتگو کرنے لگے اور انکی آوازیں بلند ہونے لگیں ایسے میں کئی ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیث پر احتجاج کیا مگر دوسرے نے اسے رد کرتے ہوئے کہا: ابو ہریرہ اپنی نقل شدہ روایات میں متہم ہیں، ہارون الرشید نے بھی اس بات کی تائید کی۔ دو حاضرین میں محمد رشید رضا، ڈاکٹر احمد امین اور ڈاکٹر محمد توفیق صدیقی وغیرہ افراد ہیں۔ جنہوں نے ابو ہریرہ پر تنقید کی ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغۃ۔ ص ۳۶۰۔ ج ۱۔ ۲۔ کتاب المشل السائر۔ ص ۸۰ اور

۸۱۔ (۳)۔ ص ۱۰۶۔ ج ۲۔

۴۔ "مصرۃ" وہ اونٹنی یا گائے ہے جس کا دودھ کئی دن سے نتھارا نہ گیا ہوتا کہ گاہک اسے بڑھتے ہوئے تھن دیکھ کر یہ دھوکا کھائے کہ بہت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے۔ حنفی حضرات کا اس حدیث سے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حدیث تمام قیاسات کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں جانور سے دودھ دہنا ظلم و تعدی ہے اور اس تعدی کا تاوان یا مثل سے ہے یا قیمت سے، اور ایک صاع اعلیٰ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

ابوہریرہ لوگوں کی تضحیک کا نشانہ بنے

جسدم ابوہریرہ نے روایات سے کھیلنے کو اپنا پیشہ بنالیا اور بے دریغ حدیثیں نقل کرنے لگے تو لوگوں نے بھی انکا مذاق اڑانا شروع کیا اور ان کو اپنی تضحیک و سرزنش کا نشانہ بنانے لگے چنانچہ ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ قریش سے ایک آدمی حلہ زیب تن کئے اپنے آپ نازاں ابوہریرہ کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا: ابوہریرہ پیغمبر ﷺ کی حدیثیں کثرت

۱۔ ترکیب ہے "منا"۔ خبریہ اسم

پتہ نمبر ایف جی اے ۷۰-۱ - پتہ نمبر ایف جی اے ۷۰-۱

چھریز آہستہ کی آہستہ آج

[illegible]

ابوہریرہؓ کا اعتراف کہ لوگ انکی بکذیب کرتے تھے

ابوزرین راوی ہیں کہ: ایک دن ابوہریرہؓ ہمارے پاس آئے اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا: تم لوگ کہتے ہو کہ میں رسول خدا ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہوں تاکہ تم چھٹکارا پاؤ اور میں گمراہ و گنہگار بنوں۔۔۔ الخ۔۔۔ جس وقت ابوہریرہؓ کے ساتھ اس سال جسے سال جماعت کہا جاتا ہے اور جو درحقیقت تفرقہ اور جدائی کا سال تھا عراق آئے

تو مسجد کو فرمیں اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور اپنا سر پیٹا
شروع کر دیا یا اس طرح کہ معاد یہ سمیت بہت سے لوگ جمع ہو گئے
ابو ہریرہ چیخ کر کہنے لگے: اے اہل عراق کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں
پیغمبر خدا پر جھوٹ باندھتا ہوں..... الخ۔

تہ امتیاز یہ کہ ایسی جگہوں پر کہ آیا کہ وہاں تکستال پیچ
کہان امتیاز ایسی جگہوں پر کہ آیا کہ وہاں تکستال پیچ
دل میں یہ کہ وہاں پر کہ آیا کہ وہاں تکستال پیچ
۱۔ منہج السلفہ - ص ۳۵۸ - ج ۱۔ اس گفتگو کو ابو جعفر اسکا نے
اعمش سے نقل کیا ہے۔

اسلام میں متہم ہونی والا پہلا راوی

jabir.abbas@yahoo.com

پچھلی گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اکابر صحابہ کس طرح ابوہریرہ پر اعتراضات کیا کرتے تھے اور انہیں جھٹلاتے تھے اور تکذیب کا وہ خود کس طرح اعتراف کرتے تھے۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ یہ انکار و تکذیب طول ایام و عصور میں صحابہ اور تابعین کے زمانے سے لیکر آج تک کس طرح جاری و ساری ہے۔ اس سلسلے میں عالم اسلام کے مصنف بلین "مصطفیٰ صادق الراغبی" نے اس طرح

۱- ۷۶۸ - ۷۶۹ : ۱۰۰ - ۱۰۱

۱۰۰ - ۱۰۱

۱۰۰ - ۱۰۱ : ۱۰۰ - ۱۰۱

jabir.abbas@yahoo.com

۱۰۰ - ۱۰۱ : ۱۰۰ - ۱۰۱

پیغمبر اکرم پر

جھوٹ

بولنے والے کی

سزا

جیسا کہ اس باب میں بتایا جا چکا ہے کہ بعض صحابہ نے ابوہریرہ کے روایات کی صریحاً تکذیب کی ہے اور یہ تکذیب بلاشبہ ان روایات کے بارے میں ہے جسے وہ پیغمبر خدا ﷺ سے نقل کیا کرتے تھے یہ بھی معلوم و مسلم ہے کہ رسول خدا ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کی سزا دوزخ ہے۔ خود پیغمبر اکرم ﷺ

کی حدیث صحیح میں ہے کہ: "جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے اس کا مقام دوزخ ہے، کتاب اختصار علوم الحدیث میں آیا ہے کہ ابن حنبل، ابو بکر المحمیدی اور ابو بکر الصیرفی کا کہنا ہے کہ "پیغمبر اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کی روایت کو قبول نہ کرو اگرچہ راوی نے اس روایت کی نقل کے بعد توبہ ہی کیوں نہ کر لی ہو"۔ "سمعانی کا قول ہے کہ: جس نے ایک دفعہ بھی نقل حدیث میں جھوٹ بولا ہو اسکی پچھلی تمام احادیث کو ترک کرنا واجب ہے۔ حنفی بن حجر نے کہا ہے کہ علمائے پیغمبر اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی تشریح و اہمیت پر اتفاق کیا ہے اور اسے گناہان کبیرہ سے جانا ہے یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے اس بارے میں مبالغے سے کام لیتے ہوئے ایسے شخص کو کافر قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن عربی کا کلام بھی اسی مفہوم کے ساتھ آیا ہے۔

[illegible]

۳۔ فتح الباری۔ ص ۳۸۹۔ ج ۶

ابوہریرہ تدلیس سے کام لیتے ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

نقل حدیث میں ابوہریرہ کی روش یہ تھی کہ ہر حدیث کو براہ راست پیغمبر اکرم ﷺ سے چپاں کر دیا کرتے تھے، خواہ وہ حدیث پیغمبر خاتم کے لبہا ہی مبارک سے صادر ہوئی ہو یا صحابہ کرام سے۔ اے سے نقل کیا ہو ہم دونوں صورتوں میں وہ ایک ہی روش کی پیروی کرتے اور انھیں ایک دوسرے سے ممیز نہیں کرتے تھے اور جس شخص نے اسے پیغمبر ﷺ سے

سے نقل کیا ہے اس کا نام نہیں لیتے تھے۔ اس طرح کی روایت کو محدثین تدریس کا نام دیتے ہیں اور جو کبھی روایت اس طرح نقل ہوئی ہو وہ حکم مرسل میں آتی ہے۔ علماء حدیث نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ابوہریرہ "مدلس" تھے کیوں کہ ان کی اکثر بلکہ اغلب حدیثیں برہنہ سماع نہیں ہو کر قیاسی بلکہ وہ اسے صحابہ اور تابعین کے واسطے سے نقل کیا کرتے تھے، کیوں کہ ابوہریرہ بہت بعد میں اسلام لائے تھے۔ ابن قتیبہ تاویل مختلف الحدیث میں کہتے ہیں ابوہریرہ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر روایت کو بیان کرتے وقت "قال رسول اللہ" کہا کرتے تھے حالانکہ انہوں نے خود اس حدیث کو پیغمبر سے نہیں سنا تھا بلکہ ایک ایسے شخص نے ان سے کہہ دیا تھا جو ان کے نزدیک ثقہ اور معتبر تھا۔ اسی طرز پر ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ نے عمل کیا، دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن قتیبہ نے یہاں احتیاط سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ: جو ان کے نزدیک ثقہ اور معتبر تھا، اور یہ نہیں کہا کہ: جو ثقہ اور معتبر تھا، کیونکہ ابوہریرہ اپنی روایات میں کسی کا نام نہیں لیتے تھے جس سے یہ پتہ چلے کہ وہ ثقہ تھا بھی کہ نہیں۔ اس موضوع پر بعد میں ہم مستقبل گفتگو کریں گے۔ ذہبی نے "سیر اعلام النبلا" میں نقل کیا ہے کہ۔۔ یزید بن ابراہیم نے کہا:۔۔ میں نے

۱۔ اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ سیوطی اور دیگر علماء کے منقولات کے مطابق، صحابہ، تابعین سے نقل حدیث کیا کرتے تھے جیسا کہ عبد اللہ نامی تین افراد، ابوہریرہ اور دیگر اشخاص نے کتب الاخبار سے نقل حدیث کی ہے جسے وہ کبار تابعین میں قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔

۲۔ ص ۵۰

۳۔ ص ۲۳۸-۲ ج ۲

شعبہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے: ابوہریرہ ہمیشہ تدلیس سے کام لیتے تھے، یعنی جو کچھ پیغمبر اکرم ﷺ اور کعب الاحبار سے سن رکھا تھا اسے روایت کر دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے اس سلسلے میں ابن عباس کہتے ہیں شعبہ کا اشارہ ابوہریرہ کی اس حدیث کی طرف تھا جس میں انہوں نے کہا تھا: "حالت جنابت میں صبح کرنے والے کا روزہ صحیح نہیں۔" اور جب اس حدیث کے سلسلے میں ان سے زیادہ باز پرس کی گئی تو انہوں نے کہا: کسی مخبر نے اس حدیث کو میرے لئے نقل کیا تھا میں نے خود اس کو پیغمبر ﷺ سے نہیں سنا۔ اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ابوہریرہ مدلس تھے اور مدلس کی نقل کی ہوئی حدیث کو رجال حدیث مرسل کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہے کہ حدیث مرسل اور اس پر احتجاج کے سلسلے میں شیوخ حدیث و فقہ کے اختلافات کو زیر بحث لائیں تاکہ ابوہریرہ کی تاریخ کا یہ حصہ بھی کمال تحقیق پر پورا اترے کیونکہ حدیث مرسل تدلیس سے وابستہ ہے۔

۱۔ شعبہ بن الحجاج آمد جرح و تعدیل سے ہیں۔ ثوری نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ شعبہ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔ شافعی کہتے ہیں: اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث سے کوئی آشتان نہ ہوتا۔ شعبہ دو ٹوک اور صریح گفتگو کے عادی تھے ان کی صریح گفتگو کا ایک نمونہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہذا کی قسم مجھے حدیث سے زیادہ شریعہ دسترس حاصل ہے اور اگر میں ہذا کو چاہتا تو تمہارے لئے حدیثیں بیان نہ کرتا اور اگر تم ہذا کو چاہتے تو میرے پیچھے نہ آتے لیکن ہمیں مدح پسند ہے اور بدگوئی نا پسند۔

۲۔ اس کتاب کے صفحہ ۵ پر قارئین نے اس حدیث کو ملاحظہ فرمایا جس میں کہا گیا کہ ابوہریرہ نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا کہ میں نے فضل بن عباس سے اس حدیث کو سنا اور کبھی اس کی نسبت اسامہ بن زید سے دی۔

۳۔ البدایہ والنہایہ — ص ۱۹۰ - ج ۸

تدلیس اور

مدلسین

مدلسین کے معنی ہیں جو شخص کو دیکھا ہو مگر اس روایت کو خود اس سے نہ سنا ہو یا یہ کہ اپنے مباحثہ کی کسی روایت کو نقل کرے حالانکہ اس نے اس سے طلاقات نہ کی ہو اور یہ ظاہر کرے کہ اسے خود اس سے روایت کو سنا ہے۔

حاکم نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں لکھا ہے کہ: ہمارے نزدیک

تدلیس کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے کہ راوی کسی ایسے شخص کی روایت نقل کرے جیسے اسے دیکھا ہو مگر اس روایت کو خود اس سے نہ سنا ہو یا یہ کہ اپنے مباحثہ کی کسی روایت کو نقل کرے حالانکہ اس نے اس سے طلاقات نہ کی ہو اور یہ ظاہر کرے کہ اسے خود اس سے روایت کو سنا ہے۔

حاکم نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں لکھا ہے کہ: ہمارے نزدیک

تدلیس کی چھ قسمیں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری قسم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ ایک ایسا گروہ تھا جو حدیث میں تدلیس سے کام لیتا تھا اور کہتا تھا "قال فلاں" اور جب کوئی درپے تحقیق بن کر ان سے ملاقات کرتا تو وہ اپنی اسی مسخوث کو دہرا دیا کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ کا تعلق بلاشبہ اسی گروہ سے ہے کیونکہ وہ حدیث کو تمام صحابہ سے ان کا نام بتائے بغیر نقل کرتے اور اسے براہ راست پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دیا کرتے تھے اور جب اسے کسی حدیث پر ان سے باز پرس کی جاتی تو راوی کا نام بتلنے پر مجبور ہو جلتے اور جب کسی دشوار گزار مسئلہ سے دوچار ہوتے تو راویت کو کسی مردہ شخص کی طرف نسبت دیا کرتے تھے چنانچہ "من اصبغ جنبا" والی حدیث کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ نووی نے "التقریب" میں لکھا ہے تدلیس اسناد اسے کہتے ہیں کہ راوی اپنے معاصر کی کسی حدیث کو اس سے سنے بغیر نقل کرے۔ اور یہ ظاہر کرے۔ گویا اس نے خود اس کی زبانی اس حدیث کو سنا ہے اور کہے: "قال فلاں یا عن فلاں" اس ترمیم کا انطباق بطور کامل ابوہریرہ پر ہوتا ہے کیوں کہ وہ اپنی بیشتر روایات کو "قال رسول اللہ، یا عن رسول اللہ" سے شروع کرتے ہیں۔ ورنہ حالیکہ انہوں نے ذاتی طور پر اسے پیغمبر سے نہیں سنا۔

۱۔ کتاب توجیہ النظر جزاوی کے صفحہ ۸۲ کا مطالعہ فرمائیں جہاں تفصیل کے ساتھ تدلیس اور

مدلسین پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

تحدیس

مشلا

حدیث

بیچھلی گفتگو کی بہت اہم حدیث مدرسہ فتح لام کے ساتھ (وہ حدیث

ہے جس کے اسناد میں راوی کا نام سا قظ ہوا اور ناقل حدیث اسی طرح
ظاہر کرے گا یا اس نے اسی حدیث کو راوی سے نہیں سنا بلکہ براہ راست
اس شخص سے سنا ہے جس سے راوی نے روایت کی ہے۔ بشرطیکہ وہ
شخص ناقل حدیث کا ہم عصر ہو۔

حدیث
SABEEL-E-SAKINA
www.ziyrat.net

تحدیس کے بارے میں حکم ہے کہ اس کی تمام اقسام مذموم ہیں یہاں تک کہ
امام جرح و تعدیل وغیرہ بنی الحجاج نے اس سلسلے میں مبالغے سے کام لیتے ہوئے
کہا ہے کہ: تحدیس کے مقابلہ میں زنا کاری کو اپنے لئے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں" یہ
بھی ان ہی کا قول ہے کہ "تحدیس سب سے زیادہ مسفرت رسال جھوٹ ہے" کچھ
لوگوں کا خیال ہے تحدیس میں شہرت پانے والا شخص مطلقاً مرزودہ الراۓ ہے

چاہے وہ بعد میں "سماح" کی تصریح ہی کیوں نہ کرے۔ مگر علماء حدیث نے جس قول صحیح کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ جب تدلیس کنندہ کسی روایت کو ایسے الفاظ کے ساتھ پیش کرے جہاں احتمال "سماح" ہو مگر "سماح" کی تصریح نہ کی گئی ہو تو وہ مورد قبول نہ ہوگی بلکہ اس کا شمار "منقطع" میں ہوگا۔ البتہ جس روایت میں "سماح" کی تصریح کی گئی ہو وہ قابل قبول ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ تدلیس کنندہ بغیر اکرم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس حدیث میں داخل ہے جہاں آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو شخص ہماری نسبت دھوکے اور فریب سے کام لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور اس کا سبب بھی واضح ہے کیونکہ وہ اس طرح واضح کرتا ہے گویا اس کی حدیث متصل ہے درآں حالیکہ حقیقتاً منقطع ہے۔ البتہ یہ ایسی صورت میں ہے جبکہ اس کی تدلیس ثمر سے نقل کی جانے والی روایت سے ہو۔ لیکن اگر اس کی روایت ضعیف ہو تو پھر گویا اس نے خدا اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے، جیسا کہ بعض آئمہ حدیث نے کہا ہے کہ یہ کام اساساً حرام اور ممنوع ہے۔

علماء حدیث نے تدلیس میں شہرت رکھنے والے کی روایت میں اختلاف کیا ہے۔ اہل حدیث اور فقہاء کے ایک گروہ نے کہا ہے۔ تدلیس کنندہ کی روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے خواہ وہ تصریح سماح کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ تدلیس موجبات جرح سے ہے اور حفاظ میں سے ایک شخص نے تدلیس میں مشہور راویوں پر جرح کرتے ہوئے ان کی روایات کو مطلقاً رد کر دیا ہے۔ اگرچہ روایت لفظ اتصال کے ساتھ کیوں نہ نقل کی گئی ہو اور چاہے راوی ایک ہی

مرتبہ تذلّیس کا مرتکب ہوا ہو۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مطلب کی تفسیر کی ہے۔ اس بارے میں گفتگو طوالت چاہتی ہے اور اگر ہم اس بحث کو جاری رکھیں تو اپنے موضوع سے خارج ہو جائیں گے۔ اس لئے شائقین کو چاہیے کہ اس کے مآخذ سے رجوع کریں۔ بہر حال اگر ہم اس تمام گفتگو یا اس کے کچھ حصے کو ابھریرہ پر منطبق کریں تو ہم دیکھیں گے کہ راستگوئی اور عدالت کے اعتبار سے روایت میں ان کا مقام کہاں ہے مگر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی قاعدہ کو صحابہ پر تطبیق کرے!..... کیونکہ وہ معصوم عن الخطا ہیں اور ان کا روایت میں شک و تردید نہیں کیا جاسکتا!!! (ظننہ!)

حدیث مرسل

jabir.abbas@yahoo.com

تدلیس کے سلسلے میں اپنی بحث کو خاتمہ پر پہنچانے کے بعد اب ہم اپنی گفتگو کو حدیث مرسل سے متصل کرتے ہیں کیونکہ حدیث مرسل ہمارے موضوع بحث سے پوری طرح مربوط و منسل ہے۔ حدیث مرسل ایک ایسی حدیث ہے کہ جس میں اپنے کانوں سے پیغمبر اکرم ﷺ کی زبانی سننے والے کا نام روایت سے حذف کر دیا جائے۔ حدیث مرسل کی مشہور اور صحیح تالیف

یہی ہے اور فتح المنیث عراقی میں بھی اسی طرح آیا ہے اس کے علاوہ فقہاء اور
اصولیین نے بھی یہی رائے قائم کی ہے جس پر ابن قنطان کا یہ قول گواہ ہے
جس میں اس نے کہا ہے: ارسال کسی شخص کا کسی دوسرے شخص سے روایت
کرنا ہے جسے اس نے خود صاحب حدیث سے نہ سنا ہو۔ ابن حزم نے کتاب
الاحکام فی اصول الاحکام میں کہا ہے: حدیث مرسل وہ حدیث ہے جو راوی
اور پیغمبر ﷺ کے درمیان فقط ایک ناقل رکھتا ہو
یا زیادہ تر راوی ساقط کر دیے گئے ہوں اور ایسی حدیث کو "منقطع" بھی
کہا جاتا ہے جو غیر قابل قبول ہے۔ اس وسیلے سے کوئی دلیل مستحکم نہیں ہو سکتی
کیونکہ مجہول شخصیت نے اسے بیان کیا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں مجہول شخص
کی روایت اور شہادت سے پرہیز لازم ہے جب تک کہ اس کے متعلق معلومات
فراہم نہ ہو جائیں۔ خواہ اس روایت کا راوی عادل یہ کیوں نہ کہہ دے کہ اسے
میرے لئے ثقہ انسان نے نقل کیا ہے، بہر حال ہم پر واجب نہیں کہ اس پر
توجہ دیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نزدیک وہ انسان ثقہ ہو اور اسے دوسرے
اشخاص کی طرح جو اس کے غیر ثقہ ہونے کا علم رکھتے ہیں اطلاع نہ ہو ایسی صورت
میں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں جرح اولیٰ بتدیل پر مبنی ہے..... اس کے علاوہ
حیات پیغمبر ﷺ میں آپ پر جھوٹ بولا جانے لگا
اور پھر عصر صحابہ میں منافقین اور مرتدین کا وجود بھی مسلم ہے ایسی حالت میں
کسی کا یہ کہہ دینا کہ ایک صحابی سے نقل ہے "یا یہ کہ پیغمبر اکرم ﷺ
کے ساتھ ہم نشینی رکھنے والے نے میرے لئے یہ حدیث نقل کی ہے، کسی طرح بھی
قابل قبول نہیں ہے مگر یہ کہ اس شخص کا نام لیا جائے اور وہ شخص نیک نامی

میں مشہور بھی ہو۔ خداوند اعزوجل نے فرمایا ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى
الْإِنْفَاقِ لَا يَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَاعِدَ يَوْمَ تَمُوتُنَّ ۖ فَيُرَدُّونَ إِلَىٰ

(سودہ توبہ ۹-آیت ۱۰۱)

عَذَابٍ عَظِيمٍ

اور (مسلمانوں) تمہارے اطراف کے گنوار و دیہاتیوں میں سے بعض منافق ہیں اور خود اہل مدینہ میں بھی (بعض منافق ہیں) جو منافق پر اڑ گئے ہیں (اے رسول!) تم ان کو نہیں جانتے (مگر ہم ان کو خوب) جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انکی سزا کو دینا ہی ہیں (دوہرا کریں گے۔ پھر یہ لوگ (قیامت میں) ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے) ہم اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا ہیں کہ عینیہ بن حصن، اشعث بن قیس، اور عبداللہ بن سرح کے مانند صحابہ کا ایک گروہ مرتد ہو گیا جس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جسکو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی ہنا جزادی حضرت اسماءؓ کے غلام عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت اسماءؓ نے مجھے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ: مجھ سے نقل کیا گیا ہے کہ تم نے تین چیزوں کو حرام کر دانا ہے: دھاری دار لباس، ارعوانی رنگ والے گھوڑے کی ردپوش اور سجب کے روزے۔ ابن عمرؓ نے اس سے انکار کرتے ہوئے یقین دلایا کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ اس بنا پر حضرت اسماءؓ جن کا شمار قدما صحابہ اور فاضلہ عورتوں میں ہوتا ہے جو ہنی ابن عمرؓ سے منسوب جھوٹی حدیث سنئی ہیں تو آشفہ خاطر ہو کر ان سے اس بارے میں سوال کرتی ہیں اور اس کے جھوٹ ہونے کا پتہ لگاتی ہیں۔ اس صورت میں ہر شخص پر واجب ہے کہ روایت کو اسی شخص سے قبول کرے جس کا نام مسلم، جس کی عدالت آشکار اور جس کی شخصیت

ار حقیقت یہی ہے اور ابن حزم نے اسے اچھی طرح سمجھا ہے۔

مسلم ابو۔ عقیل نے ابن عوف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایوب سختیانی نے محمد بن سیرین کے لئے ابوقلابہ سے ایک حدیث نقل کی، محمد بن سیرین نے کہا ابوقلابہ مرد صالح ہے مگر ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کو کس سے نقل کیا ہے حلیہ میں ابن مہدی کے ذریعے ابولہبید سے نقل ہوا ہے کہ اس نے شیوخ خوارج میں سے ایک تابع کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: یہ تمہاری دینی احادیث ہیں دیکھ بھال لو کہ تم اپنے دین کو کس سے لے رہے ہو اس لئے کہ ہماری حیالت تھی کہ جب ہمیں کوئی چیز پسند آئی تو ہم اس کے لئے حدیث گرٹھ لیا کرتے تھے حافظ بن حجر کہتے ہیں: حدیث کی مسم حدیث مرسل پر احتجاج و استناد غیر قابل تحمل ہے کیونکہ خوارج کی بدعتیں آغاز اسلام میں اس وقت سے شروع ہوئیں جبکہ صحابہ کی کثرت تھی اور اس کے بعد تابعین اور ان کے بعد آنے والے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا جو چیز انھیں پسند آئی اسے حدیث کا عنوان دے کر پیش کرتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی شخص کسی بات کو سننا اور حسن ظن کی بنا پر اسے حدیث بنا دیتا اور یہ نہ کہتا کہ کس نے اس سے یہ بات کہی ہے، پھر دوسرا اس سے اسی بات کو نقل کرتا اور پھر اس کے بعد کوئی اور اس طرح کے منقطعہات سے استناد کرتا جبکہ نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ اس مسم کی احادیث پر استناد و اعتماد کرنے لگتے درآں حالیکہ اصل منشاء وہی محتاج ہے ہم بیان کر چکے ہیں۔

۱۔ کتاب الاحکام۔ ص ۴۔ ج ۴

۲۔ نوذی نے اپنی کتاب "التقریب" میں منقطع کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ: قول صحیح جس پر فقہاء ابن عبدالبر اور دیگر محدثین متفق ہیں، منقطع وہ ہے جس کے اسناد متصل نہ ہوں اس بنا پر اس کے انقطاع کی جو بھی صورت ہو مگر زیادہ تر ایسے مقام پر استعمال ہوتا ہے جہاں تابعی کسی صحابی سے نقل ہو جیسے مالک کا ابن عمر سے نقل کرنا۔ ص ۷۔

۳۔ توجیہ النظر۔ ص ۲۴۵

مراسیل

صحابہؓ

یہ حق مراسیل غیر صحابہ سے متعلق گفتگو اور اس سلسلے میں شدت اختیار کی گئی ہے لیکن مراسیل صحابہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: بنا بر مشہور اس کا حکم، حکم موصول ہے۔ جمہور بھی اس سے متفق ہیں۔ ابن صلاح کا کہنا ہے: ہم اصول فقہ میں "مرسل صحابی" یعنی ایسی روایت کو جو مثلاً یہ کہ جس طرح ابن عباسؓ اور دیگر نوجوان صحابہؓ نے پیغمبر ﷺ سے روایت نقل کی ہے درآں حالیکہ انہوں

نے خود اس کو پیغمبر سے نہیں سنا، الزاع مرسل اور اس کی اقسام میں شمار نہیں کرتے کیوں کہ اس طرح کی روایات حکم موصول منذ اور نقل از صحابہ ہیں اور صحابی کو نہ جانا پریشان کن امر نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کل کے کل عدول ہیں۔

حافظ عراقی نے کہا ہے: ابن صلاح کی یہ بات کہ اس قسم کی روایات کو صحابہ نے نقل کیا ہے، محل نظر ہے، کیونکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان میں بیشتر روایات وہ ہیں جنہیں صحابہ کی ایک جماعت نے بعض تابعین سے سنا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ مرسل صحابہ اور غیر صحابہ میں کیوں فرق کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں مرسل صحابہ کو حکم موصول میں رکھا گیا ہے کہ جس سے تمسک ضروری ہے مگر اخذ مرسل غیر صحابہ میں اختلاف ہے حالانکہ صحابہ بھی تابعین اور دوسرے لوگوں کی طرح تھے اور جو کچھ دیگر لوگوں کے لئے جائز ہے۔ صحابہ کے لئے بھی روا ہونا چاہیے جیسا کہ تاریخ نے لکھا ہے اور قرآن اس کا مؤید ہے۔ دیگر تمام لوگوں سے سرزد ہونے والے امور صحابہ سے بھی سرزد ہوئے کیوں کہ ان کے درمیان منافقین بھی تھے اور مرتدین کیا رہے، اور وہ لوگ بھی جو ماردھاڑ کرتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کیا کرتے تھے اور یہی نہیں بلکہ اس کے بعد ان میں سے بعض مرتد بھی ہوئے اس طرح کے امور ان کی تاریخ سے ہویدا ہیں اور کوئی منصف عاقل ان سے دفاع نہیں کر سکتا۔ اس موضوع پر ہم نے عدالت صحابہ کے بارے میں اپنی دوسری کتاب "اصول علی السنۃ المحمدیہ" میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

یہ بیچہ شریعہ کی راہ اور اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں ہے جس سے انسان کو اپنی نفسی و مادی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد ملے۔ اگر انسان کو اپنی نفسی و مادی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد نہ ملے تو وہ اپنی نفسی و مادی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد نہ ملے۔

مكتبة المتحف

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

والتبرع

طعن و تشنیع کا نشانہ بنے یقیناً کوئی اور صحابی نہ بن سکا اور طعن و تشنیع بھی ایسی کہ اس کا فقط ایک جز بھی ان کی ترویج اور ان کی روایات کو ناقص بنانے کے لئے کافی تھا مگر انفساً ناک بات یہ ہے کہ ان سے ان کی اہلیت کے برخلاف سلوک کیا گیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ رجال جرح و تعدیل نے ان کے اور دیگر تمام اصحاب کے ساتھ یکساں رویہ اختیار نہیں کیا، وہ اس طرح کہ انہوں نے جو قواعد تمام روایات کیلئے مرتب کئے تھے اس سے ابوہریرہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور ان پر دوسروں کی طرح جرح و تنقید نہیں کی بلکہ ان کا شمار ان راست گو عادلوں میں کیا جن کی روایات میں شک و تردید نہیں ہونا چاہیے انہوں نے ابوہریرہ کے وثوق میں اس مبالغے سے کام لیا کہ جن روایات کو انہوں نے سرکار رسالت مآب ﷺ کے دہن اقدس سے نہیں سنا بلکہ اصحاب اور تابعین سے نقل کیا ہے انہیں حکم مرفوع میں گردانہ حالانکہ انہوں نے ان احادیث کے بارے میں نہ تو پیغمبر اکرم ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے۔ اور نہ ہی صحابہؓ و تابعین میں سے کسی کا نام لیا ہے۔ تاکہ ان کی حقیقت حال کو پرکھا جاسکے۔ ممکن ہے جس شخص سے ابوہریرہ نے نقل حدیث کی ہے اس نے حدیث کو براہ راست پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا ہو بلکہ کسی صحابی یا تابعی سے نقل کیا ہو اسلئے کہ صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ تھا کہ یہ تصریح کئے بغیر کہ انہوں نے حدیث کو کس سے سنا ہے ایک دوسرے سے نقل حدیث کیا کرتے تھے، اور تابعین کی بھی یہی حالت تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ روایت کو اپنے ہی ساتھیوں سے نقل کرتے جیسا کہ کتب الاحبار جو تابعی تھا اور اپنے ساتھیوں ہی سے نقل کیا کرتا تھا جیسا کہ صحابہ اس سے نقل حدیث کرتے کیوں کہ اس وقت کوئی اسناد حدیث کی پرستش نہیں کرتا تھا جیسا کہ مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ علم دین ہے، اچھی طرح دیکھ بھال لو کہ تم اپنے دین کو کس سے لے رہے ہو، پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس وقت لوگ اسناد حدیث کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے، اور جب

فتنہ و فروع پذیر ہوا یعنی قتل حضرت عثمانؓ کے بعد تو یہ طریقہ عمل میں آیا کہ ناقیلین حدیث سے کہا جانے لگا: رجال حدیث کے نام کو ایسی صورت میں اگر بالفرض ابوہریرہ اپنی روایات میں سچے تھے تو یہ کیسے معلوم کہ ان سے بیان کرنے والا شخص بھی سچا ہی ہو گا؟ اس لئے کہ ہمیں اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے کیونکہ ابوہریرہ نے اس کا نام ہی نہیں لیا۔ ضمناً ہم یہاں ایک اہم سوال نقل کرتے ہیں جسے علامہ عراقی نے "ارسال" کی تنقیح میں اٹھایا ہے اور خود ہی اس کا جواب بھی دیا ہے۔ علامہ آغاز میں کہتے ہیں: "ارسال" سند سے کسی صحابی کو ہٹا دینا ہے اور جب صحابہ کل کے کل عدول ہیں لہذا ان کے نام لینے یا نہ لینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا پھر اس سلسلے میں اختلافات کیوں پیدا کئے گئے ہیں؟ اس کے بعد وہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں بے شک صحابہ عدول ہیں مگر وہاں جہاں مخالفت اور مدارعت نہ ہو اور کبھی احتمال عیب و نقص کے سبب کسی کے بارے میں سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے ایسی حالت میں اس کی بیان کردہ حدیث سے اس وقت تک پرہیز لازم ہے جب تک کہ وہ اس عیب و نقص سے مبرا نہ ہو جائے۔ اب ہم مجہول راوی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے استاد محمد عبدہ کے شاگرد محدث، فقیہ رشید رضا کا بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:۔۔۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اہل کتاب سے روایات شدہ کسی حدیث کو بغیر نام راوی قبول کر لیا جائے اور یہ قول معروف کسی کو دھوکہ نہ دے کہ "مراسل صحابہ" حجت ہیں اور ان کی تردید شدہ روایات، مرفوع روایت کا حکم رکھتی ہیں اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ ابوہریرہ کذب الاحبار سے روایت کیا کرتے تھے نیز یہ کہ ان کی بیشتر روایات "مرسلہ" ہیں تو لازم ہے کہ اس ناماؤس

۱۔ قواعد التحدیث، قاسمی۔ ص ۱۲۲ اور ۱۶۴

۲۔ اس عظیم دانشمند نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ کی بیشتر روایات

"مراسل" ہیں اور بجا ہے اگر کوئی بعض محدثین کے اس قول پر مغرور نہ ہو کہ

مراسل صحابہ "حجت ہیں۔

حدیث میں جہاں پیغمبر اکرم ﷺ سے سننے کے متعلق ان کی تصریح نہیں ہے تامل کیا جائے۔ اس صورت میں اگر انکی روایات اسرائیلیات سے یا اس مانند ہوں تو اس بات کا احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو کعب الاحبار سے لیا ہے اور یہی احتمال خود اس بات کیلئے کافی ہے کہ ایسا بیان جو سبب وقوع اشکال ہو اسے ہم پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دے کر قبول نہ کریں۔

۱۔ سماع ابو ہریرہ بھی مورد تردید ہے جس کی مثال "خدا نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا" والی روایت ہے جس میں انہوں نے اس روایت کو پیغمبر ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ اس وقت ان کا ہاتھ درست مبارک پیغمبر اکرم ﷺ سے تھا اور اس حالیکہ انہی حدیث متفق ہیں کہ انہوں نے اس روایت کو کعب الاحبار سے سنا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

رجال حدیث کی نقیض گوئی

jabir.abbas@yahoo.com

رجال حدیث کی سچائی بھی عجیب و غریب ہے کیونکہ وہ اپنے ہی قواعد کی تطبیق میں تناقض کے قائل ہیں چونکہ وہ ابوہریرہ اور ان جیسے اصحاب کی روایات کو جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ سے نہیں سنا گیا ہے حکم "مرفوع" میں شمار کر کے ان سے تمسک کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ اسی طرح کی غیر صحابہ سے نقل کی جانے والی روایات کو حکم مرسل میں جانتے ہیں حقیقتاً

رجال حدیث اپنے اس روئے سے راویوں کو الگ الگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ان کے امور کو دو مختلف ترازوں میں تولتے ہیں اور کوئی ان سے یہ بھی نہیں پوچھتا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ گویا اس بارے میں ان کے لئے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے کوئی قطعی حکم جاری ہو رہے جس سے وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں اس کی مخالفت نہ ہو جائے، اور بالفرض اگر ہم اس کو قبول بھی کر لیں کہ صحابہ کل کے کل عدول ہیں جب بھی خصوصیت کے ساتھ ابوہریرہ کے سلسلے میں جس کی تاریخ ہم پر واضح ہے اور ان پر لگائی گئی تہمتوں کا ہمیں اچھی طرح علم ہے ہم یہ قبول نہیں کر سکتے کہ اس طرح کی مطلق عدالت میں انکو شامل کر لیا جائے یا ایسی عدالت ان کو چھو کر بھی گئی ہو۔ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ انھیں رجال حدیث نے "تدلیس وارسال" کو اسباب جرح و تعدیل سے جانا ہے۔ ایسی صورت میں اسی باعث ابوہریرہ پر جرح کرنی چاہیے تھی کیونکہ وہ تدلیس اور ارسال دونوں سے کام لیتے لیکن مقام افسوس ہے کہ رجال حدیث نے انھیں آزاد چھوڑ دیا تاکہ وہ جو چاہیں نقل کریں اور کسی نے بھی ان کی روایات پر شک نہیں کیا اور نہ ہی ان پر جرح کی ہے کیوں کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں! اس گفتگو کے اختتام پر اب ہم صحابہ اور غیر صحابہ پر اپنے قواعد کی تطبیق کے سلسلے میں وہ حق بات نقل کرتے ہیں جس کی تصریح علماء کلام نے کی ہے اور جو ہماری بحث کی موید بھی ہے۔ انہوں نے کہا ہے: ۱۔

۱۔ جانا چاہیے کہ محدثین کے نزدیک اسباب جرح و تعدیل کا مدار پانچ چیزوں پر ہے۔ اول بیعت دوم مخالفت۔ سوم غلط۔ چہارم جہالت اور پنجم سندیں دعویٰ انقطاع اس طرح کہ روای پر دعویٰ قائم کیا جائے کہ وہ تدلیس یا ارسال سے کام لیتا ہے۔ اور مجملہ شیخ المحدثین "ابوہریرہ" تدلیس اور ارسال دونوں سے کام لیتے تھے۔

در حال حدیث کے انوکھے پن کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ
 علی بن المدینی (در حال جرح و تدریل کے دو بزرگ) اور ان جیسے دیگر بزرگوں
 کی ایک شخص سے متعلق بدگونی و عیب جوئی کو جھوٹ سے نسبت دی ہے اور
 اس کے بارے میں تمام محدثین کی موافقت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے مگر احادیث
 ابو ہریرہ کے بارے میں جس کی کسی صحابی نے موافقت نہیں کی ہے بلکہ حضرت
 عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ نے ان کی تکذیب کی ہے۔ حجت و دلیل
 لاتے ہیں۔

البوہریرہ

کی

بنی امیہ سے

وابستگی

قبل اس کے کہ ہم ابوہریرہ کی بنی امیہ سے وابستگی اور ان کی پیروی اور طفراری کے بارے میں کچھ لکھیں اور یہ بتائیں کہ انہوں نے کس لئے ان سے تعلقات استوار کر رکھے تھے اور کیوں انہوں نے اپنے آپ کو ان کے زیر سایہ قرار دیا تھا۔ ضروری ہے کہ چند مختصر الفاظ میں اس خاندان کی حقیقت کو آشکار کریں اور پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے

سلوک کو اس دن سے بیان کریں جب آپ نے اعلان رسالت فرمایا تھا کہ کس طرح انہوں نے ہر ممکن کوشش سے آپ کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کی اور آپ سے ہر دم برسرِ پیکار ہے نیز اس بات کی وضاحت کریں کہ اس خاندان کے بلائے عظیم اور گروہِ ستم کار کے رہبر معاویہ نے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے حق میں کس کس طرح کے ظلم و ستم روا رکھے یہاں تک کہ اس کا دل مکرو فریب و زہر کے ذریعے ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا اور ساتھ ہی اہل حق و حقیقت پر اس کے ظلم و ستم کی اس داستان کو روشن کریں جس کے ذریعے اس نے اپنی حکومت کو مستحکم کیا اور بتائیں کہ اس نے اور اس کے خاندان والوں نے مسلمانوں کی فرمانروائی سے کس کس طرح کے فوائد حاصل کئے اور کس طرح دستِ بدست حکومت بطور ارث ان کے تصرف میں آئی اور یہ کہ شوریٰ عادلہ نے کس طرح استبداد کی سلطنت کا روپ دھار لیا، خاندان بنی امیہ کے ان تمام حالات اور ان کی حقیقت سے روشناس ہونے کے بعد استحکامِ سلطنت کے لئے زورِ شمشیر اور خزانے کے بل بوتے پر ان کی ترغیب و تحریص اور خوف و ہراس سے توسل کا سبب خود بخود آشکار ہو جاتا ہے۔

بنو امیہ اور خاص کر اس کے سربراہ ابوسفیان بن حرب کی پیغمبرِ اکرم ﷺ اور آپ کے خاندان والوں سے کینہ و عداوت کوئی ڈھکی چھپی یا نئی بات نہیں ہے جو ظہورِ اسلام کے بعد رونما ہوئی ہو، بلکہ اس کینہ و دشمنی کا تعلق بہت قدیم ہے جو عہدِ جاہلیت ہی سے ان کے سینوں میں بنی ہاشم کے خلاف چلی آرہی تھی جس کے بعد بے شمار اسباب تھے اور یہ کتاب اس تذکرے کی حامل نہیں جن شائقینِ مطالعہ کو اس پرانی دشمنی اور نزاع کے بارے میں تفصیل کے ساتھ معلومات فراہم کرنی ہوں انھیں چاہیے کہ عظیم مورخ "مقرب بنی" کی "تالیف" التنازع والتخاصم فیما بین بنی امیہ و بنی ہاشم کا مطالعہ فرمائیں۔

بنی امیہ کی طرف سے اس دشمنی کی آگ اس دن انتہائی شدت کیساتھ شعلہ ور ہوئی جس روز سرکار رسالت مآب نے اپنی دعوت کا اعلان فرمایا آپ سے دشمنی پر کمر بستہ ہونے والی پہلی شخصیت ابوسفیان کی ذات تھی جس نے اس گناہ عظیم کے بوجھ کو جنگ و جدال کے ساتھ اپنے دوش پر اٹھایا۔ اس کی یہ دشمنی تقریباً ۲۰ سال کی طویل مدت یعنی روز فتح مکہ سنہ ۸ ہجری تک برقرار رہی۔ اس دن بھی بجز تسلیم کے اور کوئی چارہ نہ تھا اور اس نے اپنے باطنی میلان کے برخلاف کراہت کے ساتھ فقط زبان کی حد تک اسلام کی گواہی دی مگر اندر سے اس کا دل ایمان سے خالی تھا کیوں کہ جہدم رسالت مآب نے اس سے سوال کیا: ابوسفیان کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم میرے رسول خدا ہونے کی گواہی دو؟ تو ابوسفیان نے کہا: ابھی یہ بات میرے دل میں کھٹک ہی ہے حافظ مغرب ابن عبد البر نے "الاستیعاب" میں ابوسفیان کی تاریخ حیات پر گفتگو کرتے ہوئے اسے اچھی طرح رسوا کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ابوسفیان اسلام قبول کرنے کے بعد بھی منافقین کی پشت پناہی کرتا رہا۔ دور جاہلیت میں اس کا شمار زنا رتہ میں ہوتا تھا، اس کی زندگی نابکاریوں سے توام تھی اور اس کا اسلام کسی طرح بھی درست نہ تھا۔ نیز یہ کہ ابوسفیان اور اسکاتر زندقہ معاویہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کہا تھا: جاؤ آج ہم نے تمہیں آزاد کیا۔ اور یہ بھی کہ ابوسفیان "مولفہ قلوبہم" میں شامل تھے یعنی اس کا شمار اس گروہ میں ہوتا تھا جسے مسلمان اس خون سے اپنے صدقات کا ایک حصہ دیا کرتے تھے کہ وہ انکے ہاتھوں امن و امان میں رہیں یا پھر انہیں اسلام لانے کی امید والبتہ کی جاتی نہیں تو اسلام میں استواری کی اس ہی ان کا مطلع نظر ہوتا، مگر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت

میں اس قسم کے صداقت کی سختی سے ممانعت کر دی اور کہا: "اب رشوت مینے کا زمانہ ختم ہو چکا، کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔" ذکر شدہ مفایم کے مطابق ابوسفیان اور معاویہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی کمک فقط اس لئے ہوتی کہ مسلمانوں کو ان کے آزار سے بچایا جائے کیونکہ بقول ابن عبد البر "ان کا اسلام صحیح نہیں تھا۔" اسی سبب ابوسفیان، معاویہ اور اس خاندان سے متعلق ان کے پیروکار اپنے دلوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی دشمنی چھپائے پھرتے تھے اور ہر وقت انھیں آزار پہنچانے کے درپے تھے، ان کا یہ طرز سلوک برابر جاری رہا یہاں تک کہ اموی عہدہ دار خلافت حضرت عثمان کا دور آپہنچا یہ وہ دور تھا جس میں بنی امیہ کو اپنی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کے لئے بڑے اچھے مواقع ہاتھ لگے اور انہوں نے لوگوں پر تفوق حاصل کرنے کی پرانی خواہش اور تمام بلادِ عربی پر چھا جانے کی تمنا کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کر دیں اور یہ جابا کہ ان کا یہ تسلط "اموی اسلام" کے زیر سایہ ہو۔ اس بناء پر حضرت عثمان کی سیاست اس بات کی مقتضی ہوتی کہ وہ بنی امیہ میں سے اپنے رشتہ داروں کو امور سلطنت میں شامل کر لیں لہذا انہوں نے اپنے بیشتر عمال بنی امیہ سے منتخب کئے جن میں سے ایک مروان بن حکم تھا جیسے انہوں نے اپنا منشی اور امانت دار مقرر کیا۔ اور جس نے ان تمام چیزوں کو جنھیں اسلام نے برپا کیا اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی کوششوں نے استوار کیا تھا جن میں قبائلی عصبیت سے جنگ اور تحکیم اتحاد عرب اس طرح شامل تھے کہ ان میں کسی تنازعہ یا بھڑکے کا عنصر باقی نہ رہا، یکسر ملبیامیٹ کر دیا۔ کیونکہ اموی حکومت کی بنیاد تمام عرب کی فرمانروئی نہ تھی بلکہ اس کا تعلق ایک مخصوص قبیلے اور گروہ سے تھا لہذا بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان دور جاہلیت کی قدیم دشمنیاں پھر عود کر آئیں حضرت عثمانؓ نے معاویہ کے دائرہ نفوذ میں وسعت پیدا کی اور انھیں تمام بلاد شام کا والی مقرر کیا جبکہ وہ حضرت عمرؓ کی جانب سے، تنہا شام اور اس کے گرد و نواح

کے مختصر حصے پر والی مقرر کئے گئے تھے۔ قتل حضرت عثمانؓ کے بعد معاویہ نے اپنے دل میں چھپے ہوئے اموی کینہ کو آشکار کیا اور جس طرح ابوسفیان نے رسول خدا ﷺ سے سلوک کیا تھا بالکل اسی طرح اسنے بھی حضرت علیؓ علیہ السلام کے ساتھ سلوک کیا اس طرح کہ ہمیشہ حضرت علیؓ علیہ السلام کے خلاف لوگ لوگوں کو بھڑکانا رہا اور اسنے برسہا برس پیکار رہا یہاں تک کہ حضرت علیؓ علیہ السلام ناگہانی طور پر شہید کر دیئے گئے آپ کے بعد اب حضرت امام حسن علیہ السلام کی باری تھی جنھیں اسنے زہر کے ذریعے شہید کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے یزید نے جگر گوشہ رسول مقبول حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور ان کی طرف سے آسودہ خاطر ہو گیا۔ معاویہ نے تخت سلطنت پر تسلط پانے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اپنے عمال کو خطوط کے ذریعے مطلع کیا کہ حضرت علیؓ علیہ السلام پر ہر نماز میں اور تمام مناہر پر لعن کیا جائے۔ اہلیت اور ان کے پیروکاروں میں سے کسی کی شہادت قبول نہ کی جائے اور حضرت علیؓ اور ان کے فرزند کے دوستوں کا نام دیوان سے محو کر کے ان کے عطایا اور اوراق کو بند کر دیا جائے اور بڑے امنوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بھی اس سلسلے

۱۔ حضرت عمر کے زمانہ میں جب دمشق فتح ہوا تو اس پر معاویہ کے بھائی یزید بن

ابوسفیان کی حکومت تھی جو ام حبیبہؓ زوجہ حضرت رسول خدا ﷺ علیہ السلام

کے بھائی بھی تھے۔ یزید بن ابوسفیان عقیقے عرب میں ہوتا تھا سنہ ۱۸ھ

ہجری کے طاعون کا شکار ہوا۔ حالت احتضار میں اسنے اپنے بھائی معاویہ

کو اپنا جانشین بنایا اور پھر حضرت عمرؓ کی جانب سے احترام یزید میں اسکا نفاذ

عمل میں آیا۔ (کتاب سیر اعلام النبلاء — ص ۲۳۷ اور ۲۳۸ — ج ۲)

۲۔ یہاں تک کہ یہ روایت دنا پسندیدہ روش اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ ۹۹ سے ۱۰۱ھ ہجری کے

درمیان عمر بن عبد العزیز خلیفہ عادل خلافت پر مامور ہوئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ

حضرت عمر بن عبد العزیز کو بھی زہر دے کر مارا گیا کیونکہ وہ امویوں کی روش کے خلاف حکومت

کر رہے تھے اور ان کا طرز عمل اسلام سے قریب تھا۔

میں معاویہ کی معاونت اور پشت پناہی کی۔ چونکہ حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؓ علیہ السلام سے حدیث افک کے سلسلہ میں دشمنی تھی اور پھر یہ بھی کہ آپ ان کی سوکن حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی صاحبزادی کے شوہر تھے اور حضرت عائشہؓ کو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد بھی لسنے جلایا تھا۔ یہ تمام امور اس وقت ردینا ہوئے جب لوگوں نے صحیح طور پر حضرت علیؓ علیہ السلام سے رجوع کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معاویہ کا آپ سے طرز سلوک وہی تھا جسے ہم نے بیان کیا۔ اسی بنا پر تمام پیشوایان اہل سنت

۱۔ تعجب اس بات پر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہی وہ پہلی ہستی تھیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے ناپسندیدہ افعال پر گزرتے ہوئے کہا تھا: "یہ رسول کا پیرا ہے جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوا اور آپ کا دین روز بروز ال ہے۔" وہ یہ بھی کہا کرتی تھیں "اس نعل بڑھے کھوسٹ بچو"۔ نے حضرت علیؓ علیہ السلام سے صحیح معنوں میں بیعت کی تو بھی حضرت عائشہؓ تھیں جنہوں نے کہا: "مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ آسمان زمین پر گرے۔ اور پھر اس کے بعد انہوں نے جنگ کی آگ کو طلحہ اور زبیر کی مدد سے بھڑکایا۔ الخ۔

۲۔ حدیث افک کی داستان کو مرحوم طبرسی نے مجمع البیان میں "ان الذین جادو بالافک" آیت کے ذیل میں تفصیل سے نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کئی کے نام قرعہ نکلتا آپ اس کو اپنا شریک سفر بناتے۔ ایک غزوہ (غزوہ بنی المصطلق) میں قرعہ میرے نام نکلتا، سفر سے بڑھے نواح مدینہ میں ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ کوچ سے کچھ دیر پہلے میںا قضاے حاجت کے لئے درنکل گئی جب واپس لوٹی تو میں نے دیکھا میرا گلو بند غائب ہے۔ میں اس کی جستجو میں واپس لوٹی۔ تلاش میں دیر ہو گئی اور جب

و شیخہ اس بات پر متفق ہیں کہ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ظلم دستم

(۴) میں اسے ڈھونڈ کر واپس آئی تو میں نے دیکھا قافلہ جا چکا تھا اور میرے ہوج کو یہ سمجھ کر کہ میں اس میں موجود ہوں ادنٹ پر چڑھا کر شکر نے روانگی اختیار کر لی تھی۔ ایسے وقت میں جب کہ بیابان ہرزیمجیواۃ سے خالی تھا نیند نے مجھ پر غلبہ کیا۔ صفوان بن مططل السہمی نے جو قافلہ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے مجھے اس حال میں دیکھا۔ جب میں بیدار ہوئی تو میں نے فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ صفوان نے ایک لفظ زبان سے نکالے بغیر اپنے ادنٹ کو بٹھایا اور مجھے سوار کر کے خود ادنٹ کو ہٹکا تا ہوا قافلہ تک پہنچا، انھیں دونوں میں ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوئی اور لوگوں نے جن میں عبداللہ بن سلول بھی تھا میرے بارے میں باتیں بنانی شروع کیں۔ مگر لوگوں کے موضوع بحث سے متعلق مجھے قطعاً کوئی علم نہ تھا، فقط جوابات میں نے محسوس کی کہ یہ تھی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ پہلا سالوک میرے پاس آکر سلام کرتے اور حال احوال پوچھ کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک شب کو میں اپنی خالہ زاد بہن ام مسطح کے ساتھ جا رہی تھی کہ اچانک اس کا پیڑ ٹکھڑا یا اور وہ زمین پر گر گئی اور مسطح کو کو سننے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ جنگ بدر میں حصہ لینے والے صحابی کو کیوں گامیاں دے رہی ہو تو اس نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو کہ اس نے تمہارے لئے کیا کیا باتیں بنائی ہیں اور داستان انک کو میرے لئے نقل کیا اور اس کے بعد سے میری بیماری نے اور بھی شدت اختیار کر لی۔ پھر میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر گئی اپنی ماں سے اس پریشانی کا تذکرہ کیا۔ میری ماں نے مجھے دلہاس دیا اور برابر میری دلہاری کرتی رہیں۔ ان دنوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بارے میں اسامہ بن زیدؓ اور حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام سے مشورہ فرما چکے تھے "اسامہ" نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں کہا تھا کہ حضرت عائشہؓ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہم نے ان سے سبزا اچھائی اور کچھ نہیں دیکھا مگر حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا تھا: اگر آپ اتنے فکرمند ہیں تو بلا سبب اپنے آپ کو ملکان نہ کریں۔ عورتیں بہت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت عائشہؓ کی کنیز "بریرہ" سے بھی ان کے بارے میں معلومات فراہم کیں "بریرہ ایک راست گویا عورت تھی۔ آپ نے بریرہ کو طلب فرما کر اس سے پوچھا: بریرہ تم نے عائشہؓ کے بارے میں کوئی ایسی چیز

سے کام لیا۔ اور یہ ستمگاری اس حد تک بڑھی کہ اس نے خوفناک خونریزی افقہ و فساد اور گناہوں کی فراوانی کو جنم دیا جس کے شر سے آج تک مسلمان محفوظ رہ سکے اور شاید ان شرور و فتن کا سلسلہ یوں ہی قیامت تک برقرار رہے۔ معاویہ وہ پہلا شخص تھا جس نے اسلام میں شورا کی اہمیت کا خاتمہ کر دیا۔ اور قہراً اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے فرزند یزید کے لئے لوگوں سے بیعت کا طلبگار ہوا اور آخر الامر اخذ بیعت کے بعد ان کی پائیداری کے لئے مختلف طریقوں سے ایجا و خوت و ہراس پھیلانے کا طمع و ترغیب کے ذریعے لوگوں کو ہتھیلے پر

دیکھی ہے جس سے ہمارے دل میں ان کے لئے کوئی شک پیدا ہو گیا ہو؟ بریرہ نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی بجز اس کے کہ وہ ایک جوان اور ناچختہ عورت ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں خدا سے چاہتی تھی کہ خواب یا کسی اور ذریعے سے یہ بات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشن ہو جائے مگر میں یہ توقع نہیں کر رہی تھی کہ میری برائت میں کوئی آیت نازل ہو اور جب آیہ انک میری برائت میں نازل ہوئی تو سرور کائنات میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عائشہ تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے تمہاری ان ہمتوں سے برائت کے سلسلے میں آیت نازل کی ہے یہ سن کر میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو اور اٹھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہارِ سپاسگزاری کرو۔ میں نے ان سے کہا: میں خدا کے سوا کسی کی سپاسگزار نہیں بنتی اس لئے کہ اسی نے میرے لئے یہ آیت نازل کی ہے۔

۱۔ اکابر علماء جرمن میں سے ایک دانشمند نے شرفی مکہ کی ایک شخصیت کے حضور ایک مسلمان سے کہا تھا: حقیقتاً ہمیں چاہیے کہ ہم معاویہ بن ابوسفیان کے مجسمے کو اپنے پایہ تخت برلن کے کسی میدان میں نصب کریں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ آخر کیوں اور کس لئے؟ تو اس نے کہا: کیوں کہ معاویہ وہ ہستی ہے جس نے اسلامی نظام حکومت کو ڈمو کر اسی سے دوبارہ قومی عصیت کی طرف لوٹایا اور اگر یہ کام معاویہ کے ہاتھوں انجام نہ پاتا تو آج دنیا کا چپہ چپہ اسلام کے زیر اثر ہوتا اور اس وقت ہم اہل جرمن تمام یورپی اقوام کے ساتھ مسلم عرب ہوتے (کتاب الوحی المحمدی۔ ص ۲۳۲)

مجبور ہوا۔ جو بھی اس کام میں اس کا مدارض بنتا وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ جیسے حسن بن علی علیہ السلام، عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبد الرحمن بن خالد بن ولید نہ ہر سے شہید کر دیئے گئے اس کے علاوہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو تلوار سے تہ تیغ کیا گیا اور جو بھی اس راہ میں اس کا ہنگام ہوتا اور اس کی حکومت سے اظہار خوشنودی کرتا وہ اس کے انزاع و اقسام کے عطایا اور نخبشوں سے بہرہ ور ہوتا اور ادنیٰ مقام پاتا، جس طرح ابو ہریرہ، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص اور دیگر افراد اس کی مہربانیوں کا سبب بنے۔ اختتام بحث پر ہم مادیہ کے بارے میں حسن بصری کی ایک جانب گفتگو کو جسے انہوں نے بر بنائے روایت طبری لکھا ہے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: معاویہ سے

۱۔ جس دم لوگ یزید سے بیعت کے لئے مادیہ کے اطراف جمع ہوئے تو خطباء باوجود عدم رضایت لوگوں کی جانب سے کھڑے ہو کر خطبے دینے لگے، ایسے میں یزید بن تمیم نامی ایک شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنی تلوار کو کسی قدر نیام سے باہر نکال کر مادیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: امیر المؤمنین یہ ہے اور پھر یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اگر مرد یہ ہے تو پھر اس سے مخالفت کرنے والے کے لئے یہ ہے اور اشارہ اپنی تلوار کی طرف کیا۔ یہ دیکھ کر مادیہ نے کہا: درحقیقت تم سید خطباء ہو کر کتاب البیان والبتین۔ ص ۷۷ کتنی مضحکہ خیز بات ہے اگر آج کی دنیا میں مادیہ کا کوئی سر سخت حامی پیدا ہو کر یہ کہے مادیہ "مہدی" ہے اور اہل شام کے لئے اس کا دہی مرتبہ ہے جو مالک کا اہل مدینہ کے لئے تھا اور اس کے لئے اس طرح کی ایک روایت بھی نقل کرے جو خود اس کی طرح بے بنیاد ہو کہ: پروردگار احباب و کتاب اسے تسلیم فرما یا اور اس کے حق میں اپنے عذاب سے درگزر فرما اور اسے بہشت بریں میں داخل کر۔"

— پھر یہ بھی کہا جائے کہ جو کوئی اس حدیث کو نہ مانے وہ اسلام کے تمام

قوانین کا منکر ہے اس کے بعد یہ بھی فرماتے ہیں کہ مادیہ کے صحابہ اور حوالی ان کے لباس کو

تبرک کے طور پر ان سے لے جاتے تھے۔ العجب ثم العجب۔

چار عمل سرزد ہوئے جن میں سے تنہا کسی ایک کا ارتکاب ہی عظیم ترین معاصی کا موجب تھا۔ پہلا یہ کہ سفہاء اور بے خرد لوگوں کو اس امت پر مسلط کیا اس طرح کہ لوگوں کے امور کو اُن کے ہاتھوں سے بغیر مشورت لئے چھین لئے حالانکہ ابھی بقایا ہی صحابہ اور صاحبان فضیلت امت کے درمیان کثرت سے موجود تھے۔ دوسرے یہ کہ اس نے اپنے شرانجوار فرزند یزید کو جو دائم الخمر تھا اور ریشمی لباس زیب تن کرتا تھا نیز یہ کہ تار و طنبور سے بھی شغف رکھتا تھا اپنی علانیت پر مخصوص کیا۔ تیسرے یہ کہ زیاد کے لئے بی بی ہوا کہ وہ اس کا بھائی ہے جبکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا الولد للفراش وللعاهر الحجر "چوتھا عمل حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کا قتل تھا۔"

عوام الناس

اور

معاویہ

معاویہ کی نسبت سے عوام الناس تین گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک گروہ ان مروان خدا کا تھا جو میباک تھے اور حق کی حمایت اور اللہ کی نصرت میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو غیر جانب دار تھے اور جنہوں نے ظالموں سے جنگ کی بھاری ذمہ داری اور اس بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اوامر الہی سے اپنے آپ کو سبکدوش کر رکھا تھا جن میں عبداللہ بن

عمرؓ، محمد بن مسلمؓ اور دیگر بے شمار لوگ شامل ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو مادیرہ کے پیر و کارہتھے اور جو کچھ وہ چاہتا تھا اسے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کی ضد پر اس کی مدد کرتے تھے خواہ وہ مدد جھوٹی روایات کے ذریعے کیوں نہ رہتا ہو جس میں اس کا اور اس کے خاندان والوں کا مرتبہ بڑھا کر اور حضرت علی علیہ السلام کی منزلت کو گھٹایا جاتا تھا، جیسے احادیث ابو ہریرہؓ اس کے علاوہ نکرہ نکار کا بہم پہنچانے والے بھی اس گروہ کے ارکان ہیں جنہوں نے مکہ و فریب کو اپنا رکھا تھا جیسے عمرو بن العاص اور اس کا لڑکا عبداللہ بن عمروؓ اس کے علاوہ مغیرہ بن شعبہ، ابو موسیٰ الاشعری اور یعلیٰ بن امیہ کا شمار بھی اسی گروہ میں ہوتا ہے۔ ان تمام افراد کے ساتھ کوئی نہ کوئی غرض وابستہ تھی جس کی تعقیب میں وہ لگے رہتے تھے۔

اب ہم پہلے گروہ کے بعض افراد کی شرح زندگی کے بارے میں تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر

-
- ۱۔ عبداللہ بن حبیب ناقل ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مرتے وقت کہا: مجھے اپنے دنیاوی امور میں کسی عمل پر کوئی پریشانی لاحق نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے ظالموں کے ساتھ جنگ میں علی کی مدد کیوں نہ کی (کتاب الاستیعاب ابن مہاجر۔ ص ۳۸۱ - ج ۱)
 - ۲۔ ابن ملیکہ ناقل ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے: "آخر مجھے صفین اور سلمانوں کے کشت و خون سے کیا سروکار تھا کاش میں اس واقعے سے بیس سال قبل مر گیا ہوتا۔ اور مجھے یہ جنگ نہ دیکھنی پڑتی۔ اب میں اپنے کئے پر پشیمان ہوں اور بارگاہ احدیت سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ جنگ صفین میں عبداللہ بن عمرؓ، مادیرہ کے پرچم دار تھے مگر بعد میں انھیں اپنے کئے پر بڑی ندامت تھی اور ہر وقت استغفار کیا کرتے تھے۔ (کتاب الاستیعاب۔ ص ۳۸۲ - ۳۸۳ - ج ۱-۲)

قیام کیا ان میں سے بیشتر افراد وہ تھے جنہوں نے تلوار اٹھائی اور برسرِ پیکار ہوئے ایسے افراد کی تعداد زیادہ بلکہ غیر قابلِ احصاء تھی، حضرت عثمانؓ کے زلمے میں جن بزرگوں نے معاویہ کے خلاف شورش کی ان میں عبادہ بن الصامتؓ، الخزرجی بھی تھے جن کا شمار روسای النصار میں ہوتا تھا، اس لئے معاویہ نے برہم ہو کر ایک خط حضرت عثمانؓ کو لکھا اور کہا: اب کوئی کسر باقی نہیں رہی کہ عبادہ شام کی فضا کو خراب کر کے میرے خلاف شورش بپا کریں۔ اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ عبادہ حضرت عمرؓ کے زلمے میں بھی معاویہ سے اُلجھے اور کہا:- جس سرزمین پر تہ رہتے ہو میں وہاں رہنا پسند نہیں کرتا اور یہ کہہ کر انہوں نے مدینہ کا رخ کیا اور جب حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھا تو کہا: عبادہ تم شام چھوڑ کر یہاں رہا ہے اے؟ عبادہ نے معاویہ کے تمام کثرتِ شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: واپس جاؤ، براؤ ہو وہ سرزمین جس پر تم اور تم جیسے افراد نہ ہوں۔ معاویہ کی تم پر کوئی حکمرانی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ میں کتنا فرق اور فاصلہ تھا۔ ہم آئندہ صفحت میں عبادہ کا ایک اور واقعہ نقل کریں گے۔

معاویہ کے ردِ مقابل آنے والی ایک اور ہستی ابوذر غفاریؓ کی ہے جنکے بارے میں جنابِ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا "زیرِ آسمان اور روی زمین پر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ اور جب معاویہ کے بارے میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی سختی آتا کہ پہنچتی تو معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ: ابوذرؓ نے شام کی فضا کو میرے لئے تاریک بنا دیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: اسے سخت ترین وسیلہ کے ساتھ ہمارے پاس بھیججو: معاویہ نے ایسا ہی کیا اور انہیں چند افراد کی نگرانی میں مدینہ روانہ کیا اور تاکید کی کہ دن اور رات مسلسل سفر میں رہیں۔

اور انھیں کہیں آرام کرنے کا موقع نہ دیا جائے، ابھی ابوذر مدینہ نہ پہنچے تھے کہ سختی راہ سے ان کی تمام رانیں پھل گئیں اور وہ قریب المرگ ہو گئے اور جب حضرت عثمانؓ کے روبرو آئے اور ان سے مادیہ کے طرز عمل کی تشریح کی تو حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ پیغمبر کے اس سچے رفیق کار کو ربذہ شہر پر رکھا جائے۔ ابوذر ربذہ میں رہے یہاں تک سنہ ۳۲ یا ۳۳ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

سعد بن ابی وقاص کا شمار بھی اسی گروہ میں ہوتا ہے کہ جب مادیہ کے روبرو آئے تو انھیں امیر المومنین کے عنوان سے سلام نہیں کیا۔ مادیہ نے کہا: سعد امارت مومنین کے عنوان سے مجھے سلام کرنے میں کیا چیز حارح ہوئی تو سعد نے کہا: ہم مومن ہیں اور ہم نے تجھے اپنا امیر مقرر نہیں کیا ہے اور اگر تم اپنی اسی امارت پر خوش ہو تو خدا کی قسم مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ اس طرح کی امارت رکھ کر اس کی راہ میں کسی کا ایک قطرہ خون بھی بہاؤں، اور مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ مادیہ نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا: ابو ترابؓ کو "سب" کرنے میں تمہیں کیا چیز مانع ہے۔ سعد نے کہا: میں ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے یاد ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں تین باتیں کہی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب ترین انسان تصور کرتا اور وہ میرے لئے ہر سرمایہ سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو شکر کشی کے ایک موقع پر جب آپ حضرت علیؓ کو اپنا جانشین مقرر کر رہے تھے یہ کہتے ہوئے سنا: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہو جو ہارونؓ کو

۱۔ ربذہ شرق مدینہ میں ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے اور عراقی حاجیوں کی راہ میں پڑتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی قبر مبارک بھی وہیں موجود ہے۔

موسیٰؑ سے بھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا: اس کے علاوہ میں نے خبیر کے دن پیغمبر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: آج میں علم اس کو دوزگاہ جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ یہ سن کر ہم نے اپنی گردنوں کو بلند کیا تاکہ دیکھ سکیں۔ یہ اعزاز کس کو ملتا ہے پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا: علی کو بلاؤ اور جب چیز لمحوں بعد آپ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ حاضر ہوئے تو سرور کائنات ﷺ نے علم آپ کو عطا فرمایا اور آپ اس لڑائی سے فہمند واپس لوٹے اور تیسرا موقع وہ تھا جب آیت: تَعَالَوْنَا بَنَاءَنَا... الخ (سورہ آل عمران آیت ۶۱) کا نزول عمل میں آیا تو حضرت ختمی مرتبتؐ نے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو پاس بلایا اور فرمایا "خداوند ایہ ہیں میرے اہل بیت" اور یہ بات آپ نے ان ہستیوں پر دامن کسا ڈال کر کہی تھی، سلام اللہ علیہم جمیعاً۔

جسدم معاویہ مدینہ میں وارد ہوا اور ابوقتاوہ انصاری اسکی ملاقات کو گئے تو معاویہ نے ان سے کہا: سب لوگ مجھ سے ملنے آئے سجز تمہارا اگر وہ انصار آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ابوقتاوہ نے جواب دیا۔ ہمارے پاس سواری کے مرکب نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا: وہ تمہارے پانی لادنے والے اونٹ کیا ہوئے؟ ابوقتاوہ نے جواب دیا ہم نے ان سبکو جنگ بدر میں تم اور تمہارے باپ کے ساتھ لڑنے میں تلف کر دیا۔ معاویہ بولا: ابوقتاوہ ٹھیک کہتے ہو، اس دن ابوقتاوہ کی معاویہ کے ساتھ جو گفتگو عمل میں آئی وہ یہ تھی کہ:

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ کے بعد ہم آنفوں میں گرفتار ہوں گے۔ معاویہ نے کہا: ایسی صورت میں پیغمبر ﷺ نے ہمتیں کیا مشورہ دیا۔ ابوقتاوہ نے جواب دیا۔ آپ نے ہسر کرنے کی

تلفیق فرمائی۔ معاویہ نے کہا۔ بھگت اسی طرح صبر کرتے رہو جب تک کہ ان سے ملاقات نہ ہو جائے۔

نیز یہ کہ حکم بن عمرو الغفاری جنہیں حکم بن الاقرع بھی کہا جاتا تھا زیادہ کی طرف سے دلی خراسان تھے۔ زیاد نے اس معنوں پر شق ایک خط ان کو لکھا کہ: امیر المومنین معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ میں کل کا کل زرو سیم اکھا کے اس کے پاس بھیج دوں۔ لہذا آج سے تم لوگوں کے درمیان کچھ بھی تقسیم نہ کرنا، حکم نے اس کے جواب میں لکھا۔ "تمہارا امیر المومنین کے حکم پر مبنی ارسال زر و سیم سے متعلق خط موصول ہوا مگر میں نے اللہ کی کتاب کو امیر المومنین کے خط سے پیشتر پڑھ لیا ہے خدا کی قسم اگر زمین و آسمان کے دروازے کسی پر بند ہوں اور وہ شخص پر سیرگاری کو اپنائے اور اس پر ثابت قدم رہے تو خداوند عالم اس کے لئے ایک نئی راہ کھول دیتا ہے، والسلام" اس کے بعد اس نے لوگوں کو خبردار کیا کہ اپنے اموال و حقوق لینے کے لئے آمادہ رہیں اور ساتھ ہی جو کچھ اس کے پاس تھا اسے بھی لوگوں میں تقسیم کر دیا اور کہا خداوند اگر میں نیکی کا ر لوگوں میں شمار ہوتا ہوں تو مجھے آج کے بعد زندہ نہ رکھ۔ اور کچھ عرصہ بعد خراسان میں کسی مرض کا شمار ہو کر چل بسا۔ یہ تھے نامی و برجستہ افراد رحم اللہ و رضی عنہم۔

علاوہ ازیں ایک دن معاویہ نے طعنہ دیتے ہوئے اسامہ بن زید سے کہا خدا رحمت کرے۔ ام ایمن پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی میں اس کی دونوں پینڈلیوں کو دیکھ رہا ہوں جو شتر مرغ کی طرح بھٹیں۔ اسامہ نے اس کے جواب میں کہا: بخدا وہ ہند (مادر معاویہ) سے بہتر تھی اور محترم تر بھی معاویہ نے تعجب سے پوچھا محترم تر بھی؟ اسامہ نے کہا: ہاں خداوند عالم فرماتا ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ وَسُورَةُ الْحَجَرَاتِ آيَةُ ۱۳

معاویہ نے خطباء کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ منبر پر حضرت علی علیہ السلام کو "سب" کریں۔ ایک دن احنف بن قیس جو اس کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے اس بارے میں معاویہ سے الجھ پڑے اور بات زیادہ بڑھ گئی معاویہ نے ان سے کہا اب اگر یہی بات ہے تو تمہیں بھی منبر پر جا کر علی کو برا کہا ہوگا۔ احنف نے احتراز کیا اور جب دیکھا کہ معاویہ کو اس بات پر اصرار ہے تو انہوں نے کہا: کہ میں منبر پر جا کر اچھی طرح تمہارے بارے میں تضاد کروں گا، معاویہ نے پوچھا: تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ احنف نے جواب دیا: منبر پر جا کر خدا کو اس طرح پکار کر کہو: خداوند اچھی طرح جانتا ہے کہ علی علیہ السلام اور معاویہ کو ایک دوسرے سے اختلاف تھا اور آپس میں جنگ و جدال رکھتے تھے۔ خداوند اتو، تیرے فرشتے اور تمام پیامبر لعنت کریں اس پر جسے دوسرے کے حق میں ستم کیا۔ اور لوگوں سے کہو: تم آمین کہو۔ معاویہ کھیانا ہوا اور لعاب دہن حلق سے اتارتے ہوئے کہنے لگا۔ احنف جاؤ میں نے تمہیں منایا۔ اس موصوٹ پر ہم اس سے زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتے کیونکہ اس ستم کے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے اور تاریخ کی کتابیں ان کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں مرووں کے علاوہ عورتیں بھی شامل ہیں: جلیس، سورہ بنت عمارہ، بکارہ الہمالیہ، زرقا، بنت عدوی، ام اسنان بنت خثیمہ، عکرشہ الاطرش وغیرہ وغیرہ جن کی تعداد غیر قابل شمار ہے۔

اب ہم تیسرے کردہ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو معاویہ کے ساتھ مل کر اس کی مدد کیا کرتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ اسی گروہ کا ایک فرد

۱۔ الساب الاشراف بلاذری۔ ص ۷۷۵۔ ج ۱۔ ام ایمن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ اور اسامہ کی والدہ تھیں۔

تھا جس کو معاویہ نے کوفہ کا والی مقرر کر کے کہا تھا۔ مجھے بہت کچھ تم سے کہنا تھا مگر تمہاری عقل پر بھروسہ کر کے ان کے تذکرے سے صرف نظر کرتا ہوں البتہ چند باتیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ علی علیہ السلام کی برائی اور بدگوئی سے مطلق دریغ نہ کرنا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ حضرت عثمانؓ کے لئے طلب مغفرت کرنا اور ان پر رحمت بھیجنا، تیسرے یہ کہ ہمیشہ اصحاب علی کی عیبجوئی کرنا اور انھیں اپنے سے دور رکھنا۔

عمر بن عاص کا شمار بھی اسی زمرے میں ہوتا ہے جس نے اپنے لڑکے عبد اللہ بن عمرو کے ساتھ تلوار کے ذریعے معاویہ کی یادری کی۔ عمرو نے اپنی چالاک اور مکاری کے ساتھ جو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی معاویہ کی ہر طرح مدد کی حتیٰ کہ علی اور آل ابوطالب علیہم السلام کی مذمت میں جعلی حدیث تک سے دریغ نہیں کیا۔ یہاں ہم فقط ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں جسے شخصین نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: عمر بن عاص بیان کرتا ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے آشکار سنا کہ آپ فرما رہے تھے: آل ابوطالب میرے دوست نہیں ہیں بلکہ میرے دوست خدا اور مومنین صالحین ہیں۔

عروہ بن زبیر کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے یہاں بھی ہم فقط ان کی دو حدیثوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں جسے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں رسول خدا کے پاس تھی کہ ایسے میں عباسؓ اور علی علیہ السلام وارد ہوئے، پیغمبر اکرم ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا عائشہؓ یہ دونوں افراد میری قوم یا میرے دین سے ہٹ کر مر رہے گے۔ دوسری حدیث یوں ہے کہ: حضرت عائشہؓ نے کہا: "ختمی مرتبتؓ"

۱۔ تاریخ طبری کے صفحہ ۱۰۸ جلد ۶ سنہ ۵۱ ہجری کے واقعات اور تاریخ ابن اثیر صفحہ

۲۰۲ جلد ۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

نے مجھ سے فرمایا اگر تم اہل دوزخ کے دو افراد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتی ہو تو دیکھو ان دونوں کو جو آرہے ہیں۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا عباس اور علی علیہ السلام آرہے تھے نعوذ باللہ من ذلک وتعالی اللہ ورسولہ من ذلک البہتات العظیم،

یہ ہیں اس عظیم گروہ کے وہ چند افراد جنہیں ہم نے بطور مثال پیش کیا ہے۔ اور جن کا کام ہی یہ تھا کہ معاویہ کو اپنی زبان اور روایات کے ذریعے جنہیں وہ پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دیا کرتے تھے، کھینچانے رہیں۔ اگر ہم اس قسم کی سب باتوں کا تذکرہ کرنا چاہیں تو اس کی داستان کافی طویل ہوگی۔ جن لوگوں نے تلوار کے ذریعے معاویہ کی مدد کی۔ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جن میں کمال تاسف کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کے صحابہ بھی کثرت سے موجود تھے بہر حال اس گروہ کا شمار کبھی ناممکن ہے۔ مذکورہ مطالب کے تذکرہ اور اس مقدمہ کی مختصر تمہید کے بعد اب ہم دوبارہ اپنی موضوع بحث یعنی بنی امیہ کے ساتھ ابوہریرہؓ کی دوستی اور ان کی پیروی کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

ابو ہریرہ اور

معاویہ

کی

پیروی

jabir.abbas@yahoo.com

ابو ہریرہ کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس بات
حکایت فرمائی ہے کہ ان کی پیغمبر اکرم ﷺ سے مصاحبت فقط
پیٹ کی بناء پر تھی اور یہ کہ صفہ کو پیام گاہ بنانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہاں
لگوں کے بچے ہوئے اموال اور صدقات سے ارتزاق کریں۔ انہوں نے پیغمبر
اکرم ﷺ حضرات ابو بکر و عمر کے زمانے میں گمنامی

کی زندگی بسر کی مگر او آخر عہد حضرت عمرؓ میں جس وقت بحرین کی ولایت کے عہدہ دار بنے تو انہوں نے قابلِ توجہ سرمایہ اکٹھا کیا۔ یہی وقت تھا جب وہ گوشہ گمنامی سے نکل کر لوگوں میں ظاہر ہوئے اور جس وقت حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان جنگ کی آگ بجھنے لگی یا دوسرے الفاظ میں ہاشمی اور اموی خاندان میں بجھی ہوئی جنگ کی وہ آگ جو ختمی مرتبت اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں ان کے زور و طاقت کی بناء پر بجھ چکی تھی دوبارہ روشن ہوئی اور او آخر عہد حضرت عثمانؓ سے مسلمان مختلف دستوں اور فرقوں میں بٹنے لگے تو ابو ہریرہؓ بھی بمقتضای طبع و ہواۓ نفس معاویہ کی طرف بھج گئے کیونکہ اس کی طرف مال دنیا، خوشحالی اور اسباب عیش و نوش کے وہ تمام سامان فراہم تھے جو حضرت علیؓ کی طرف نہ تھے۔ اس کے برعکس آپ کے برعکس آپ کے پاس زہد و تقویٰ کا وہ سرمایہ تھا جس کا کوئی خریدار نہ تھا۔ ابو ہریرہؓ تو یوں بھی ان امور سے بیزار تھے پھر وہ کیونکر معاویہ کی جو کھٹ سے صرت نظر کر سکتے تھے جہاں ہر قسم کے کھانوں سے سجا ہوا رنگین دسترخوان تھا اور ہر طرف انمول (عطا کی بارش) تھی!۔ ایسے حالات میں کس طرح نفسانی خواہشات قابو میں

۱۔ ابن طباطباجہ ابن طعطق کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب "الغزوی" کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ معاویہ دن میں پانچ دفعہ کھانا کھاتا تھا لیکن آخری خوراک سب سے زیادہ بھاری ہوتی تھی مگر اس کے باوجود دسترخوان سے اٹھتے ہوئے اپنے غلام سے کہتا۔ لے غلام دسترخوان سمیت لے کر میں تھک گیا ہوں مگر تم مجھ ابھی سیری نہیں ہوئی ہے اور ایک دست یہ اس نے چڑھائی دینا کے ساتھ ایک پھٹا بچڑا اور چار موٹی نان کی ردیاں ایک گرم اور ایک سر و بکری کے بچے کے ساتھ دوسرے کھانوں کے علاوہ لاش کیا۔ لیکن البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۱۹ میں ابن کثیر کی روایت کے مطابق: معاویہ دن میں سات مرتبہ کھانا کھاتا تھا۔ اس کی غذا گوشت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

رہ سکتے تھے وہ بھی ابو ہریرہ جیسے انسان کے لئے جو ہمیشہ شدت فقر و بھوک میں مبتلا رہے بقول خود ان کے کبھی ایسا ہوتا کہ غش کھا کر دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑتے پھر کس طرح ممکن تھا کہ وہ بنی امیہ کی ایسی عظیم الشان طاقتور حکومت کو اس کے عالیشان دسترخوان کا ساتھ چھوڑ کر علیؑ کی طرف جھک جاتے۔ جن کی خوراک جو کی سوکھی روٹیاں تھیں۔ یہ بات طبع

احولے اور خزانے کے ساتھ پھلوں پر مشتمل تھی لیکن اس کے باوجود اسے سیری نہیں ہوتی تھی اور وہ کہتا تھا تنگ کیا ہوں۔ مگر ابھی پیٹ نہیں بھرا۔ احمد اور مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: جاؤ معادیہ کو ایک آؤ میں گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور واپس لوٹا۔ اور آپ سے عرض کی کہ وہ کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے مجھے دوبارہ جاننے کے لئے کہا۔ میں دوبارہ گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اب بھی کھانے میں مشغول ہے۔ میں پھر حضورؐ کی خدمت میں واپس آیا اور آپ کو اس کے بارے میں خبر دی۔ تیسری مرتبہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے۔ اس لئے معادیہ کو کبھی سیری نہیں ہوتی تھی۔ اب ہم معادیہ کے کھاؤں کی توصیف میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جسے احنف بن قیس نے نقل کیا ہے۔ احنف کہتے ہیں۔ ایک دن میں معادیہ کے پاس پہنچا میرے لئے گرم و سرد ترش و شیریں ہر قسم کے کھانے لئے گئے۔ ان کھاؤں میں ایک خدا کی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے معادیہ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: منتر سے بھری ہوئی مرغابی کی آنت ہے جسے روغنِ پستہ میں بھون کر اس پر طبرزد (ایک خاص قسم کی شکر) چھڑکا گیا ہے۔ یسن کہ مجھے گریہ لگو گیر ہوا۔ معادیہ نے رونے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا مجھے علی علیہ السلام یاد آرہے ہیں کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے کھانے اور افطار کا وقت پہنچا۔ آپ نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے پاس رہ جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے لئے ایک سر بہ مہر

بشریٰ اور غرائزِ نفسانی سے ہماہنگ نہیں۔ مگر وہ مختصر سے طبایعِ جھٹیں
 اللہ نے لغزشوں سے بچایا ہے۔ اب ہم اس منزل پر آگئے ہیں جہاں ابوہریرہؓ
 کی داستان کو آلِ ابی العاص کے ساتھ بالعموم اور تمام بنی امیہ کے ساتھ
 بالخصوص حب و عداوت بیان کریں اور پھر اس کے بعد ان مطالب و روایات
 کو بھی پیش کریں جسے انہوں نے اس خاندان کے لئے نقل کیا ہے۔

تھیلی لائی گئی۔ میں نے پوچھا اس تھیلی میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جو کی روٹیاں ہیں۔ میں
 نے کہا آپ کو خوف تھا کوئی بے نہ جائے یا یہ کہ کوئی کھانا چاہے۔ ۱۔ ۲۔

آپ نے فرمایا: نہیں، ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں مجھے خوف تھا کہ کہیں
 حسن و حسینؑ میں سے میرا کوئی فرزند ان روٹیوں کو روغن سے آلودہ نہ کر دے۔ میں نے
 کہا، مگر کیا روغن حرام ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ بیشوا یا ان حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے
 آپ کو ضعیف ترین انسانوں کی صف میں شامل کریں تاکہ غریب و بے لڑا انسان
 فقر و تنگدستی کے سبب شورشِ پسا نہ کریں۔ یہ سن کر معاویہ نے کہا: احسن تم نے ایک
 ایسی شخصیت کا ذکر کیا جس کا فضل غیر قابلِ انکار ہے (کتابِ شہداء در تالیف و ترویج
 ابوسعید منصور بن حسین الابی متوفی ۴۲۲ ہجری۔ ص ۲۲)

ابوہریرہ بنی امیہ کی حکومت میں کس طرح شامل ہوئے

حکومت بنی امیہ میں ابوہریرہ کی شمولیت ایک دلچسپ داستان ہے جسے ہم یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ قارئین کرام اس سرگزشت پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جدم ابوہریرہ نے دیکھا کہ بنی امیہ مسند حکومت پر تکیہ زن ہیں اور شہادت حضرت علی علیہ السلام کے بعد انہوں نے زمام امور کو اپنے قبضے میں

لے کر ایک بار گئی اپنے آپ کو مسلمانوں کا بادشاہ گردانا ہے اور امر و نہی، حل و عقد، عزل و نصب یہ تمام امور ان کے تصرف میں آگئے ہیں تو بسا بہر اقتضای طبع ابوہریرہ نے بھی اس فرصت کو غنیمت جانا اور دیگر ابن الوقت اور منفعت جو لوگوں کی طرح وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے پیش نظر مقصد کو ہدف قرار دے کر قسم کھائی کہ جس طرح بھی ہو وہ اپنے آپ کو اس تک ضرور پہنچائیں گے۔ ان کا ہدف و مقصد یہ تھا کہ وہ اس نئی حکومت میں اپنی جگہ پیدا کریں تاکہ پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں جو ذلت و خواری انہوں نے برداشت کی ہے اس کا ازالہ ہو جائے اور نتیجتاً وہ اس حکومت کے شریک سود و سیم بن جائیں۔ لیکن یہ کام ابوہریرہ جیسی شخصیت کے لئے جو صحابہ میں کمترین درجہ کے حامل تھے ناممکن تھا۔ کیونکہ نہ تو وہ کسی قسم کی نمایاں شخصیت کے حامل تھے، نہ ہی انہوں نے کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دیا تھا، وہ نہ سیاستمدار تھے، نہ جنگ آزمایا تھا اور نہ ہی خطیب و شاعر جس سے وہ اس جیسی نوخیز اموی حکومت کی مدد کرتے جو سراسر بے بنیاد اور نامناسب طریقے سے عمل میں آئی تھی۔ ان مذکورہ عمل و اسباب کے باعث ابوہریرہ جو اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ اچھی طرح سمجھتے تھے اس بات پر عاجز ہوئے کہ کوئی جدت اختیار کریں اور ایک ایسی نئی راہ نکالیں جس کے ذریعے زیادہ آسانی کے ساتھ اپنے مدعا کی تکمیل کر سکیں لہذا انہوں نے سوچا کہ اگرچہ اس حکومت کی بنیاد سیاسی فریب، چالاک اور ظلم و ستم پر استوار ہے مگر بہر حال اسے ایک ایسے امر کی شدید ضرورت ہے جو اس بنیادی جدید کو گرنے سے روکے اور اسے اسی طرح قائم و دائم رکھے۔ مبادا لوگ نافرمانی پر اتر آئیں اور شورش و طغیان پیا کریں یا پھر اس سے اظہار برائت کرنے لگیں۔ یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ طاقتور وسائل و اسناد کے ساتھ اس کی پشت پناہی نہ کی جائے اور قوای مادی کے بدستور زیادہ طاقتور وسائل وہ اسناد ہیں جن کا

رخ ذات گرامی ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہے۔ وہ ذات گرامی جس کے آگے تمام گردنیں خاضع اور تمام پیشانیاں سرنگوں ہیں۔ پھر اس سے بہتر اور کیا بات ہے کہ وہ اموی حکومت کی تائید میں آپ ہی سے احادیث منسوب کرنے لگیں کیونکہ اس زمانے میں اور رنج کل بھی احادیث بنوئی دلیل و دعوؤں کی تائید میں محکم ترین اور طاقتور ترین اسلحہ ہے جسے افراد یا جماعتوں کے مقابل پیش کیا جاتا رہا ہے اور حجب ابوہریرہ کو یہ فکر پسند آئی اور انہوں نے اس کی حقیقت اور نتائج کا اندازہ کیا تو مصمم ہوئے کہ اس کام کو اپنے ذمہ لے کر اس وسیلے اور اسلحہ کو بنی امیہ کے حق میں بروئے کار لائیں اور انھیں اپنی وضع کردہ روایات کے ذریعے محکم پہنچا کر لوگوں کو ان کے مخالفوں کی طرف مائل ہونے سے باز رکھیں اور واضح رہے کہ بنی امیہ کے مخالف حضرت علی علیہ السلام ہی تھے۔ ابوہریرہ نے اس مقصد کی تائید کے لئے ایک اور اسکیم بھی بنائی اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے لوگوں اور خاص طور سے بنی امیہ پر یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ احادیث پیغمبر ﷺ کی روایت کے سلسلے میں وہ تمام صحابہ پر فوقیت رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ تنہا انسان ہیں جنہیں پیغمبر ﷺ کی طرف سے یہ اعزاز اور یہ امتیاز حاصل ہے اور اس امتیاز کو ابتداء میں انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ پیغمبر ﷺ نے ان کے پیراہن میں دو شکاف پیدا کئے جس کے سبب دیگر صحابہ کے برخلاف ان کا حافظہ تیز ہو گیا اور تمام احادیث انھیں حفظ ہونے لگیں۔ لہذا وہ احادیث پیغمبر کے لئے بالکل درست اور صحیح مرجع ہیں۔ پھر اس ادعا کے ساتھ انہوں نے ایک اور دعویٰ بھی کر دیا کہ انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے دو برتن یا دو پیالے (وعائین) حاصل کئے جس میں سے ایک کو وہ منظر عام پر لاتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کے پوشیدہ رموز رکھنے والے دوسرے پیالے کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ وہ پیالہ

اسی طرح ان کے پاس رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بالآخر دلچسپ حدیث "مزور" کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ واضح ہونا چاہیے کہ اس قسم کے نقوشوں کو مرتب کرنے میں جو چیز ابوہریرہ کی معاون تھی وہ یہ تھی کہ اس زمانے میں احادیث پیغمبر (جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں) قرآن مجید کی طرح مدون و محفوظ نہیں تھیں کہ کوئی ان میں کمی بیشی نہ کر سکے لہذا اہل جعل و تزویر پر باب "وضع" کھلا ہوا تھا، پھر یہ کہ معاویہ کے زمانے میں ان بزرگ صحابہ کا فقدان بھی ابوہریرہ کو ان کی اسکیم میں مدد دے رہا تھا جن سے انھیں ہر وقت خوف و ہراس تھا۔ خاص طور پر حضرت عمر کا فقدان جنھوں نے ابوہریرہ کو روایت حدیث سے منع کر کے ملک بدر کرنے کی دھمکی دی تھی اور اس جرم میں انھیں تازیانے بھی لگائے تھے یہاں تک کہ انہوں نے خود اس بات کی تقریر کر دی کہ حضرت عمر کی حیات تک انھیں روایت حدیث کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

حدیث

بسط

ثوب

jabir.abbas@yahoo.com

ابو ہریرہ نے ظاہر اس حدیث کو اپنی دفاع کے لئے جعل کیا ہے۔
کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں وہ نقل حدیث میں کثرت کی بنا پر مورد الزام
ٹھہرائے گئے تھے مگر در باطن انھیں یہ ثابت کرنا تھا کہ نقل حدیث میں انکی
قوت حافظہ کو وہ کمال حاصل ہے جو تمام صحابہ میں اور کسی کو نہیں بخاری

اور دیگر کتب نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: آپ یہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ، پیغمبر ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کرتا ہے اور یہ کہ مہاجرین و انصار میں سے کیوں کوئی ابوہریرہ کی طرح نقل حدیث نہیں کرتا اس کا سبب یہ ہے کہ مہاجر بھائیوں کو لین دین اور کاروبار نے مشغول بنا رکھا تھا۔ مگر میں اپنے پیٹ کی خاطر ہمیشہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہتا اور ان کے غیاب میں آپ کے حضور ہوتا۔ اور اگر وہ لوگ کسی بات کو بھول جاتے تو میں اسے یاد رکھ لیا کرتا تھا اسی طرح سے میرے انصار بھائی بھی سرگرم اموال تھے، مگر میں فقراء و صنف سے ایک مرد فقیر تھا اور جو بات وہ بھول جاتے میں اسے یاد رکھ لیا کرتا تھا اور جس دم پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ: جو کوئی میری گفتگو کے دوران اپنا جامہ پھیلانے اور اختتام سخن پر اسے سمیٹ لے تو میری کہی ہوئی باتیں اسے ہمیشہ یاد رہیں گی تو میں نے بھی اپنا جامہ پھیلایا اور اختتام سخن پر اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا اسی لئے پیغمبر اکرم ﷺ کی گفتگو مجھے یاد رہی۔ ابوہریرہ نے اس حدیث میں کہا ہے کہ خود انہوں نے اپنا جامہ پھیلایا مگر ذہبی نے انہیں سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کی پشت سے جامہ کو نکال کر اپنے اور ان کے درمیان بچھایا۔ یہ ہے ذہبی کی حدیث جسے انہوں نے سعد بن ابی ہند کے ذریعے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم نے ان سے فرمایا: ابوہریرہ تم کیوں اپنے دوستوں کی طرح مجھ سے غنا کم کا تقاضا نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: میں آپ سے وہ باتیں سیکھنا چاہتا ہوں جو خدا

۱۔ فتح الباری۔ ص۔ ۲۳۱

۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۹۔ ج۔ ۲۔

[illegible]

”ستاره نما“ بنیر اچسرخه نیا، سرتا شایه اکتا شایه

۴۰

له ج - ۵۶ ص - مسدود - این طبقه ۱ -

[illegible]

کے بطلان میں بعض باتیں سامنے آتی ہیں، اول: یہ بات اجاگر کی ہے کہ مہاجرین کو لین دین اور کاروبار نے مشغول بنا رکھا تھا اور اسی طرح انصار بھی اپنے باغات اور کھیتوں میں سرگرم عمل تھے، گویا درحقیقت انہوں نے مہاجرین و انصار میں سابقین و ادیین کو بھی اسی لاٹھی سے ہانکا ہے۔ ابوہریرہ کی یہ گفتگو کیا وقعت رکھتی ہے کہ تمام مہاجرین کو کاروباری امور نے مہر و بنا رکھا تھا۔ جبکہ خداوند عالم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے ”رَبَّاعِلَالٌ لَّيْسَ فِيهِمْ مِّمَّكَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ الْخ“ پھر ایسی صورت میں اس گفتگو کی کیا اہمیت ہوگی جو معارض و مخالفت کتاب خدا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابوہریرہ کی ایسی کوئی شخصیت تھی کہ وہ رسول خدا ﷺ کے خصوصی اصحاب کی غیر موجودگی میں آپ کے حضور شرفیاب ہوتے اور جو باتیں انہوں نے فراموش کر رکھی ہوں وہ ایسے خاطر نشین کرتے۔ ابوہریرہ اس گفتگو کو برطی ڈھٹائی اور شرم و حیا سے عاری ہو کر بیان کرتے ہیں۔۔۔۔۔

جی ہاں وہ ایسے سوت پر یہ بات کہہ رہے ہیں جب حضرت عمرؓ نہیں نہ حضرت عثمانؓ، نہ علیؓ علیہ السلام ہیں اور نہ طلحہؓ و زبیرؓ نہ عمارؓ نہ مقدادؓ نہ بوذر اور نہ ہی ان جیسے دیگر افراد۔ ابوہریرہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ لوگ حضرت علیؓ علیہ السلام کے اس مقام و منزلت سے اچھی طرح آگاہ ہیں جو پیغمبر اکرم ﷺ سے قربت اور قرابت کے سبب انھیں حاصل تھی۔ نیز یہ بھی جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے انھیں اپنی آغوش مبارک میں تربیت دی اور ہر روز ایک ایک کر کے انھیں اپنے آداب و اخلاق کے نکات سمجھائے اس کے علاوہ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام، سرور کائناتؐ کے بعد سب سے زیادہ صاحب فکر و نظر اور آپ کے اسرار و رموز کے حامل اور آپ کی حکمتوں کے وارث ہیں۔۔۔۔۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ علیؓ جیسا ان ان باتوں کو بھول جائے جنہیں ابوہریرہ نے ذہن نشین

کر لیا ہو یا یہ کہ ابو ہریرہ نے جن باتوں کو بیان کیا علی انھیں مخفی رکھیں۔ ؟
 سبحانک ہذا بہتان عظیم، علاوہ ازیں ایسے مہاجرین کی تعداد قلیل تھی جو لین بن
 اور کاروباری امور میں مصروف رہتے تھے۔ البتہ فضیلت میں مہاجرین کے بہترین
 نمونے ابو ذر، مقداد اور عمار جیسی ہستیاں تھیں پھر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے
 کہ ”صفہ“ میں بیٹھنے والے ابو ہریرہ کے ستر مسابھتوں میں سے جن کی توصیف میں
 انہوں نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس پہنے کے لئے ڈھنگ کے کپڑے تک نہ تھے
 بلکہ وہ اپنے اطراف ایک بوسیدہ سی چادر لپیٹ کر اسے گردن سے گره لے دیا کرتے
 تھے اس آخری وصف تک جو انہوں نے بیان کی ہے کیوں کسی نے ان کی طرح
 احادیث گوئی کو اپنا شمار نہیں بنایا اور اس طرح زیادہ رومی سے کام
 نہیں لیا ؟ اور یہی صورت انصار کی بھی تھی کہ جس طرح ابو ہریرہ نے پرچار کیا
 ہے وہ تمام کے تمام جمع اموال اور دنیوی امور میں سرگرم عمل تھے جن کی بہترین
 مثال زہد میں سلمان فارسی ہیں جن کے بارے میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ
 کا ارشاد درگامی ہے کہ سلمانؓ ہم اہلبیت سے ہیں۔ اور جن کے بارے میں حضرت
 عائشہؓ فرماتی ہیں: سلمانؓ راتوں کو پیغمبر ﷺ کے ساتھ محبت
 کرتے اور دیر تک ایک دوسرے کے ساتھ محو گفتگو رہتے۔ حضرت علی علیہ السلام
 کا کہنا ہے کہ ”سلمان فارسی بھقان حکیم کی مانند تھے، انہوں نے علوم اولین و
 آخرین کو حاصل کیا۔ وہ ایک ایسا سمندر تھے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اسی طرح
 سب لوگ جانتے تھے کہ ابو ایوب انصاریؓ مال دنیا سے اس مختصر پونجی کے علاوہ
 کچھ نہیں رکھتے تھے جس سے وہ اپنی گذراوقات کر سکیں اور وہ بھی اس طرح کہ ان کی یہ
 طرزِ معیشت حصولِ علم اور منزلِ عمل پر کبھی ان کے حارج نہ ہوتی اور اسی طرح ابو سعید

۱۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب الاستیعاب تالیف حافظ عزرب ابن عبد البر

خدیجیؓ اور ابو فضالہ انصاریؓ اور انھیں جیسے دیگر اکابرین و علماء انصار
رضی اللہ عنہم۔ ان باتوں کے علاوہ پیغمبر اکرم ﷺ کی
زندگی درہم برہم نہیں تھی بلکہ آپ کے روز و شب مرتب اور اس کی ہر گھڑی
باتقضا حکمت کسی نہ کسی کام کے لئے مخصوص تھی۔ اس روز سے جو گھڑی آپ
نے اصحابؓ کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی یقیناً آپ اسے اس وقت
سے بدلا نہیں کرتے تھے جو کاروبار اور لین دین کی گھڑی تھی اور جس وقت لوگ
اپنے باغات اور کھیتوں میں مصروف عمل ہوتے اسی طرح مہاجرین و انصار بھی
بھی تعلیم کے وقت یقیناً غیر حاضر نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ وہ حصول علم میں افسانہ
تراشوں کی دروغ بافیوں سے کہیں زیادہ حریص تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابو ہریرہؓ کی کہی ہوئی یہ بات صحیح مان لی جائے
کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”جو کوئی میری
گفتگو کے دوران اپنا جامہ یا اپنی چادر پھیلانے..... آخر حدیث تک۔
تو بلاشبہ صحابہ کو اس امر پر ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہیے تھا کیوں کہ
یہ ایک ایسی فضیلت تھی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ علم کو مال
کے ذریعہ نہیں خریدا جاسکتا پھر دیگر صحابہ نے کیونکر اس سے روگردانی کی اور اسکے
عظیم فوائد سے ہاتھ دھو بیٹھے۔؟

تیسرے یہ کہ اگر ابو ہریرہؓ کی یہ گفتگو صحیح تھی تو اصحابؓ کو علم و فضل سے
اپنی اس محرومی پر یقیناً اظہارِ افسوس کرنا چاہیے تھا کہ آخر کیوں انہوں نے اپنا
جامہ پیغمبر کے آگے نہیں پھیلایا اور اپنی اس سہل انگاری اور کوتاہی پر ایک
دوسرے کو ملامت کرتے اور اس امر پر سخت غبطہ کھاتے کہ تنہا ابو ہریرہؓ نے
کیوں اس راہ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ یاد جو اس کے کہ ان کے پاس پہننے
کے لئے صرف ایک ہی جامہ تھا اور دیگر تمام اصحابؓ ان سے زیادہ لباس رکھتے
تھے مگر چونکہ اس ستم کی کوئی بات کسی صحابی کی طرف سے نہیں ہوئی اس لئے

574750-

[illegible][illegible]

نہیں یہ ایم سی اے

[illegible]

کے لئے کہا۔ اور دوسری روایت کے مطابق یہ گفتگو فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوہریرہ کے درمیان عمل میں آئی اور اس کی ابتداء ابوہریرہ نے کی اور آپ سے اپنی فراموشی کا گلہ کیا۔ نیز یہ کہ پہلی روایت کے مفاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عدم فراموشی کا تعلق تنہا اسی گفتگو پر منحصر ہے۔ کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس گفتگو سے کسی بات کو نہیں بھلایا۔ اور دوسری روایت یہ بتاتی ہے کہ عدم نسیان کو عمومیت حاصل ہے اور ابوہریرہ نے حدیث یا غیر حدیث سے کسی چیز کو نہیں بھلایا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر کسی شے کو فراموش نہیں کیا اس سلسلے میں شارحین صحیح بخاری ایک دوسرے سے اچھے اور آپے سے باہر ہو گئے ہیں۔ واضح ہونا چاہیے کہ مسلم نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق ابوہریرہ کی گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عمومیت کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی کسی بات کو فراموش نہیں کیا اور دوسری روایت کے مطابق ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ اس روایت میں سے کسی بات کو فراموش نہیں کیا اس کے بعد علامہ شرف الدین نے ابوہریرہ کی دیگر ناقابل یقین اور عجیب و غریب احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے ایک وہی حدیث ہے جسے ابونعیم نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ تم کیوں اپنے دوستوں کی طرح مجھ سے غنائم کا تقاضا نہیں کرتے۔ میں نے کہا:

- ۱۔ جات ترمذی اور حلیہ ابونعیم میں اس گفتگو کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ: "کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو باتیں خدا نے اس پر واجب کی ہیں اسے فقط دو لفظ سنے، یا درکھے یا پھر کسی کو تسلیم دے مگر یہ کہ وہ داخل بہشت ہو گا۔"
- ۲۔ گویا ابوہریرہ یہ تمام اصحاب کے برخلاف ایسی عفت و قناعت کے دارا تھے جس کے سبب کبھی مال غنیمت کا دم نہیں بھرتے تھے۔

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمایا ہے۔ میں ان چیزوں کا اُپسے طلبگار ہوں“ اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پوشاک کو جس کا تذکرہ دوسری حدیث میں اس طرح کیا ہے کہ: بجز اس کے میرے پاس اور کوئی پوشاک نہ تھی۔ پشت پر سے اتارا اور اسے اپنے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے درمیان بچھایا اس طرح کہ اسی پر رنگی ہوئی جوں تجھے صاف نظر آرہی تھی اور پیغمبر اکرم ﷺ حدیث بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی گفتگو حد کمال پر پہنچی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! اپنا جامہ سمیٹ لو۔ پھر میری یہ حالت ہوئی کہ میں نے آپ کی حدیث کے کسی حرف کو نہیں بھلایا علامہ شرف الدین اس مقام پر فرماتے ہیں: ابوہریرہ کی اس گفتگو سے کہ میں نے اپنی اس تنہا پوشاک کو جس کے بغیر جسم ڈھانکنے کا اور کوئی وسیلہ نہ تھا بچھایا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی سترگاہ نمایاں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قسطلانی اور ذکر الایمان نے ابوہریرہ کی اس بات کی یوں تاویل کی ہے کہ انہوں نے اپنے جامے کے ایک حصے کو بچھایا تاکہ ان کی سترگاہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مشکوٰۃ نہ ہو۔ مگر درحقیقت یہ داستان بازیگروں کی داستانوں کے مشابہ ہے اور ان کی یا وہ سرایتوں سے کچھ مختلف نہیں۔ محال ہے کہ اسے پیغمبر اکرم

۱۔ سیر اعلام النبلاء۔ ص ۴۲۹۔ ج ۲

۲۔ اس حدیث کو بخاری کے باب مزارعہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ حدیث اس طرح ہے کہ: ”میں ایک مرد مسکین تھا اور اپنا پیٹ بھرنے کے لئے میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہلاری اختیار کی تھی۔ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی میرے احتتام سخن تک اپنا جامہ پھیلائے اور پھر اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے قریب کرے تو وہ میری گفتگو کو کبھی فراموش نہیں کرے گا۔ میں نے بھی اپنے اس تنہا جامہ کو جس کے علاوہ میرے جسم پر اور کوئی پوشاک نہ تھی پھیلا دیا،“ الی آخر“ (فتح الباری۔ ص ۲۲۔ ج ۵)

صِبْغَتِی اللہ علیہ السلام کے معجزات میں شامل کیا جائے یا یہ کہ صاحبان ہوش و خرد
 باور کریں کہ اس قسم کی گفتگو کو پیغمبر اکرم صِبْغَتِی اللہ علیہ السلام سے نسبت دی
 جاسکتی ہے کیونکہ آنحضرت صِبْغَتِی اللہ علیہ السلام کے معجزات نے حقائق کی روشنی
 میں خود صاحبان فکر و نظر کو مبہوت بنا رکھا ہے اور اپنی پسندیدہ اسلوب اور
 معتدل روش کے ساتھ اس روئے ارض کے سرکش انسانوں کا سرجم کر دیا ہے
 اس کے علاوہ جو کوئی جس پہلو سے اس حدیث کو پرکھے گا۔ اسے معلوم ہوگا کہ اس کے
 الفاظ ہر لحاظ سے مختلف ہیں اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی توافق
 نہیں ہے اور یہ آپس میں کسی طرح بھی ایک دوسرے سے آشنا نہیں ہیں۔ ایسی
 صورت میں اس حدیث کو ٹھکانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں!۔

ابوہریرہ کے حافظے کی کمزوری

jabir.abbas@yahoo.com

قبل اس کے کہ ہم ابوہریرہ کی داستان کے دوسرے حصے کو بیان کریں چند سطریں ان کے حافظے کے بارے میں بھی لکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے موضوع بحث سے اس کا بھی خاص تعلق ہے۔ ابوہریرہ نے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اپنے آپ کو کمزور حافظہ کا شکار بتایا ہے اور اقرار کیا ہے کہ ان کا حافظہ ان کی سنی ہوئی باتوں کے تحفظ پر قادر نہ تھا اور پھر اس کے بعد جیسا کہ کہا جا چکا ہے۔ انہوں نے

یہ بات آشکار کی کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے جلے میں دوشگاف لگائے اور اس کے بعد سے سخی ہوئی ہر بات انھیں یاد رہنے لگی۔ مگر درحقیقت یہ تمام باتیں صرف اس لئے تھیں کہ وہ اپنی کثرتِ روایت کے لئے کوئی جواز پیدا کریں اور اس طرح اپنے مرویات کی صحت کو لوگوں کے ذہن نشین کرائیں۔ اب ابوہریرہ کے حافظے کے سلسلے میں ایک بیان پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم نے اعرج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابوہریرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: آپ یہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ پیغمبر اکرم ﷺ سے بھی زیادہ حدیثیں نقل کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں ایک مرد فقیر تھا اور اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ہمیشہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا مگر اس کے برعکس مہاجرین، یمن، دین اور کاروبار میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہی حال انصار کا تھا کہ کھیتی باڑی اور باغات نے انھیں مصروف بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنا جامہ پھیلے..... آخر حدیث تک اس کے بعد سلم کہتے ہیں: مالک نے اس حدیث کو ابوہریرہ کے آخری کلام تک نقل کیا ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ کے اس جملے پر پہنچ کر کہ: جو کوئی اپنا جامہ پھیلائے، اس کو ترک کر دیا ہے۔ الخ اور اس کو سبب یہ ہے کہ جو کوئی اس حدیث کو پڑھ کر اس کے الفاظ و معانی پر تدبر کریگا۔ اسے معلوم ہو جائے کہ اس میں کس قدر شفقت اور الجھاؤ ہے۔ اس کے علاوہ بدیختی سے اسی قوتِ حافظہ نے جس کے سبب وہ تمام صحابہ میں بلکہ تمام افرادِ بشر کے درمیان متاثر تھے انکو کئی جگہ دھوکہ دیا جس کے نتیجے میں پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے بچھا کر سیٹھا جانے والا ان کا فضیلت بھرا جامہ تار تار ہو گیا اور نیچے کچے علوم و اسرار جو اس میں رہ گئے تھے وہ بھی گر کر ضائع ہو گئے۔ اس بارے میں بے شمار مثالیں موجود ہیں مگر ہم یہاں صرف دو مثالوں کو بیان کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہیں پہلی یہ کہ جدم ابوہریرہ نے یہ روایت نقل کی کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے

ہر شخص کا سر اسر وجود پیپ اور خون سے بھر جائے بہتر ہے اس سے کہ شر سے پُر ہو تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ کو حدیث پوری طرح یاد نہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں ہر شخص کا سر اسر وجود پیپ اور خون سے بھر جائے بہتر ہے اس سے کہ ایسے شر سے پُر ہو جس کے ذریعے کسی کی ہجو کی جائے۔ دوسرا قضیہ ذوالیدین کا ہے جسے بخاری نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نماز ظہر یا عصر کو بجالا رہے تھے کہ دوسری رکعت میں اپنے نے سلام پھیرا۔ اس وقت ذوالیدین نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ کیا نماز کی رکعتیں کم ہوئیں ہیں۔؟ پیغمبر اکرم ﷺ نے (صحابہ سے مخاطب ہو کر) پوچھا: کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ: اس وقت آپ نے دوسری دو رکعتیں پڑھ کر سجدہ ادا فرمایا۔ یہ واقعہ بخاری کی روایت میں اس طرح ہے کہ: وہ نماز! نماز ظہر تھی یا نماز عصر! لیکن نائی کی روایت اس امر پر گواہ ہے کہ تردید ابوہریرہؓ کی جانب سے ہے اور اس کا نفس مصنون یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ مغرب و عشاء کی نمازوں میں سے کوئی نماز ادا کر رہے تھے جو مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ اور تعجب اس بات پر ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک ابوہریرہؓ کی شخصیت موثق ہے اور وہ ان کے بارے میں سہو و نسیان کو جائز نہیں سمجھتے انھیں اس بات کی قطعاً پرداہ نہیں کہ وہ اسے (یعنی سہو و نسیان کو) پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دیں جس طرح بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے سنا اور اس کے بعد فرمایا خدا رحمت کرے اس پر کہ اسے فلاں سورہ اور فلاں سورہ سے فلاں آیت اور فلاں آیت کو جسے میں چھوڑ جایا کرتا تھا

مجھے یاد دلایا۔ اور نیز یہ کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں اور مجھ سے بھی بھول ہو جایا کرتی ہے۔ لہذا جب میں کسی بات کو بھول جاؤں مجھے یاد دلایا کرو۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ابن مسعود کی پیغمبر اکرم ﷺ سے متعلق یہ حدیث کہ "میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں اور تمہاری طرح مجھے بھی نسیان و فراموشی لاحق ہوتی ہے" ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے فراموشی کو جائز سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواز نسیان بقول اس گروہ کے آپ کی عام گفتگو سے متعلق ہے جو خداوند عالم کے دستور و پیام سے ہٹ کر ہوا اور اگر پیغمبر اکرم ﷺ کی کوئی گفتگو خداوند عالم کی جانب سے دستور و پیام کی صورت رکھتی ہو تو جب بھی دو شرطوں سے آپ کے بائے میں نسیان و فراموشی جائز ہے۔ پہلے یہ کہ فراموشی تبلیغ کے بعد آپ پر عارض ہو دوسرے یہ کہ آپ کی بھول دوام پیدا نہ کرے اس طرح کہ یا خود انھیں بھولی ہوئی بات یاد آجائے یا پھر کوئی دوسرا آپ کو متذکر کرے۔ ان تمام باتوں سے صرت نظر جس طرح ابوصیریہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ایک نہایت ذہین اور ہوشیار آدمی تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک قوی حافظ کے مالک بھی تھے جس کے سبب انھیں ہر بات یاد رہتی تھی اور کوئی لفظ ان کے ذہن سے نہیں اترتا تھا تو پھر کیوں انھوں نے اتنی فراغت اور طول عمری کے ساتھ قرآن کریم کو حفظ نہیں کیا جبکہ وہ خود کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو بہت سے مردوں اور بعض عورتوں نے بھی حفظ کر لیا تھا جن میں ام ورقہؓ بھی شامل تھیں جو عبداللہ بن الحارث صحابی کی بیٹی تھیں جنھیں پیغمبر اکرم ﷺ "شہیدہ" کے

نام سے پکارتے تھے، پھر یہ کہ انہوں نے لکھنا پڑھنا کیوں نہیں سیکھا اور اسی میں خوش رہے کہ ناخواندہ کہلائے جائیں۔ ہاں شاید کھسنے پڑھنے پر عدم توانائی ابو ہریرہ کے نزدیک جملہ صفات کمال سے محسوب ہوتی تھی نیز یہ کہ اگر ابو ہریرہ اس مقام اور اس پایہ (یعنی عدم نیان) تک پہنچے ہوئے تھے جس پر ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی اور بشر نہیں پہنچ سکتا تو بلا شک شبہ اس بات کی دھوم مچ جاتی اور ہر طرف ان کا شہرہ ہوتا اور وہ ایک ایسی بے نظیر شخصیت ہوتے کہ تمام مسلمان خاص طور پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں جوق درجوق ان سے رجوع کرتے اور خاص طور پر طولِ عصورِ اسلام میں وہ ایک رفیع و اعلیٰ مقام کے دارا ہوتے اور پھر صحابہ کے درمیان ان کی ہستی ایسی بادِ ثوق ہوتی جہاں زبان سے نکلنے والا ہر لفظ سند بن جاتا اور ان کی بیان کردہ ہر روایت کمالِ اطمینان کے ساتھ قبول کر لی جاتی اور یہ وثوق و اطمینان بیان کردہ ہر روایت کمالِ اطمینان کے ساتھ قبول کر لی جاتی اور یہ وثوق و اطمینان صحابہؓ اور تابعینؓ سے لے کر آج تک اور پھر قیامت تک اسی طرح برقرار رہتا اور انکی تمام روایات دیگر صحابہ کی روایات کے برخلاف لفظ و معانی میں متواتر ہوئیں جہاں نہ شک و تردید اس میں بخیر انداز ہوتا اور نہ ظن و گمان، مختصر یہ کہ وثوق و اطمینان کے اعتبار سے وہ قرآنِ کریم کے بعد دوسرے درجہ پر ہوتی مگر حقیقت امر اس کے برخلاف تھا کیوں نہ تو پیغمبر اکرم ﷺ ہی کے زمانے میں ان کی کوئی حیثیت تھی اور نہ ہی خلفاء راشدینؓ کے عہد میں ان کی کوئی شان و منزلت تھی اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ ابو ہریرہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کا میزان و ثوق اس قدر کم اور ناقابلِ بیان تھا کہ انہوں نے سختی کے ساتھ ان کی روایت پر پابندی لگادی تھی اور جب ابو ہریرہ نے حکم عدولی کی اور روایت کرنے سے باز نہیں آئے تو حضرت عمرؓ نے انھیں تازیانے لگائے اور دھمکی دی کہ اگر اب بھی وہ اپنی

۲۳۳

حکوتوں سے باز نہ آئے تو انھیں واپس اپنی سرزمین پر بھیج دیا جائے گا۔
 اگر ابوہریرہ اپنے حامیوں اور طرفداروں کی رو سے مورد وثوق و اطمینان
 تھے تو حضرت عمر انھیں نقل روایت پر مامور کرتے جس کے نتیجے میں ابوہریرہ
 حضرت عمر اور دیگر صحابہ کے نزدیک پیغمبر اکرم ﷺ سے
 نقل روایت کرنے والے سب سے زیادہ سچے اور موثق ترین انسان ہوتے
 مگر اس کے برعکس جس طرح پہلے کہا جا چکا ہے نہ صرف یہ کہ صحابہ نے ان کی
 توثیق نہیں کی بلکہ انھیں متہم ٹھہرا کر ان کی تکذیب بھی کی اور بالآخر ابوہریرہ
 اسلام کے راویان حدیث میں پہلے متہم راوی قرار پائے۔

حدیث وعائین

jabir.abbas@yahoo.com

جب ابوہریرہ نے اپنی داستان کے پہلے حصے کو ختم کیا اور روایت "بسط
ثوب" کو لوگوں میں ترویج دے کر منوالیا تو اپنے تئیں یہ سوچنے لگے کہ اس
روایت کی تحیکم و تائید کے لئے ہمیں ایک اور روایت کی بھی ضرورت ہے۔ اس
لئے انہوں نے اپنی داستان میں ایک اور باب کا اضافہ کیا اور حدیث وعائین
کے نام سے ایک اور روایت گھر کر لوگوں کے سامنے پیش کی تاکہ اس طرح وہ نہیں

یہ سمجھا سکیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے نزدیک ان کا کیا رتبہ تھا۔ اور آپ کس طرح ان کے ساتھ عزت و توقیر سے پیش آتے اور اپنے الطاف و اکرام سے انھیں نواز کر کس طرح ان کی حمایت کیا کرتے تھے تیز جب آپ نے انکو اس نصیحت قدوسی و نبوی کے ذریعے تمام صحابہ کے درمیان ممتاز بنا کر ان کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا تو پھر اس بات پر آمادہ ہوئے کہ ابوہریرہ کو اپنی تمام احادیث پر محیط بنا دیں تاکہ اس طرح وہ ان امور میں گنجینہ اسرار بن جائیں۔ جنھیں پیغمبر اکرم ﷺ دوسروں سے پنہاں رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے اسرار و احادیث کو ابوہریرہ کے حوالہ کیا تاکہ وہ اسے اپنے برتن (دعائے) میں رکھیں اور اس کے ساتھ انھیں اس بات کا اختیار بھی دیا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق انھیں لوگوں کے سامنے ظاہر کریں یا ان سے چھپائے رہیں اسکے بعد ابوہریرہ نے اس چھپائے جانے والے سربستہ راز کی اہمیت کو بڑھانے کے لئے اس بات کا مزید اضافہ کیا کہ: اگر اس برتن سے میں نے کسی بات کو ظاہر کر دیا تو میری گردن کٹ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ابوہریرہ نے یہ بات ایک تو اس لئے کہی کہ اپنے مقام و منزلت کو صحابہ کے درمیان بلند کریں اور دوسرے یہ کہ اسے ایک دہشتناک اسلحہ بنا کر لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کریں تاکہ ایک طرف لوگ ان سے خائف رہیں اور دوسری طرف ان سے ہر ایک کی امیدیں بھی وابستہ ہوں جس کے نتیجے میں تمام افکار ان کی طرف متوجہ ہوں اور ہر فرد ان کی شخصیت پر تفریق نظر آئے۔ قدرتی بات ہے کہ لوگ ہمیشہ ڈھکی چھپی باتوں کو جاننے کے لئے دلدادہ رہتے ہیں اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جس چیز کو ان سے چھپایا جا رہا ہے اس کا کھوج لگائیں۔ اس لئے ہم مقتدا ذہبی وغیرہ کی روایت کردہ دو روایتیں اس امید پر نقل کرتے ہیں کہ شاید یہ دو روایتیں اس "دعا" کے پوشیدہ راز کو سمجھنے میں کسی حد تک ہماری مدد کر سکیں۔ ابن مسیب (داماد ابوہریرہ) سے روایت ہے کہ: ابوہریرہ کی عادت تھی کہ جب تک

معاویہ انھیں کچھ دیتا ان کی زبان خاموش رہتی اور جہاں اس کا ہاتھ رک جاتا وہ پھر ہٹنے لگتے۔ اس کے علاوہ محدثین زیادتاقل ہیں کہ: کبھی ایسا ہوتا کہ معاویہ ابوہریرہ کو مدینے بھیجتا (یعنی انھیں حاکم مدینہ بناتا) اور جب ان سے برہم ہوتا تو مروان کو ان کی جگہ بھیج کر ابوہریرہ کو معزول کر دیتا۔ غالباً معاویہ کی داد و دشمنی کے موقع پر ابوہریرہ کے سکوت سے مراد یہ ہے کہ وہ ان روایات کو نشر نہ کریں جنہیں معاویہ پسند نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر یہ روایت جسے بخاری نے ذمہ بنی امیہ میں ان سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: میری امت قریش کے چند جوانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے گی۔ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ روایت معاویہ کے زمانے میں نقل ہوئی اور اسی روایت کو عمر بن یحییٰ بن سعید اللامدی نے اپنے جلد سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: میں، مروان اور ابوہریرہ ایک جگہ جمع تھے کہ ہم نے ابوہریرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پیغمبر صادق سے سنا ہے کہ: میری امت کی ہلاکت جو انان قریش کے ہاتھوں ہوگی مروان نے پوچھا، جو انان قریش؟ ابوہریرہ نے کہا چاہتے ہو اہر ایک کا نام لے لوں بنی فلاں اور بنی فلاں۔ اور معاویہ کے ہاتھ روک لینے پر ابوہریرہ کی گفتگو یوں تھی کہ وہ ایسے روایات نقل کرنے لگتے تھے جس میں حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے فرزندان گرامی کی مدح سرائی ہوتی۔ اس حدیث کے مانند جسے احمد نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے اور جس کی نص یہ ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حسین اور جناب فاطمہ علیہم السلام کی جانب دیکھ کر فرمایا جو تم لوگوں سے لڑے گا میں اس کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں اور جو تم سے صلح

۱۔ اعلام النبلاء - ص ۴۴۲ - ج ۲ - تذکرہ الحفاظ - ص ۳۴ =

البدایہ والنہایہ - ص ۱۱۴ - ج ۸ -

۲۔ سیر اعلام النبلاء - ص ۴۴۱ - ج ۲

کرے گا میں بھی اس کے ساتھ منزلِ صلح پر ہوں۔ اس حدیث کی نصِ زید بن ارقم کی روایت کے مطابق جسے ترمذی نے نقل کیا ہے اور جسے کتاب الاصابہ میں ابن حجر نے ترجمہ ”زہراء“ کے ذیل میں لکھا ہے اس طرح ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے اسماء گرامی لے کر فرمایا: جو ان سے لڑے گا میں بھی اسکے ساتھ برسرِ پیکار ہوں اور جو ان کے ساتھ دوستی اور صلح و صفائی سے پیش آئے گا میں بھی اس کے ساتھ اسی موقف میں ہوں اسی طرح ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔ علاوہ انہیں مذکورہ حدیث کے مانند اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیثِ معادیہ اور اس کے خاندان والوں کو غضبناک بناتی تھیں اسی وجہ سے وہ ہمیشہ اس کو بخشش میں تھا کہ ابوہریرہ کو راضی اور خوش رکھ کر ان کا متہ بند کر دیا جائے اس بات کو ابوہریرہ نے پرکھ لیا تھا اور جب کبھی معادیہ عطا و بخشش میں غفلت سے کام لیتا تو وہ ایسے بیانات پھر جاری کر دیتے جس سے معادیہ غصہ میں آجائے اور عطا و بخشش کے دروازے پھر ان پر کھل جائیں یا پھر حکومت کے عزائم سے وہ دوبارہ مدینہ بھیج دیے جائیں۔

اب ہم حدیثِ دعائین کی طرف آتے ہیں۔ بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ: میں نے رسول خدا ﷺ سے حدیث کے ”ذو ظرف“ محفوظ کئے جس میں سے ایک کو نشر کر کے میں نے آشکار کیا لیکن اگر دوسرے کا اظہار کروں تو میری گردن کٹ جائے گی۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ جن

۱۔ اسی طرح حاکم نے اپنی مستدرک میں اور طبرانی نے الکبیر میں اسناد کیساتھ

ابوہریرہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں انھیں ظاہر کر دوں تو لوگ مجھے اینٹیں مارنے لگیں گے اور کہیں گے ابو ہریرہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جو کچھ میرے وجود میں پنہاں ہے اگر میں اس کو ظاہر کر دوں تو لوگ میری طرف منگیاں اچھالنے لگیں گے۔ اور نیز یہ بھی انھیں کی روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ تم بہت حدیثیں بیان کرتے ہو تمہارے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں رسول اکرم ﷺ سے سنی ہوئی تمام باتوں کو بیان کر دوں تو تم لوگ میری طرف بید چھینے لگو گے اور پھر مجھ سے روبرو نہ ہو گے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابو ہریرہ نے فقط دو برتنوں پر اکتفا نہیں کی بلکہ دوسری مرتبہ یہ کہا: میں نے رسول مقبول سے پانچ "جرمی تو برے" حاصل کئے جس میں سے دو کو میں نے باہر نکالا اور اگر تیسرے کو ظاہر کرتا تو تم لوگ مجھے سنگسار کر دیتے اس کے بعد بھی انہوں نے قناعت سے کام نہیں لیا اور کہا وہ ایک ایسی پراسرار بھیلی کے حامل ہیں جس سے سولے ان کے اور کوئی واقف نہیں۔ ابن محمول نقل ہیں کہ انہوں نے کہا ایسے بے شمار بھیلے ان کے پاس موجود ہیں جسے انہوں نے کھولا نہیں۔ ان مطالب پر نظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ آخر ابو ہریرہ تھے کون؟ اور ان کی شخصیت کیا تھی جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے ان اسرار و رموز سے آگاہ کیا جو خود ان کے اپنے مختصات سے بھتیں اور جن کو انہوں نے اولیاء، اصفیاء اور قریب ترین اشخاص سے بھی چھپائے

۱۔ ان تین خبروں کو ابن سعد نے ترجمہ طبقات میں نقل کیا ہے۔

۲۔ کتاب الحلیہ — ص ۷۱

رکھٹا، ابوہریرہ کو دوسروں پر فضیلت کے اعتبار سے ایسا کوئی امتیاز حاصل نہیں تھا جس کے سبب پیغمبر اکرم ﷺ انہیں اپنے سے اتنا قریب کر لیتے اور آپ کی وفات کے بعد بھی صحابہ کے کسی طبقے میں ان کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ کیوں کہ نہ تو وہ سابقین اولین میں تھے نہ مہاجرین انصار میں، نہ عقبہ اولی دوم میں، نہ عرفاء میں، نہ زمانہ جاہلیت اور آغاز اسلام کے بزرگوں میں، نہ ان ہستیوں میں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دفاع کیا کرتے تھے اور نہ ہی عہد پیغمبر و خلفاء کے مفتیوں میں بلکہ وہ فتنہ کبریٰ کے بعد ابھرنے والوں میں سے تھے۔ پھر نہ تو وہ حافظ دقاری قرآن تھے اور نہ ہی ان کی فضیلت کے باب میں پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف سے

۱۔ اس سلسلے میں ہماری کتاب "اصنواء" علی السنۃ المحمدیہ " میں صحیفہ علی سے مراجعہ فرمائی۔

۲۔ صحابہ کو فضیلت کی بنیاد پر بارہ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہم نے ابوہریرہ کو ان درجات میں سے کسی درجہ پر نہیں پایا ۱۔ قدماء سابقین جو مکہ میں ایمان لائے۔ ۲۔ اصحاب دارالندوہ ۳۔ مہاجرین حبشہ ۴۔ اصحاب عقبہ اولی۔ ۵۔ اصحاب عقبہ دوم، ۶۔ مدینے وارد ہونے سے قبل قبلت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچنے والے مہاجرین ۷۔ اہل بدر ۸۔ بدر و حدیبیہ کے درمیانی وقفہ کے مہاجرین ۹۔ اہل بیعت رضوان ۱۰۔ وہ حضرات جنہوں نے حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت اختیار کی ۱۱۔ فتح مکہ میں اسلام لانے والے ۱۲۔ وہ اطفال و بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجة الوداع کے موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ (کتاب الروض الباسم۔ تالیف وزیر میانی۔ ص ۶۹۔

۱۔ حضرت علیؓ کی بیعت نامہ

۲۔ حضرت علیؓ کی بیعت نامہ

۳۔ حضرت علیؓ کی بیعت نامہ

اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے جوابات آپ کے حق میں فرمائی علیؑ کے سوا اور کوئی اس سے مفتخر نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا: علیؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہو جو نسبت یار دہلی کو موسیٰؑ سے تھی؟ مگر یہ کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہ ہو گا۔ بے شک علیؑ علیہ السلام سے بڑھ کر حاملِ اسرار پیغمبر اور کون ہو سکتا تھا!؟ اگر علیؑ علیہ السلام نہ ہوتے تو پھر حضرات ابو بکرؓ، ابو عبیدہؓ، وزیرؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہ بن الیمانؓ یا ابوذر غفاریؓ و سلمانؓ عمری جیسے افراد اسرار پیغمبر ﷺ کے حصول کے لئے دوسروں سے اولیٰ ہوتے کہ ان میں سے ابو عبیدہ کو تو پیغمبر اکرم ﷺ نے امین امت کا خطاب دیا تھا۔ زبیرؓ پیغمبر اکرم ﷺ کے چھوٹی زاد بھائی اور آپ کے حواریین میں سے بھی تھے، ابن مسعودؓ کے لئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا تمہیں اجازت ہے تم ہر دقت میرے پاس محمدؐ سے پہنچ سکتے ہو کیونکہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں اس طرح تھے کہ لوگ انھیں آپ ہی کے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے

۱۔ بخاری اور ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۲۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن کو چار افراد تھا میں: ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) جن کا سب سے پہلے نام لیا۔ ساذ بن جیل، ابی بن کعب اور سالم مولائے حذیفہ (یعنی حذیفہ کے غلام) اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ غلام کے درجے تک بھی نہ پہنچ سکے۔

۳۔ اور یہ ابن مسعود کی خصوصیات سے ہے۔

اور صحابہ کے درمیان اسی امتیاز اور برتری کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے کہ آپ سب سے زیادہ مقرب بارگاہ پیغمبر ﷺ ہیں۔ حذیفہ بن الیمان نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین کو پہچاننے کا علم حاصل کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا میں بھی منافقین میں شامل ہوں؟ حذیفہ نے جواب دیا، نہیں اور میں تمہارے بعد کسی کی ستائش نہیں کرتا۔ نیز یہ کہ شیخین نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے درمیان اس طرح تھے کہ انہوں نے اپنے دور سے لے کر قیامت تک کی باتوں کو ہمارے لئے بیان کیا اور کسی چیز کو ہم سے پوشیدہ نہیں رکھا جس کسی نے انہیں یاد رکھا اس کے لئے وہ محفوظ ہو گئیں اور جس نے بھلا دیا اس نے انہیں کھو دیا۔ نیز احمد و مسلم نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: خدا کی قسم مجھے اب سے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے ہر حادثہ کا بھرپور علم ہے اور یہ کوئی ایسی راز کی بات نہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فقط مجھ ہی سے بیان کی ہو اور دوسرے اس سے محروم رہے ہوں۔ بلکہ آپ نے ان مطالب کو ایک مجلس میں بیان فرمایا۔ جن میں میں بھی شامل تھا۔ حذیفہ، پیغمبر اکرم ﷺ کی گفتگو کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: میرے علاوہ اس مجلس کے شریک تمام افراد رخصت کر چکے ہیں۔

۱۔ یہی بات اصول رسالت کے موافق ہے کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی دعوت سب لوگوں کے لئے تھی ایسی صورت میں اس جلیل القدر صحابی کی دیانت اور امانت پر نظر رکھنی چاہیے کہ کس طرح انہوں نے اس بات کی تصریح کی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو بطور تنہا خصوصیت کے ساتھ ان سے نہیں کہا۔

اور سب جانتے ہیں کہ حذیفہ کا انتقال فتنہ قتل عثمان کے بعد ہوا۔ ابوذر غفاریؓ کا شمار سابقین اولین اور صحابہ صحابہ میں ہوتا ہے جن کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے آغوش نہیں پھیلایا اس شخص کے لئے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو، جو کوئی زہد عیسیٰ بن مریم دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوذر کی طرف دیکھے۔ ان برجستہ صفات کے حامل جلیل القدر صحابی نے کہا ہے، پیغمبر اکرم ﷺ نے جبہ سبیل اور میکا سبیل سے حاصل کردہ کسی چیز کو اپنی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ میرے ظرف علم میں بھر دیا۔ میں نے بھی بغیر فرد گزاشت کے اس کو من وعن مالک بن ابی حمزہ کے حوالے کیا۔ سلمان فارسیؓ کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سلمان ہم اہل بیت سے ہیں۔ اور اگر دین ثریا پر ہو تو سلمان اس کو حاصل کرنے والے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا۔ سلمان فارسی، یقیناً حکیم کے مانند ہیں۔ انہوں نے علوم اولین و آخرین کو حاصل کیا۔ سلمان علم کا وہ سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سلمان راتوں کو پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے خلوت میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ ان سب سے گذر کر ایک اور ہستی کا وجود بھی پایا جاتا ہے جنہوں نے پیغمبر کی مصاحبت ایک عرصہ دراز سے اختیار کی ہوئی تھی اور جو سفر و حضر میں آپ کے ملازمین اور مقربین میں شامل تھے ان کا تعلق بھی اہل صفہ سے تھا اور ابو ہریرہ سے زیادہ نقل حدیث کے لئے سزاوار تھے اور پیغمبرؐ سے منسوب کر کے ایسی احادیث بیان کر سکتے تھے جس پر کسی کو دسترس حاصل نہیں مگر ایسا نہیں تھا وہ ایک فرد تن اور متواضع انسان تھے جنہوں نے حق مصاحبت پیغمبرؐ باحسن و جود ادا کیا۔ یہ شخصیت سلمیٰ کی ہے جن کے بارے میں ابن عبد البر

نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ ربیعہ بن کعب کا تعلق اہل صفہ سے تھا انھیں سفر و حضر میں ملازمت پیغمبر کا افتخار حاصل تھا۔ انہوں نے بہت پہلے سے پیغمبر اکرم ﷺ کی مصاحبت اختیار کی تھی اور آپ کے بعد طویل عرصے تک زندہ رہے۔ ان کا انتقال واقعہ حرہ کے بعد سنہ ۶۳ ہجری میں ہوا۔ یہ وہی ہستی ہیں جنہوں نے پیغمبر ﷺ سے خواہش کی تھی کہ بہشت میں آپ کے ساتھ رہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کثرت سجد میں اپنے آپ کو مجھ سے ملتی کر دو اس روایت کو اذاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے ابوسلمہ سے ربیعہ بن کعب کی زبانی نقل کیا ہے۔ یہ تمام حضرات کل صحابہ سے اولیٰ و ارفع تھے پیغمبر اکرم ﷺ اپنی مخصوص گفتگو انھیں حضرات کیساتھ کیا کرتے تھے اور اگر اس گفتگو کے لئے فقط ایک ہی صحابی کو تخصیص دی جائے تو بقول بعض علماء کے یہ بات نعوذ باللہ من ذلک پیغمبر کی خیانت پر محمول ہو گئی۔

حدیث مزود

اس دلچسپ داستان کا تیسرا اور آخری حصہ "حدیث مزود" ہے۔ اور
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ابو ہریرہؓ نے اس موقع پر کہی جب وہ بنی امیہ
کی حکومت سے مستفید ہو رہے تھے اور انہوں نے اپنے لئے ایک بلند مقام حاصل
کر لیا تھا۔ ان کے دعوے کے مطابق ان کے پاس ایک چرمی بھتیلا تھا جس سے
وہ دوستوں بارشتر خرمنے کھا چکے تھے اور اگر وہ اسے نہ کھوتے اور مواد یہ کا شکر

اسے نہ جا آتو وہ آخر عمر تک اس سے کھاتے ہی رہتے ہیں تاہم اس کے عوض
مساویہ کی طرف سے انھیں بے شمار فائدے حاصل ہوئے اور وہ اپنی دلی مراد
کو پہنچ گئے۔ یہ ہے حدیث مزورہ جسے انہوں نے خود بیان کیا ہے کہ: اسلام میں
تین نصیبتیں میرے سر آئیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسی قیامت مجھ پر نہیں ٹوٹی
ادام وقات پیغمبر کے میں ان کا ایک اولیٰ صحابی تھا۔ دوم: قتل عثمانؓ (یہ بالکل
بجا درست اور قدرتی امر ہے) سوم: مزورہ، ان سے پوچھا گیا مزورہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا کہ: ہم ایک سفر میں رسول خدا کے ساتھ تھے۔ (بندہ خدا آخر کو سنا
سفر؟؟) پیغمبر اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہ کھانے
کو تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: کچھ خرے میرے چرمی تھیلے میں موجود
ہیں۔ آپ نے فرمایا، اے آدمی میں نے ان خرموں کو باہر نکالا۔ اس کے بعد پیغمبر
اکرم ﷺ نے انکو مس کیا اور کچھ دعا پڑھ کر بھونچی، پھر فرمایا
دس آدمیوں کو آواز دو، دس آدمی حاضر ہوئے اور انہوں نے ان خرموں کو نوش
کیا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ اس کے بعد تمام لشکر گروہ درگروہ آیا اور سب نے
ان خرموں سے اپنا پیٹ بھرا۔ (ماشاء اللہ) اس کے بعد کچھ دانے بچ گئے۔
جنہیں میں نے واپس اپنے برتن میں ڈال لیا، پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ جب تمہارا دل چاہے ہاتھ ڈال کر اسمیں سے خرے نکال لو
نے فرمایا: ابوہریرہ جب تمہارا دل چاہے ہاتھ ڈال کر اسمیں سے خرے نکال لو

- ۱۔ مزدحم کے زیر کے ساتھ کھجوروں کا برتن جسے دباغنی شدہ چمڑے سے بنایا جاتا ہے
- ۲۔ کیا لشکر؟ کو سنا عنترہ؟ انہوں نے اس چرمی تھیلے کو صف میں ٹکرایا
یا اپنے ساتھ بحسبین لے گئے؟ اور اگر ابوہریرہ، پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء
ثلاثہ کے درمیں اس تھیلے سے کھاتے رہے تو پھر کیوں پیٹ بھرنے کے لئے انہوں نے در در
کی ٹھوکریں کھائیں اور لوگوں کو روک روک کر آیات قرآنی کے بارے میں سوالات کئے
تاکہ اس طرح کوئی ان کا پیٹ بھر دے یا پھر روک کر دیئے جائیں۔

اور کسی بات سے مطلب نہ رکھو، ابوہریرہ کہتے ہیں: میں طول حیات پیغمبر اکرم ﷺ میں اسی تھیلے سے کھاتا رہا اور آپ کے بعد حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے زمانوں میں بھی اسی طرح یہ عمل جاری رہا اور جب قتل حضرت عثمانؓ عمل میں آیا۔ تو جو کچھ میرے پاس تھا سب کا سب غارت ہوا۔ جس میں خرموں کا یہ چرمی تھیلہ بھی شامل تھا۔ تم جاننا چاہتے ہو کہ میں نے اس میں سے کتنا کھایا؟ دو سو بارشتر سے زیادہ اگر ابوہریرہ نے یہاں اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ان کے چرمی تھیلے میں خرمے تھے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے انھیں طلب فرما کر مس کیا اور پھر تمام لشکر کو بلا کر کھلایا تو احمد بن حنبل کی سند میں نقل شدہ دوسری روایت کے مطابق جسے اسناد بھی صحیح نظر آتے ہیں۔ وہ اس طرح گویا ہوئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کھجوریں عنایت فرمائیں۔ میں نے بھی اسے اپنے تھیلے میں نہیں۔ زمینیل میں ڈال کر گھر کی چھت سے لٹکا دیا۔ ہم مستقل اُس سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر کار مدینہ پر دھاوا بولتے وقت اہل شام کے ہاتھوں لگی۔ یعنی جس وقت بسربن ارطاہہ کا لشکر مدادیہ کی جانب سے اہل مکہ و مدینہ

-
- ۱۔ حقیقت امر یہی ہے کہ قتل حضرت عثمانؓ کو اپنے مصائب میں شمار کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ اُن کے ساتھ اپنی دوستی کو ثابت کریں کیونکہ امویوں کے پاس حضرت علیؓ کی ہند میں جو اہل حرب تھا۔ وہ بس یہی تھا کہ حضرت عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے اور علیؓ علیہ السلام کا یہ فرض تھا کہ ان کے تائیلین سے انتقام لیں ایسی حالت میں کیا یہ صحیح؟ کہ قتل عثمانؓ پر ابوہریرہ کا غم و اندہ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمے سے نسبتاً کم ہو۔
 - ۲۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے زمینیل کو اپنے گھر کی چھت سے لٹکا دیا دران حال کہ اُن کا کوئی گھر نہیں تھا بلکہ اُن کی جگہ صفا تھی۔

کی سرکوبی کے لئے حملہ آور ہوا اور اگر معادیہ کا شکر ابو ہریرہ کے اس طلسماتی تھیلے کو اپنے ساتھ لے گیا تو معادیہ پر اس کا عیوض بھی لازم تھا اور اتفاقاً ایسا ہی ہوا اور معادیہ نے مالِ کثیر ابو ہریرہ کے لئے روانہ کیا۔ یہاں بھی جہاں انہوں نے احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق کھجوروں کے تھیلے کو گھر کی چھت سے لٹکا ہوا پایا ہے۔ تو سیر اعلام النبلا میں ذہبی کی روایت کے مطابق یہ تھیلہ ہمیشہ ابو ہریرہ کی کمر سے لٹکا رہتا تھا۔ ذہبی کی روایت اس طرح ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے چند دانے خرما کے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان خرموں پر دعا پڑھ دیں تاکہ اس میں برکت پیدا ہو جائے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان خرموں کو ایک چرمی تھیلے میں ڈال دو اور جب کھانا چاہو ہاتھ ڈال کر نکال لو۔ مگر انھیں سمجھ نہ آئیں۔ اس کے بعد ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے ان خرموں سے اتنے ڈھیر بارشتر راہِ خدا میں تقسیم کئے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اور وہ تھیلہ ہمیشہ میری کمر سے لٹکا رہتا تھا۔ اور میں اسے اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ لیکن قتل حضرت عثمان کے بعد میں نے اسے کھو دیا۔ یہ تھیلے ابو ہریرہ کی عجیب و غریب داستان کے تین موضوع جنہیں ہم نے بصیرت رکھنے والی آنکھوں اور نور بصارت سے معمور قلوب کے لئے پیش کیا تاکہ یہ موضوع عمیق تحقیقات کا موجب بنے اور ان کی صحت و سقم روایات پر صحیح فیصلے عمل میں آئیں۔ اور اگر ہم

۱۔ یہاں پر ابو ہریرہ یہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ تھیلہ ان کی کمر سے کبھی جدا نہیں ہوتا

تھا اور یہ بات ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہے۔ ص ۴۵۲ - ج ۲۔ کتاب سیر اعلام النبلا شیوخ حدیث کے مطابق حدیث مزود کو امام احمد نے دو طریقوں سے بیہقی تے دو اور طریقوں سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ البدایۃ والنہایۃ - ص ۱۱۸ - ج ۸

سے پوچھا جائے تو اس سلسلے میں ہم قطعی طور پر یہ کہیں گے کہ اس قسم کی احادیث کی کوئی حقیقت نہیں اور ابوہریرہ خود انھیں بزرگان صحابہ کے سامنے پیش کرنے کی جرات نہیں رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ان روایات کو معاویہ کے زمانے میں بیان کیا جو ان کی تائید اور کمک کیا کرتا تھا اور یہ امر واضح ہے کہ معاویہ کے زمانے میں مومنین کے ایک ناقابل بیان مختصر گروہ کے علاوہ کسی میں حق بات کہنے کی جرات نہیں تھی اور اگر یہ کہہ کر کہ ابوہریرہ کی تاریخ عجائبات کا ایک مجموعہ تھا اسکا سکوت کو ردِ عمل لایا جائے اور انماض وچشم پوشی پر زور دیا جائے۔ جب بھی یہ تین مضحکہ خیز اچھوتی داستانیں جو ان کو محو حیرت بنادیتی ہیں کسی طرح بھی قابل انماض وچشم پوشی نہیں کیوں کہ فرسودہ اور کمزور عقول کے علاوہ کوئی عقل اسے باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم سکوت اختیار کر کے اس سلسلے میں بحث سے صرت نظر نہیں کر سکتے اور حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ اس قسم کا اچھوتی داستانیں یا تعجب خیز خرافات ردِ اول سے آج تک تاریخ اسلام میں اسی طرح نافذ و برقرار ہیں اور بیشتر مسلمانوں کے عقل و انوار میں رچ بس گئی ہیں۔ انوس کا مقام ہے کہ آج تک کسی نے اس بارے میں گفتگو نہیں کی اور کوئی اہل قلم یا صاحبِ نطق و بیان اس موضوع کے متعلق بحث نہیں کرتا اس کے برعکس بہت سے یہ کہتے ہیں کہ ہم کیونکر انھیں تسلیم نہ کریں۔

رد آں حالیکہ ان کا راوی جلیل القدر صحابی ہے اور صحابی ہے اور صحابہ جن باتوں کو نقل کریں وہ ہمارے لئے صحیح اور لازم الاتباع ہیں اور اس بارے میں کسی قسم کا شک و تردید جائز نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر دوسروں کو ہم پر خندہ زن کرنے والی یہ روش پر لے کر دور کی پیداوار اور کور کورانہ اتباع و جھوٹا نتیجہ ہے تو خوش قسمتی سے آج کسی طرح بھی اس کی متابعت نہیں کی جاسکتی خواہ طور پر ایسی حالت میں جبکہ اس قسم کے خرافات کے پس پشت ایک بہت اہم اور

عظیم موضوع پایا جائے۔ ضرورت ہے کہ اس پر توجہ دے کر عبرت حاصل کی جائے اور وہ اہم موضوع یہ ہے کہ البوہریہ کی تمام روایات کا تعلق براہ راست پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور دین مبین اسلام سے ہے۔ اس صورت میں ان روایات پر سکوت اختیار کرنا یا انھیں مان لینا آنحضرت کی شخصیت و حیثیت پر کاری ضرب لگانا ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لئے موقع فراہم کرنا ہے لہذا آپ پر اور آپ کے دین پر دل کھول کر طعنہ زنی کریں کیوں کہ اس دور میں ہر شخص ہر چیز کو عقل و خرد کی سیٹی پر پرکھ کر میزانِ علم کے ساتھ اس کی آزمائش کا عادی ہے۔ ایسی صورت میں اس قسم کی خرافات سے چشم پوشی دوسروں کے لئے موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ کہیں کہ اس پیغمبر کا دین خرافات سے آلودہ اور اس کے اقوال یا ردہ گوئی پر منحصر ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ حقیقت امر اس کے بالکل برعکس ہے ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ نبوت ہی اس لئے ہوئے کہ آپ ادھام و خرافات کی سیخ کنی فرمائیں اور اپنے ساتھ اس دین کو لائیں جس کی بنیاد عقل سلیم اور فکر صحیح پر ہو اور اگر ہم اس قسم کے مطالب کو کمال تا سلف و اندوہ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں تو فقط اس لئے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید وہ وقت آگیا ہے کہ مسلمانوں کے خرد مند علماء اپنی تاریخ اور اپنے دین کو ادھام و خرافات کی آلودگیوں سے پاک کریں تاکہ جمالِ دین مبین اسلام دانش و خرد کے آئینہ میں منشاء الہی کے مطابق بہترین صورت کے ساتھ نکھر کر انظارِ عالم میں جلوہ نمائی کرے۔ اس منزل پر پہنچ کر اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان دلچسپ اور تازہ موضوعات پر بھی کسی قدر خامہ فرسائی کریں۔ جنھیں البوہریہ نے مادیہ اور اس کی حکومت کے حق میں تیار کیا ہے۔

آل ابی العاص اور تمام بنی امیہ کے حق میں

ابوہریرہؓ نے جن خدمات کو آل ابی العاص کے
ابوہریرہ کی خدمات لئے بالعموم اور بنی امیہ اور معاویہ کے لئے
 بالخصوص انجام دیا وہ تلوار سے جہاد نہ تھا بلکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ان کی
 خدمات ان خود ساختہ احادیث کی نشر و اشاعت کے ذریعہ تھی جس میں حضرت
 علیؓ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی مذمت کی جاتی تھی اور لوگوں کو اس بات
 پر آمادہ کیا جاتا تھا کہ وہ حضرت علیؓ علیہ السلام سے دوری اور بیزاری اختیار
 کریں اور پھر اس کے بعد وہ فضائل عثمانؓ و معاویہؓ پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ فضل حضرت
 عثمانؓ میں جن روایات کو انہوں نے بیان کیا ان میں سے ایک روایت وہ ہے
 جسے یہی تھی ان سے نقل کیا ہے جو اس طرح ہے کہ جب حضرت عثمانؓ اپنے مکان
 میں محصور تھے تو ابوہریرہؓ ان کے مکان میں داخل ہوئے اور ان سے گفتگو کی
 اجازت چاہی، جب حضرت عثمانؓ نے اجازت دی تو ابوہریرہؓ نے کہا: میں نے
بِیْنِیْکُمَا لَیْلَۃٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے تم لوگ میرے بعد فتنہ
 و اختلاف کا مشاہدہ کرو گے۔ ایسے میں کسی نے آپؓ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اس
 میں کیا کرنا چاہیے یا کہاں پناہ لیجنی چاہیے؟ آپؓ نے فرمایا تمہارا فرس ہے کہ
 سو وقت امیر اور اس کے ساتھیوں کی اتباع کرو یہ کہتے ہوئے ابوہریرہؓ نے حضرت
 عثمانؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل نے مستحسن سند کے ساتھ
 روایت کیا ہے۔ نیز یہ کہ جب حضرت عثمانؓ قرآن مجید تحریر کر رہے تھے تو ابوہریرہؓ
 ان کے پاس آئے اور کہا: واہ! کیا نیک کام انجام دے رہے ہو خدا
 تمہیں کامیاب کرے، گواہی دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبر **صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم**
 کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میرے سچے دوست وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور مجھ پر

ایمان لائیں گے درآں حالیکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔ وہ ان اوراقِ معلق میں لکھی جانے والی باتوں کی تصدیق کریں گے۔ میں نے اپنے تئیں کہا کہ میں نے اوراق؟ یہاں تک کہ میں نے ان مصحفوں کا مشاہدہ کیا۔ یہ بات حضرت عثمانؓ کو اتنی بھائی کہ انہوں نے حکم دیا کہ دس ہزار (درہم یا دینار؟) ابوہریرہؓ کو دے دیئے جائیں۔ اس روایت کا شارحی ابوہریرہؓ کی اچھوتی روایتوں میں ہوتا ہے جسے انہوں نے بلاشبہ سابقہ روایت کی طرح اسی موقع پر حبل کیا۔ نیز یہ کہ ابن عساکر، ابن عدی اور خطیب بغدادی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ: خداوند عالم نے تین افراد کو اپنی وحی کا امین بنایا ہے۔ میں، جبریل اور معاذیہ، اور ایک دوسری مرقوع روایت میں ان سے نقل ہوا ہے کہ: امناؤتین افراد تھے: جبریل، میں اور معاذیہ، جن موارد میں ابوہریرہؓ نے معاذیہ کے ساتھ عبادہ بن الصامت کی مخالفت نے شدت اختیار کی اور جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ معاذیہ نے ابوہریرہؓ سے رشام میں کہلا بھیجا کہ جاؤ اور اپنے درست عبادہ کی زبان بند کر دو۔ ابوہریرہؓ عبادہ کی خدمت میں آئے اور ان سے کہا عبادہ تمہیں معاذیہ سے کیا سروکار؟ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جو چاہے کرے تم خاموش رہو۔ عبادہ نے کہا ابوہریرہؓ تم اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کی کہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابندی کریں اور راہِ خدا میں پیش آنے والے کسی حادثہ سے نہ گھبرائیں۔ یہ سن کر ابوہریرہؓ نے سکوت اختیار کیا۔ معاذیہ سے ابوہریرہؓ کی دوستی کا ایک مظاہرہ

۱۔ البدایہ والنہایہ - ص ۱۲۰ - ج ۸

۲۔ اعلام النبلاء ذہبی - ص ۷ - ج ۲

اس وقت عمل میں آیا۔ جب معاویہ نے انھیں اور ابوالدرداء کو علی علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ جا کر انھیں شوریٰ کی دعوت دیں۔ ایسے میں ان کا سامنا عبدالرحمن بن غنم الاشعری سے ہوا جو شام کے فقیہ ترین شخص اور جلال و منزلت میں خاص مقام کے حامل تھے عبدالرحمن نے اپنی گفتگو میں اسے کہا مجھے تم دونوں پر تعجب ہے کہ تم نے کیسے گوارا کیا کہ یہ کام انجام دو۔ تم لوگ علیؑ کو دعوت دینا چاہتے ہو کہ خلافت کو شوریٰ کے حوالہ کریں؟ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ عموم مہاجرین و انصار کے علاوہ اہل حجاز و عراق نے بھی ان سے بیعت کی ہے اور جو لوگ آپ کی بیعت سے خوشنود ہیں اور ان لوگوں سے بہتر ہیں جو اس امر سے ناخوش ہیں اور بیعت کرنے والے سرتابی کرنے والوں سے بہر حال اچھے ہیں۔ اس کے علاوہ معاویہ کا شوریٰ سے کیا واسطہ کیونکہ اس کا تعلق "طلاق" سے ہے اور طلاق پر خلافت مسلمین جائز نہیں۔ اس کے علاوہ وہ اور اس کا باپ اجزاب کے سرداروں میں سے ہیں۔ یہ سن کر ابوہریرہ اور ابوالدرداء پیشان ہوئے۔ نیز یہ کہ معاویہ نے ابوہریرہ کو نعمان بن بشیر کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے قاتلین عثمانؓ کا مطالبہ کریں حالانکہ معاویہ پر اچھی طرح واضح تھا کہ یہ ایک ناممکن امر ہے کیونکہ اول تو یہ کہ قاتلین عثمانؓ مشخص و معلوم نہیں تھے، دوسرے معاویہ ان کے عالمہ کا اہل نہیں تھا مگر اس طرز عمل سے معاویہ کا مقصد کچھ اور تھا وہ نعمان بن بشیر اور ابوہریرہ کو جو اس کے دوستوں میں سے تھے علی علیہ السلام کی اس امر میں مخالفت پر لوگوں کے رد و رد گواہ بنانا چاہتا تھا۔ اور اتفاقاً یہی ہوا ابوہریرہ نے شام میں شہور کر دیا کہ علی علیہ السلام قاتلین عثمانؓ کی حمایت کر رہے ہیں اور انھیں محاکمہ

سے بچا رہے ہیں اور یہ کہ معادیہ ہی وہ واحد شخص ہے جو حضرت عثمانؓ کا طرفدار ہے۔ پھر جب خوارج نے حضرت علیؓ علیہ السلام پر خروج کیا اور جنگ کی ہولناکیاں آپ کے اور معادیہ کے درمیان بھڑک اٹھی تو ابوہریرہؓ اسے سرد کرنے لگے اور لوگوں کو جنگ سے روکنا شروع کیا۔ معادیہ کی یاد دہانی میں یہ امر ابوہریرہؓ کا تنہا اسلحہ تھا جسے وہ اپنے دائرہ تبلیغات میں حدیث پیغمبرؐ کے عنوان سے روایت کیا کرتے تھے۔ انھیں احادیث میں اس مضمون پر مشتمل احمد کی وہ حدیث ہے جسے انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ بہت جلد فتنے سر اٹھانے لگیں گے۔ ان فتنوں سے دست بردار ہونے والے قیام کرنے والوں سے بہتر ہوں گے اور قیام کرنے والے چلنے والوں سے بہتر ہوں گے۔ چلنے والے کو تشویش اور جدوجہد کرنے والوں سے بہتر ہوں گے۔ اس موقع پر جس کسی کو جہاں پناہ ملے اپنے آپ کو محفوظ کر لے۔ ابوہریرہؓ اس حدیث کو روایت کر رہے تھے اور خود جہلتے تھے کہ ان کی یہ روایت قرآن کی مخالفت کر رہی ہے۔ فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوْا حَتَّى تَقْتُلُوْا اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ

ر تو لڑو اس سے جو ظلم

زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرے (دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ابوہریرہؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ علیہ السلام اور معادیہ کی جنگ نے شدت اختیار کر لی ہے اور قریب ہے کہ علیؓ علیہ السلام غالب آجائیں اور باطل پرست معادیہ شکست سے ہمکنار ہو تو انہوں نے فروتنی اور انکساری

۱۔ الاستیعاب، ابو عبد اللہ - ص ۴۱۴

۲۔ جہاں ارشاد رب العزت ہے۔ وَ اِنْ كُنَّا بِقَوْلٍ مِنْ

الْمُؤْمِنِيْنَ اِقْتَضٰى اَوْ اَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ رَغَبْتَ اِحْدَاهُمَا عَلٰى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا
الَّذِيْ تَبَغُّوْا حَتَّى تَقْتُلُوْا اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاَتْ فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوْا
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹

۱۱۔ سورہ الحجرات - آیت ۹

کو اپنا یا لیکن جس وقت ظلم و ستم کو غلبہ حاصل ہوا تو ابوہریرہ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی اور معاویہ کے مقابل میں اظہار دوستی سے خود نمائی کرنے لگے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اہل مدینہ کی سرکوبی کے لئے معاویہ کی طرف سے بھیجے جانے والے شخص بسراطہ کا گر مجبوشی کئے۔ ساتھ استقبال کیا اور اخذ بیعت میں اس کا جی بھر کر ساتھ دیا اس کے عوض بسراٹہ نے انھیں دالی مدینہ مقرر کیا اور امام جماعت کے فرائض بھی انھیں کے حوالے کئے۔ یہاں تک کہ جاریہ بن قدامہ السعدي حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے دو ہزار سواروں کے ساتھ مدینہ پر منتقل ہوئے اور جب ابوہریرہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ جاریہ نے ہر طرف انھیں تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملے۔ آخر سخت مایوسی کے عالم میں انہوں نے اپنے مشہور جملے کو زبان پر جاری کیا اور کہا: اگر ابو سنورہ اتھ لگ جائے تو میں اسے یقیناً موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔^۱

واضح ہونا چاہیے کہ معاویہ کی جانب سے اپنی دوستی اور تعلقات خاص کے سبب ابوہریرہ کی مدینہ پر تقرری وہ امر ہے جسے تمام مورخین نے لکھا ہے۔ اس دوستی کا بھی ایک داذ ہے جسے صہا جان عقل و خرد اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابوہریرہ کی بنی امیہ سے دوستی اس حد تک بڑھی کہ وہ رات دن لوگوں کو متنبہ کرنے لگے کہ خبردار کہ جو کچھ حکومت کے عمال تم سے طلب کریں بنیز حساب و کتاب انھیں دیدو ان کے احکامات سے سربازی نہ کرو اور ان کے لئے بڑے الفاظ استعمال نہ کرو، عجاج بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابوہریرہ نے مجھے دیکھا اور پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا عراق کا۔ انہوں نے کہا: بہت جلد حکومت کے عمال

۱۔ ملاحظہ فرمائیں، تاریخ ابن اثیر۔ ص ۱۵۳۔ ج ۳

۲۔ تاریخ کبیر زہبی۔ ص ۳۳۴۔ ج ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ کتاب الشعراء ابن قتیبہ۔ ص ۵۷۲

اس سرزمین پر آئیں گے اور تم سے زکوٰۃ کا مطالبہ کریں گے اس وقت تمہیں ان کی بات مان لینی چاہیے اور جب وہ عراق کی سرزمین پر پہنچیں تو تم ان کے راستے سے ہٹ جانا اور ان سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھنا خیر دار کہیں ان کی برائی نہ کر بیٹھنا نہیں تو تمہارا نام اجر زائل ہو جائے گا۔ وہ لوگ تم سے بھی زکوٰۃ وصول کریں گے لیکن اگر تم نے صبر و شکیبائی سے کام لیا تو تمہارے نیک اعمال کا پلٹر قیامت کے دن بھاری ہو جائے گا۔ اس طرح کی روایات کا ایک دفتر کھلا ہوا ہے اور ہنسنے ہنسلنے کے لئے یہ ایک دوسری خبر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

معاویہ کا رخ زیبایا

ابو ہریرہ نے ایک دن طلحہ کی بیٹی عائشہ کو جو حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھی دیکھ کر کہا: سبحان اللہ! گھر والوں نے تمہیں کس ناز و نعم سے پالا ہے (خدا کی قسم) میں نے تم سے زیادہ خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا مگر معاویہ جب وہ رسول خدا کے منبر کی زینت بنتا تھا اس وقت اس کا چہرہ تم سے زیادہ حسین و زیبا معلوم ہوتا تھا۔

ابوہریرہ حضرت علی علیہ السلام کی بدگوئی میں احادیث جمل کرتے ہیں

ابوہریرہ نے حضرت علی علیہ السلام کی مذمت میں کثرت کے ساتھ جعلی حدیثیں نقل کی ہیں جنہیں بیان کرنے کے لئے بہت وقت درکار ہے یہاں پر ہم فقط چند روایات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ابو جعفر اسکا فی کہتے ہیں: ما روئے

نے صحابہ اور تابعین کے ایک گروہ کو اس بات پر مامور کیا تھا کہ وہ حضرت حضرت علی علیہ السلام کی بدگوئی میں غلیظ اور بے بنیاد روایتوں کو بیان کریں تاکہ لوگ آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر آپ سے دوری اختیار کریں۔ اس کام کیلئے اس نے ایک معقول مواضعہ بھی ان کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے معاویہ کی خوشنودی کے لئے کثرت کے ساتھ جمل حدیثیں نشر کیں۔ جن میں ابو ہریرہ، عمرو بن العاص مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں عروۃ ابن الزبیر وغیرہ شامل ہیں۔ نیز ائمہ نے روایت کی ہے کہ جس وقت ابو ہریرہ، معاویہ کے ساتھ سال جماعت (۴۱ ہجری) میں (جو درحقیقت فرقت اور جدائی کا سال تھا) مسجد کو نہ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے ایک جم غفیر نے ان کا استقبال کیا ہے تو دو روزہ تو ہو کر کئی مرتبہ اپنا سر پٹیا اور کہا: اے اہل عراق تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں پیغمبر کی نسبت جھوٹ بول کر اپنے لئے دوزخ مول لے رہا ہوں۔ (خدا کی قسم) میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ ہر پیغمبر کے لئے اس کا ایک حرم ہے اور میرا حرم مدینہ میں غیر و ثور کے درمیان ہے۔ جو کوئی اس میں کسی بدعت کو جنم دے اس پر خدا اس کے ملائیکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ علی علیہ السلام نے اس میں بدعت کو جنم دیا! اور جب معاویہ نے یہ باتیں سنیں

۱۔ یہ بات اس امر پر دلیل ہے کہ ابو ہریرہ کی جھوٹی حدیثوں نے شہرت اختیار کر لی تھی اور ہر طرف اس کے چرچے تھے۔

۲۔ صاحب معجم البلدان نے حوت "ثا" کے باب میں لکھا ہے ثور مکہ کا ایک پہاڑ ہے جس کے غار میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ لی تھی، اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر یا ثور کی تحریم کی، ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ مدینہ کے لوگ ایسے کسی پہاڑ کو نہیں جانتے جس کا نام ثور ہو۔ اہل حدیث نے روایت کی ہے کہ

تو اس نے ابو ہریرہؓ کو انعام و اکرام سے نوازا اور مدینے کی امارت ان کے حوالے کی۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود کہنا پڑتا ہے کہ حق کبھی بے یار و مددگار نہیں رہا اور اگر صحابہ میں ابو ہریرہؓ، منیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص اور ایسے دوسرے افراد جن کی کھال میں اتر کر معاویہ انھیں فریب دے سکا موجود تھے تو اس کے برعکس ایسے افراد بھی تھے جنہیں نہ کوئی دلدہہ خرید سکتا تھا اور نہ وہ کسی ٹمید سے خائف ہوئے تھے۔ سفیان ثوری نے عبدالرحمن بن قاسم کے واسطے عمرو بن عبدالغفار سے نقل کیا ہے کہ جب ابو ہریرہؓ معاویہ کے ہمراہ وارد کوثر ہوئے تو انہوں نے راتوں کو باب الکندہ میں بیٹھا شروع کر دیا۔ لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ ایک رات کوثر کا ایک نوجوان ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور انھیں مخاطب کر کے کہا: ابو ہریرہؓ تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تم نے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مابین ثور واحد کی تحریم کی ہے اور بعض روایت نے کہا ہے: غیر سے کدی تک۔ تیزیہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں عیز نامی ایک پہاڑ ہے اور اس امر پر اعتقاد غیر ممکن ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مابین غیر و ثور کی تحریم کی ہو۔ کیوں کہ بالاجماع یہ مکان مباح ہے۔ قرۃ العین کی تحریر کے مطابق ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر سے ثور تک کے درمیانی مکان کی تحریم کی ہے غیر و ثور دو پہاڑ ہیں۔ غیر مدینہ اور ثور مکہ کا پہاڑ ہے۔ یہ ایک بے معنی روایت ہے کیونکہ یہ مقام بالاجماع غیر محرم ہے۔ بعض اہل حدیث کا کہنا ہے کہ صحیح روایت یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر سے احد تک کے درمیانی حصہ کی تحریم کی ہے اور یہ دونوں

پہاڑ مدینہ میں ہیں۔ ص ۲۶-۲- ج ۳ اور ص ۲۶۶-۲- ج ۶

۱- شرح منہج السیاحۃ - ص ۳۵۹

۲- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ ہر سفر میں ابو ہریرہؓ کو اپنے ساتھ رکھتا

مقا۔ تاکہ وہ اس کے لئے تبلیغ کرے۔

رسول خدا کو علی بن ابی طالب کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ: خداوند! تو اس کو دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو ان سے دشمنی کرے؟ ابوہریرہ نے کہا: ہاں، خدا کی قسم میں نے سنا۔ نوجوان نے کہا: میں بھی خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تم نے ان کے دشمن کے ساتھ دوستی کی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک زوردار مکہ ابوہریرہ کے منہ پر مارا اور وہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ مسلم نے سعد بن العاص سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا: کس چیز نے تمہیں سب ابو تراب سے باز رکھا ہے۔ سعد نے کہا: مجھے یاد ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں تین باتیں فرمیں ہیں جن کے سبب میں انہیں بُرا نہیں کہہ سکتا اور اگر ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی میرے لئے ہوتی تو میں اسے ہر سراپا سے بہتر جانتا۔ باقی حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے۔

ابن عباس نے کہا ہے کہ علی علیہ السلام کو چار امتیاز حاصل تھے جو کسی اور کو نہ تھے۔ آپ پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے پہلے شخص تھے۔ آپ نے ہر لڑائی میں رسول خدا کی علمبرداری کی اور جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر سب بھاگ گئے تو آپ ہی نے کمال شکیبائی کے ساتھ ان کا ساتھ دیا اور یہ کہ علی علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ کو غسل دینے والے اور محد میں اتارنے والے تھے اس کے بعد اور کون سی فضیلت رہ جاتی ہے جبکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے وصیت فرمائی کہ علی علیہ السلام کے علاوہ اور

۱۔ یعنی حطرح میں نے حکم دیا ہے اور سب اس کی تعمیل کرتے ہیں تو کیوں نہیں کرتے۔ معاویہ اور اس کے بعد آئو لے تمام بنی امیہ کا یہ وتیرا تھا کہ وہ لوگوں کو آمادہ کرتے تھے کہ حضرت علیؑ اور آپؐ کی آلِ اطہار کو میزوں پر دشنام دیں اور یہ سنتِ سیئہ اُس وقت تک اسی طرح برقرار رہی جب تک کہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے اس کو ختم نہ کر دیا۔

کوئی مجھے عمل نہیں دے گا۔ نیز یہ کہ نویں ہجری میں جس وقت پیغمبر اکرم
 ﷺ پر مکہ والوں کو سننے کے لئے سورہ توبہ کی چند ابتدائی
 آیتیں نازل ہوئیں اور آپ نے حضرت ابوبکر کو اس کام پر مامور کیا تو وحی نازل
 ہوئی اور آپ نے فوراً حضرت علی کو حضرت ابوبکر کے تعاقب میں بھیجا تا کہ آپ
 ان سے آیتوں کو لیکر خود مکہ والوں کو سنائیں اور اس کے بعد اس شہر حبلے کو آپ نے
 اپنی زبان مبارک پر جاری کیا کہ: میرے اور علی کے سوا اور کوئی اس کام کو انجام نہیں دے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

ابوہریرہؓ کیلئے

بنی امیہ کی

امداد اور

بخشش

بنی امیہ، ابوہریرہؓ کے سلوک اور ان کے میزانِ رفاقت کو اچھی طرح جانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی بخششوں کے سیلاب کو ان کی طرف بہانا شروع کیا اور ان پر اپنے عطایا اور صلوں کے دروازے کھول دیئے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان کی حالت بدل گئی اور وسعتِ عیش و خوشبختی اور جاہ و مقام نے تنگیِ معیشت، بدبختی، تہی دستی اور ذلت و خواری کی جگہ

لے لی اور اب بھٹی اور بوسیدہ پوشاک سے تن کی عریانی ڈھانکنے والے پوسٹین
 دیبا، کتان اور بالا پوش استعمال کرنے لگے اور ایک ادنیٰ اور ناقابل اعتناء
 خادم سے انہوں نے ایک اعلیٰ محذوم کی حیثیت اختیار کر لی۔ واضح ہونا چاہیے
 کہ ابوہریرہ کے حق میں بنی امیہ کا پہلا انتقام یہ تھا کہ معاویہ نے انہیں مدینہ
 کا والی مقرر کیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ان کی امداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ
 عقیق میں ایک قصر اور ایک زمین انکو الاط ہوئی اور ایک دوسری زمین
 ذوالحلیفہ میں انھیں دی گئی، مختصر یہ کہ بنی امیہ نے ابوہریرہ کے لئے اس قسم
 کی بے حساب امدادیں اضافہ کیا لیکن جو بات لرزہ بر اندام کرنے والی اور
 سینے میں دم ٹھہرانے والی ہے اور جسے یاد کر کے ہر با عظمت ہستی سراپا حزن و

۱۔ علیہ کے مطابق ابوہریرہ کا بیان ہے کہ: میں نے اپنی پشت پر پڑے ہوئے
 بوسیدہ کپڑے کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بچھایا اس طرح کہ
 اس پر بیٹھ گئے ہوئے جوں مجھے صاف نظر آ رہے تھے۔ ابوہریرہ اسی کپڑے کے ایک سرے کو
 اپنی گردن سے باندھا کرتے تھے اور دوسرا سر ان کے ٹخنوں کو چھوتا تھا وہ اپنے ہاتھوں
 سے اس لباس کو سمیٹے رہتے تھے کہ مبادا ان کی شرنگاہ کھل جائے۔

۲۔ ابن سعد نے طبقات میں، ص ۵۸-۱۲-۲ اور ذہبی نے اعلام النبلاء ص ۵۰-۲
 ج ۲ میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ پوسٹین زیب تن کیا کرتے تھے اور بخاری نے ص ۵۹-۲-ج ۱۳ میں
 محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ کو اس رنگ میں دیکھا کہ کتان خالص کا
 ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور اپنی ناک اس میں بھر رہے تھے۔

ملال بن جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ عتبہ بن غزوٰ ان جیسی عظیم المرتبت ہستی کی جلیل القدر ہمیشہ "بسرہ" کو مروان بن حکم نے جو اس وقت والی مدینہ تھا۔ ابوہریرہ کے نکاح میں دے دیا۔ یہ پاک سرشت اور صاحبِ نصیحت خاتون دہی ہیں کہ جن کے پاس ابوہریرہ نے اپنی تنگدستی اور عربانی کے زمانے میں خدمت گزاری کی تھی۔ خدا اس محترم اور صاحبِ حیثیت خاتون کی فریادرسی کرے کہ اس فلک کج رفتار نے اس کی یہ حالت بنا دی اور انتہائی ذلت و خواری کے ساتھ اسے اپنے ہی خادم ابوہریرہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا آہ! یہ دنیا کتنی سنگدل اور ظالم ہے! اے کاش! ابوہریرہ جیسی گنہگار اور ناقابلِ ذکر ہستی جو زبردستی کرنے والوں کی مدد اور زمانے کی غفلت کے سبب قسمت کے دھنی بنے اور انھیں وہ مقام ملا جسکا وہ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے اپنی اس نیک سرشت اور با عظمت خاتون کے ساتھ جسے بدبختی اور زمانے کی ناسازگاری نے اپنی پیٹ میں لے لیا تھا۔ خوش رفتاری سے پیش آتے اور اپنے حق میں کی جہلنے والی گذشتہ نیکیوں کو فراموش نہ کرتے اور غربت، افلاس اور عربانی کے زمانہ میں اس معظّم کے احسانات اور ان کی امداد کو

۱۔ عتبہ بن غزوٰ، امیر مجاہد ابو غزوٰ ان الماذنی ہے۔ وہ اسلام لانے والے ساتویں شخص ہیں۔ عتبہ کا شمار جنگجو امراء میں ہوتا ہے۔ یہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے بصرہ کا نقشہ تیار کیا اور اس کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عمرؓ نے انھیں وہاں کا والی مقرر کیا۔ عتبہؓ نے حضرت عمرؓ کے دور میں ۷۱ھ ہجری کو وفات پائی۔ ابوہریرہؓ نے ان کی وفات کے برسوں بعد ان کی بہن کو اپنے عقد میں لیا کیونکہ یہ واقعہ عقد سنہ ۷۱ ہجری کے بعد وقوع پذیر ہوا اور اگر عتبہ زندہ ہوتے تو ابوہریرہؓ کی یہ مجال نہ ہوتی کہ وہ اپنے مخدوم و سرور کو اپنی ہمسری میں لاتے۔ مگر کیا کیس جہلے کہ مقتدر یہی تھا۔

یاد رکھئے۔ لیکن کمال تا سفت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابوہریرہؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اس کے ساتھ انتہائی وحشیانہ اور بے ادبانہ سلوک روا رکھا۔ یہ ہے بسرہ کے ساتھ ابوہریرہؓ کے سلوک کی داستان جو ان کی بدسلوکی، بے احترامی اور کفرانِ نعمت کو ظاہر کرتی ہے اپنی شریک حیات کے ساتھ اس قسم کا ناروا سلوک ہرگز کسی کریم النفس اور آبرمند انسان اور با شرف و بادقار شوہر سے کبھی سرزد نہیں ہوتا۔

ابوہریرہؓ کی تن پروری اور خوشگذرانی
جب ابوہریرہؓ اس مقام پر پہنچے جس پر ان جیسے افراد کا پہنچنا محال تھا۔ اور انہوں نے اس بابر عظمت اور صاحبِ عزت و توقیر خاتون کو اپنا ہمسر بنایا تو انہوں نے اپنے محسن کی قدر نہیں کی۔ جن کے احسانات کے بوجھ تلے وہ دبے ہوئے تھے۔ اور عیاشی تن پروری، بدامالی اور لہجہ طبع نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اُس خاتون کے حق میں جسے بدبختی اور بدبختی نے اس جیسے انسان سے ملنا سکھائے ہوئے پر مجبور کر دیا تھا۔ حد ادب اور وقار سے تجاوز کر جائیں۔ لہذا ابوہریرہؓ ہمیشہ اس رشتے پر خوشحال و خوشنود نظر آتے تھے۔ اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے تھے۔ میں پیٹ بھرنے کی خاطر غزو ان کی بیٹی بسرہ کا ملازم تھا اور اسی لئے دورانِ سفر اُن کی سواری کو ہالکا کرتا تھا اور جب وہ آرام کرنے کے لئے رکتیں میں اُن کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اشرم اور ابن ماجہ کی روایت میں

۱۔ ابوہریرہؓ کی خلافت و تنگدستی فقر و افلاس پر دلالت کرنے والے جملہ امور میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے ان ناشائستہ امور کی بناء پر بحرن کی ولایت سے معزل کر کے اپنے پاس بلایا تو انہوں نے کہا: کیا تم اسی وقت کو بھول گئے جب میں نے ہمیں بحرن کا دالی بنایا تھا۔ اور تمہارے پاس پہنچنے کے لئے جو تے تک نہ تھے۔

ہے کہ میں اپنا پیٹ بھرنے اور کبھی کبھار سواری سے نطف اندوز ہونے کے لئے غزوہ ان کی بیٹی کا ملازم ہوا۔ جب وہ سواری سے اترتیں تو میں اُن کے لئے لکڑیاں جمع کرتا تھا۔ اور جب وہ سوار ہوتیں تو اُن کے لئے ہدی خواہی کیا کرتا تھا۔ مگر اب میں نے اُس کو اپنی بیوی بنالیا ہے۔ اور اب جب کبھی میں سواریا پیادہ ہوتا ہوں تو اُسے میری خدمت کرنا پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی فرماتے ہیں جب ہم کسی صاف ستھرے میاں میں پہنچتے تھے تو بوسہ کہتی تھی جب تک میرے لئے کھانا تیار نہیں کر دئے میں نہیں بیٹھتی تھی۔ اور اب جب بھی میں کسی ایسے مقام پر اترتا ہوں تو اُس سے کہتا ہوں جب تک میرے لئے کھانا تیار نہیں کر دگی میں نہیں بیٹھوں گا۔ ابن سعد نے محمدؐ کے واسطے سے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں اپنا پیٹ بھرنے اور مرکب کی سواری کا ٹھننے کے لئے ابن عفان اور غزوہ ان کی بیٹی کا ملازم ہوا۔ جب وہ پہل سفر باندھتی تو میں اُن کی سواری کو ہانکتا تھا اور جہاں کہیں رکتیں میں اُن کی خدمت گزاری میں مصروف ہو جاتا تھا۔ ایک دن غزوہ ان کی صاحبزادی نے مجھ سے کہا تمہیں ننگے پیر چلنا ہو گا۔ اور کھڑے مرکب پر سوار ہونا ہو گا۔ مگر اللہ نے اسے میرے نصیب کیا۔ اور اب میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہیں ننگے پیر چلنا ہو گا اور کھڑے مرکب پر سوار ہونا پڑے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ تمہیں ننگے پیر مرکب پر بیٹھنا ہو گا۔ اور سواری کو بٹھائے بغیر اس پر سوار ہونا پڑے گا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ابوہریرہؓ کا یہ طرز عمل شرافت و جوانمردی سے کس قدر دور ہے کہ وہ بڑے افتخار کے ساتھ دنیا والوں کے سامنے اپنی بیوی کی تنزیل کرتے ہیں۔ اُس کو آزار پہنچاتے ہیں۔ اور اُس سے انتقام لیتے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا کوئی شرافت مندان کسی علی خاندان کی ایسی لڑکی سے سلوک کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ اُن کے لئے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ کیوں کہ وہ ابوہریرہؓ ہیں۔ اور اس سلسلے میں اتنی ہی بات کافی ہے۔

میں خواہ جس قدر کہ میں چاہوں کہ وہ ہمیشہ کہیں سے نہ آئے
 کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے
 کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے
 کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے
 کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے کہیں سے نہ آئے

یہ ساری

انہی

میں

یہ ساری

سکین تو ابوہریرہ نے مودن بننے کے لئے اپنی رعبت کا اظہار کیا۔ اب ہم اس موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو سنہ ۲۱ ہجری میں علماء بن الحضرہ کی وفات کے بعد بحرین کی ولایت کے لئے منتخب کیا لیکن کچھ عرصے کے بعد ان سے متعلق والی کی امانت کو داغدار بنانے والے امور کی شکایات حضرت عمرؓ کو ملنے لگیں لہذا انہوں نے ابوہریرہ کو معزول کر کے عثمان بن ابی العاص ثقیفی کو ان کی جگہ مقرر کیا اور جب ابوہریرہ بحرین سے واپس لوٹے تو حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ چار لاکھ (درہم یا دینار) لائے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے ابوہریرہ سے پوچھا: ابوہریرہ تم نے کس کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہنیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنے ساتھ کتنا سرمایہ لائے ہو؟ ابوہریرہ نے جواب دیا ۲۰ ہزار (درہم یا دینار)۔

۱۔ طبری کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے انھیں سنہ ۲۰ ہجری میں بحرین کا والی مقرر کیا۔

۲۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحرین اس زمانے میں حقیقتاً خود کفیل تھا۔ اور جو پیسہ دہان سے بیت المال کے لئے بھیجا جاتا اس کی نظیر نہیں تھی۔ حمید بن ہلال کہتے ہیں: حضرت حضری نے جو مال رسول خداؐ کے لئے بھیجا اس کی مقدار ۸۰ ہزار (دینار یا درہم) تک پہنچتی ہے۔ اس کے بعد اس سرمایے کو چٹائی پر ڈھیر لگایا گیا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے افراد کے ساتھ اس کے اطراف جمع ہوئے۔ ان دونوں عدد و وزن کا حساب نہ تھا بلکہ لوگ اپنی مٹھی اس کام کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ذہبی ص ۶۶-۷ ج ۲) بلا ذری نے اسی خبر کو فتح البلدان ص ۸۱ مطبوعہ یورپ میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے زیادہ رقم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ اس سے پہلے آئی اور نہ اس کے بعد۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ سرمایہ کہاں سے حاصل ہوا؟ ابوہریرہؓ نے جواب دیا۔ اس مدت میں میں تجارت کرتا رہا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: اب تک کے اخراجات کے ساتھ اپنی اصل رقم اٹھا کر باقی سرمایہ بیت المال کے حوالے کر دو۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دس ہزار (درہم یا دینار؟) بروایتی ۱۲ ہزار (درہم یا دینار) ان سے حاصل کئے جائیں۔ طبقات ابن سعد میں ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: اے دشمنِ خدا اور دشمنِ اسلام ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے خدا اور اس کی کتاب کے دشمن۔ تم نے اللہ کے مال پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے فقہیہ یہ کہا: تم نے اللہ کا مال چرایا ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: کیا تم بھول گئے کہ جب میں نے تمہیں بحرین بھیجا تھا تو تمہارے پاس پہننے کے لئے جوتے تک نہ تھے اور اب میں نے یہ سنا ہے کہ تم نے ایک ہزار چھ سو دینار قیمت رکھنے والے گھوڑے خرید لئے ہیں؟ ابوہریرہؓ نے کہا میرے پاس گھوڑے تھے جن کی افزائش نسل ہوئی ہے اس کے علاوہ مجھے ہمیشہ تحائف ملا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنے محتاج کا حساب لگا کر اس پیسے سے اٹھا لو اور باقی واپس کر دو۔ ابوہریرہؓ نے کہا: اس طرح کا حکم صادر کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا، حضرت عمرؓ نے کہا، ہاں اور تازیانے لگائے کہ ابوہریرہؓ لو لہان ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کہا: لاؤ

۱۔ کیا دالی امین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ تجارت کرے؟ اگلے چند اوراق بعد آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ وایان امین کا کیا انداز تھا اور وہ کس طرح کے تھے۔

۲۔ تاریخ کبیرہ فریبی۔ ص ۳۳۸-۲ ج

۳۔ مستم ۲ ص ۵۹-۶۰-۲ ج

۴۔ اس جگہ پر تامل فرما کر فوراً اس کے معنی سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

رقم حاضر کر دو، ابوہریرہؓ نے کہا میں اس کو راہِ خدا میں دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کی صورت بھی یہ ہے کہ مال کسبِ حلال سے ہو اور کمالِ رضایت کے ساتھ حوالے کیا جائے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ انصائی بحرین سے آئے ہو اور لوگوں نے اللہ کی خاطر تمہیں اموال سپرد کئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ "امیہ" نے تمہیں خرچہ کرنے کے لئے جہنم دیا ہے۔ یہ روایت زیادہ قرینِ صحت ہے کیوں کہ اسمیں حضرت عمرؓ کی سخت گیری اور ابوہریرہؓ کی مزاجی کیفیت کا حقہ بیان ہوئی ہے روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کے اموال کو ابوہریرہؓ اشجری اور حارث بن کعب بن دہب وغیرہما کے اموال کی طرح تفضیف کیا ہے۔ یہاں پر ہم ایک نکتہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس طرح ان شخصوں کو محکوم بنایا جائے جو ابوہریرہؓ کو بغیر کسی شخصی لیاقت و استحقاق کے عالم اور عالی مرتبت بنانا چاہتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ابوہریرہؓ برخلاف امانت قدم اٹھانے والے شخص ہوتے تو حضرت عمرؓ انہیں بحرین کا والی نہ بناتے۔ حضرت عمرؓ نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ ابوہریرہؓ ایک بلند مقام کے حامل تھے۔ ہم ان اشخاص کے جواب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ صرف طبقات ابن سعد کی روایت بیان کرنے پر اکتفا کرنا چاہتے ہیں۔

والیوں کے انتخاب میں حضرت عمرؓ کا طریقہ کار | حضرت عمرؓ

کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ جب کسی شہر کے لئے کسی عامل کا انتخاب کرتے تو پہلے اسکے اموال کی تہرست مرتب کرتے تھے تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ اس نے اپنی حکومت کے دوران کیا کیا۔ اگر اس دوران اس کے اموال میں اضافہ ہوتا تو حضرت عمرؓ

۱- امیہ ابوہریرہؓ کی والدہ کا نام ہے۔

۲- عقد الفرید - ص ۵۳ - ج ۱۱ اور ابو موسیٰ، ابوہریرہؓ کے ساتھ ایک ہی وقت اسلام لائے۔

اس زائد مال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ نیز یہ کہ حضرت عمرؓ نے کسی شہر کی دلایت کے لئے کبھی اکابرین صحابہ کا انتخاب نہیں کیا بلکہ اس کام کے لئے وہ عمرو بن العاص، معاذ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ جیسے عام اصحاب کا انتخاب کرتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام، حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف جیسے افضل صحابہ کو اپنے پاس رکھے رکھتے تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ آخر کس لئے بزرگان صحابہ کو اس کام پر مامور نہیں کیا جاتا تو انہوں نے جواب دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ حکومت سونپ کر ان ہستیوں کو آلودہ کر دوں۔ نیز یہ کہ ان کا کہنا ہے کہ کبھی کوئی عامل ایک سال سے زیادہ کسی حکومت پر مقرر نہیں رہا۔ کاش ابوہریرہؓ کے چاہنے والے اور ان کا دفاع کرنے والے بحرین کی حکومت کے دوران ان کی روش و سیرت کو دیکھ کر مہربان نہ ہوتے۔

۱۔ طبقات ابن سعد۔ ص ۲۰۳۔ ج ۳ ق ۱

۲۔ سیر اعلام النبلاء۔ ص ۲۸۱۔ ج ۲

دیانتدار والیوں کی چند مثالیں

بحرین کی ولایت کے موقع پر ابوہریرہ کی سیرت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ
امر ولایت میں ان کا طوطا عمل دیانت دار والیوں کی روش کے سراسر خلاف تھا
جس کی بنیاد پر حضرت عمرؓ کو انھیں معزول کر کے وہ تمام باتیں کہتی پڑیں جس
کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بحرین میں اتنی کثیر رقم ناحق
ہتھیانے کا بہانہ ابوہریرہ کے پاس یہ تھا کہ وہ وہاں تجارت کیا کرتے تھے اور

انھیں تحفے تحائف ملا کرتے تھے، ایسی صورت میں ان سے پوچھنا پڑے گا کہ کیا دیانت دار والی کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ تجارت کرے یا یہ کہ اپنی رعیت کے عطایا کی طرف دست طمع دراز کرے۔ خاص طور پر ابوہریرہ جیسی شخصیت؟!! مگر ہمیں کہنا پڑیگا کہ ابوہریرہ کے لئے یہ بات تعجب خیز نہیں کہ انہوں نے بحرن کی حکومت میں ایسی روش کیوں اختیار کی بلکہ تعجب خیز بات تو یہ ہوتی کہ وہ اس کے برخلاف عمل کرتے کیونکہ ابوہریرہ کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ان کا طرز عمل ساری زندگی یوں ہی رہا ہے اور یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ساری زندگی جس ڈگو پر وہ چلتے رہے ہیں اس کو ترک کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی اور اگر کسی کو دیانت دار اور امین و ایوں کی روش کے درخشاں نمونے دیکھنا ہوں تو انھیں بعض اجلہ صحابہ کی سیرت کی جانب رجوع کرنا پڑے گا۔ تاکہ انھیں دیانت دار، با ایمان، پاک سرشت عالی ذات افراد اور ہر طرح کے اعلیٰ صفات سے عاری نفوس کے درمیان واضح فرق کا احساس ہو جائے اور ان عالی قدر ذات کے چند نمونے یہ ہیں۔

حذیفہ بن الیمانؓ | حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

نخباء صحابہ اور صاحب ستر پیغمبر ہیں۔ رسول خداؐ نے انھیں 'اسماء منافعین' بتا دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں والی مدینہ بنایا اور ان کے لئے ایک فرمان لکھا جس میں اہل مدینہ کو اس طرح گوش گذار کیا کہ: ان کا فرمان ستوا ان کی اطاعت کرو اور ان کی خواہشات کا احترام کرو۔ حذیفہ بھی مختصر سے قوشہ کے ساتھ ایک گدھے

۱۔ حضرت عمرؓ نے انھیں ستر دے کر پوچھا تھا: کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

پر کاٹھی لگائے اپنے محلِ ماموریت کی ظُرّت روانہ ہوئے اور جب مدائن پہنچے تو وہاں کے بڑے بڑے زمینداروں اور تاجروں نے ان کا اس حال میں استقبالیہ کیا کہ ان کے ایک ہاتھ میں روٹی اور دوسرے میں گوشت کا

حذیفہ نے کہا، نہیں، مگر تمہارے بعد میں کسی کی ستائش نہیں کرتا لہذا حضرت عمرؓ ہر صحابی کی وفات پر حذیفہ کا خیال رکھتے تھے۔ اگر حذیفہ اسن کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے تھے تو وہ سمجھ لیتے تھے کہ مرنے والا منافق ہے۔ حذیفہ نے سنہ ۳۶ ہجری میں وفات پائی اور جنگِ جمل میں شریک نہ ہو سکے، ان کے فرزند صفوان اور سعید نے اس میں شرکت کی اور مارے گئے۔ ان دونوں صاحبزادوں نے اپنے پدر بزرگوار کی وصیت پر حضرت علی علیہ السلام سے بیعت کی صحیحین میں حذیفہ سے ۱۲ حدیثیں موجود ہیں۔

۲۔ اصحاب عقبہ کے منافقین سے مراد وہ افراد ہیں جو غزوہ تبوک کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں گھات لگائے بیٹھے تھے انہوں نے اپنے منہ پر ڈھانٹا باندھ رکھا تھا اور اس اونٹ کو جس پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے اور جس کی مہار عمار یا سر کے ہاتھ میں تھی اور حذیفہ اسے ہٹکا رہے تھے بھڑکانا چاہتے تھے تاکہ اونٹ گھاٹی پر سے گھبرا کر پیچھے گر پڑے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام حذیفہ کو بتا دیئے تھے۔ اس سلسلے میں المعاریت بن قتیبہ نے جن ناموں کو پیش کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔ عبداللہ بن سلول۔ کاتب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ کے باپ سعد بن ابی سرح۔ ابوہامزہ الاعرابی حلاس بن سوید۔ معج بن حارثہ۔ ملیح التیمی جسے عطر کعبہ کی چوری کی اور اسلام سے مرتد ہوا۔ حصیص بن نمیر جسے زکوات کی کھجوروں کو چرا یا تھا۔ طعیمہ بن ابیرق۔ مرہ بن ربیع اور ان کے سرغنہ حنظلہ الساکہ کے باپ ابو عامر جس کے لئے مسجد حزار تعمیر ہوئی۔

طیغ کاٹھا اور وہ اسے کھانے میں مشغول تھے ایسے موقع پر حذیفہ نے اہل مدائن کے سامنے مذکورہ فرمان پڑھا۔ لوگوں نے کہا: آپ جو طلب فرمائیں ہم حاضر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حذیفہ نے کہا میں جب تک والی کے عہدہ پر فائز ہوں تم سے اپنے روزانہ کی خوراک اور اس چوپایہ کے لئے تھوڑی سی گھاس کے علاوہ اور کسی چیز کا خواہاں نہیں ہوں۔ حذیفہ اس طرح کچھ عرصے تک مدائن میں متوقف رہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے انھیں واپس مدینہ آنے کے لئے لکھا اور خود حسب عادت ان کی راہ میں چھپ کر بیٹھ گئے مگر جب انہوں نے حذیفہ کو اسی طرح خالی ہاتھ واپس لوٹتے ہوئے دیکھا جس طرح وہ گئے تھے تو وہ ان کے قریب آئے اور کہا: تم میرے اور میں تمہارا بھائی ہوں۔

سلمان فارسیؓ | اب دو تین سطریں اس جلیل القاد

صحابی کی تاریخ میں زینت قرطاس و قلم کرتا ہوں جسے حافظ مزب ابن عبدالبر نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: کچھ لوگ سلمان کے پاس جب وہ امیر مدائن تھے آئے اور انہوں نے دیکھا کہ سلمان بیٹھے لیف خرما بٹ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے سلمان سے مخاطب ہو کر کہا: تم امیر مدائن ہو، بیت المال سے تمہیں تنخواہ ملتی ہے۔ پھر لیف خرما کیوں بٹ رہے ہو؟ سلمان نے جواب دیا: "مجھے پسند ہے کہ میں اپنی محنت سے رزق حاصل کروں، اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سلمان نے لیف خرما بٹنے کا کام انصار سے اس وقت سیکھا جب وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں تھے۔ انھیں ہر سال پانچ ہزار (درہم یا دینار) تنخواہ ملتی تھی جسے وہ راہ خدا میں دے

دیا کرتے تھے اور محنت کے ذریعے کمائی ہوئی رقم سے وہ اپنے لئے روزی فراہم کیا کرتے تھے۔

ایک مختصر سی سطر خالد بن ولیدؓ کے بارے میں نقل کرنا

بھی مناسب معلوم ہوتی ہے جسے نافع نے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب خالد فوت ہوئے تو بجز گھوڑا، اسلحہ اور غلام ان کے پاس اور کچھ نہ تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کے بارے میں کہا: خدا رحمت کرے ابوسلیمان پر کہ وہ اسی طرح کا نکلا جیسا کہ ہمیں گمان تھا۔ یہاں ہم اسلام کی ان چند مایہ ناز برجستہ مثالوں کی نشان دہی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

۱۔ کتاب الاستیعاب - مطبوعہ ہند - ص ۵۷۶ - ج ۲ - سلمان کے دیگر فضائل کے لئے اسی کتاب سے رجوع فرمائیں۔

۲۔ حالانکہ حضرت عمرؓ عمر خالد بن ولید کی نسبت کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور اس غلطی کے سبب جو واقعہ یوم البطاح میں مالک بن نذیرہ الیربوعی کی نسبت ان سے سرزد ہوئی (جس کی داستان بیشتر اسلامی کتب دیر میں موجود ہے) وہ ہمیشہ ان کی بے مہری کا شکار رہے۔

ابوہریرہ حضرت عثمانؓ کے بعد ابھرے

اس سے پہلے ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور میں ابوہریرہ کی کوئی شان و منزلت نہ تھی اور وہ خلیفہ ثانی کی زندگی میں نقل روایت کے لئے اپنی زبان کو جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ نیز یہ کہ انھیں قتل عثمانؓ سے پہلے فتوے کی جرأت بھی نہ ہوئی تھی۔ بڑے بڑے تاریخ نویسوں نے ہماری اس بات کی تصدیق

کی ہے۔ البتہ نقل روایت میں زیادہ روی کی روش انہوں نے بنی امیہ کے دور میں اختیار کی۔ جب انھیں میدان خالی نظر آیا تو وہ بنی امیہ کے مبلغین میں شامل ہو گئے۔ ابن سعد نے طبقات میں ابن عباسؓ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عمر دین العاصؓ، جابر بن عبداللہؓ، رافع بن خدیجؓ، سلمہ بن الاکوعؓ، ابو داؤد اللیثیؓ، عبداللہ بن بجینہؓ اور ان جیسے افراد اصحاب پیغمبرؐ میں شمار ہوتے تھے۔ یہ اصحاب حضرت عثمانؓ کے بعد تمام عمر مدینہ میں فتویٰ دیتے رہے اور پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل روایت کرتے رہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی وفات سے پہلے ابوہریرہؓ عام صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسرے مشہور صحابہ کی طرح کسی نے انھیں بجز اس کے کسی بھی دینی امر میں مشغول نہیں دیکھا۔ جب وہ علماء ابن الحنفی کے ساتھ بحرین میں تھے تو انہوں نے فقط اذان کہنے کو اپنا شعار بنایا یا تھا جسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس طرح ابوہریرہؓ کو مروان کے زمانے یعنی سنہ ۴۱ ہجری کے بعد تک اذان سے شغف رہا مگر بنی امیہ کے زمانے میں جب تمام اکابر و ابرار صحابہ کی زندگی کے چراغ گل ہو چکے تو ابوہریرہؓ کا سارہ بخت چمکنے لگا۔

۱۔ ص ۱۲۲۔ ج ۲ ق ۲۔ مطبوعہ لندن۔ اور تاریخ ذہبی ص ۳۳۶۔ ج ۲

اس کے علاوہ کتاب سیر اعلام النبلاء۔ ص ۲۳۷۔ ج ۲ اور ہماری کتاب ماہ صوواء علی السنہ المحمدیہ" ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ کون کون حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانوں میں فتویٰ دیا کرتے تھے اس وقت آپ کو معلوم ہو کہ ابوہریرہؓ کسی طرح بھی ان کے درمیان نہیں تھے کیوں کہ وہ اس وقت تک ایک گنہگار شخصیت تھے اور کوئی ان کو ہتھی جانتا تھا۔

وہ واقعات اور جنگیں جس میں ابوہریرہ نے شرکت نہیں کی اور ظاہر کیا کہ وہ انہی میں شریک تھے

ابوہریرہ نے ایسا کوئی عمل نہیں چھوڑا جس میں بنی امیہ کے نزدیک انکے اقبال کو چار چاند نہ لگتے ہوں اور اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو ہر میدان میں اتارا۔ ان مقامات میں سے ایک مقام وہ ہے جہاں وہ اپنے آپ کو ہر ان جنگوں اور ان واقعات کا شریک بتاتے ہیں جن میں انہوں نے قطعاً شرکت نہیں کی۔ بخاری ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نے خیبر کو فتح کیا مگر مال غنیمت

میں سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ وہاں سے گلے اور ادنٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ حالانکہ ابوہریرہ نے کسی طرح بھی جنگ خیبر میں شرکت نہیں کی بلکہ وہ فتح خیبر کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے حضور شرفیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کیساتھ ان کے حج میں شریک رہے ہیں اور اس بارے میں انہوں نے بڑی پیچیدہ اور بے سرو پا روایات کو بیان کیا ہے اور افسوسناک بات یہ ہے کہ بخاری نے اپنی کتاب میں ان روایات کو جگہ دی ہے اور با تحقیق یہ روایات ابوہریرہؓ اور ان کے فرزند کی جانب سے ماخوذ ہیں۔ اس سلسلے میں ابوہریرہؓ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ: حضرت ابو بکرؓ نے اس حج پر مجھے دیگر چند موزنون کے ہمراہ بھیجا تاکہ لوگوں کے درمیان جا کر اذان دوں اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا تاکہ وہ ہمارے ساتھ سورہ برأت کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔ دراصل ابوہریرہؓ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تھے اور حضرت علیؓ ان پر بعد میں وارد ہوئے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ میں اس گروہ میں تھا جسے پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ علیہ السلام کے ساتھ مکہ والوں کو سورہ برأت سنانے کے لئے بھیجا تھا۔ بہر حال ہم ابوہریرہؓ کی درہم برہم گفتگو کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے تاکہ بے سود بحث سے بچے رہیں البتہ جس بات کا تذکرہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے حج کا واقعہ بہت روشن و آشکار ہے جس کو ابن اسحاق، ابن ہشام

۱۔ اس واقعے کو بخاری نے سورہ برأت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

۲۔ اسے حاکم نے نقل کیا ہے۔ ۱۰ اور احمد و نسائی کی روایت میں ہے کہ: جب

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ علیہ السلام کو سورہ برأت دے کر مکہ والوں کی طرف بھیجا تو ہم آپ کے ساتھ تھے۔

طبری اور تمام محققین نے لکھا ہے کہ مگر کسی نے اس واقعے میں ابوہریرہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ مزید اطلاع کے لئے ہم سیرۃ ابن ہشام کی تحریر نقل کرتے ہیں^۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو سنہ ۹ ہجری میں امارت حج کے عنوان سے مکہ بھیجا حضرت ابوبکرؓ کی روانگی کے کچھ ہی دیر بعد سورہ برائت کا نزول ہوا۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ: کیا یہ بہتر نہیں کہ اس سورہ کو حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ روانہ کریں؟ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے اس رسالت کو کوئی ادا نہیں کرے گا۔ مگر میرے اہلیت سے کوئی فزا، اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور ہدایت فرمائی کہ مکہ جا کر خر کے دن جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں تو تم سورہ کو ان کے سامنے پڑھ کر سنانا، اٹھ، حضرت علی علیہ السلام، رسول مقبول ﷺ سے متعلق ایک نادرہ عبادہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ راستے میں حضرت ابوبکرؓ سے جاملے اور ان کے ساتھ مکہ کی سمت روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دیگر افراد کے ساتھ حج ادا کیا اور جب خر کا موقع آیا تو حضرت علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمان پیغمبر کو کا حقہ اجراء کیا۔ یہ ہے حضرت ابوبکرؓ کے حج کی صحیح داستان۔ اس بنا پر ابوہریرہ کا نام اس داستان کے کس حصہ میں آیا؟ اور اگر نہیں آیا تو پھر ہمیں کہا پڑے گا کہ راویان حدیث نے اس سلسلے میں جو کچھ ابوہریرہ کے لئے کہا ہے وہ قطعاً موردِ اطمینان و وثوق نہیں ہے اگرچہ ان میں بخاری وغیر بخاری ہی کیوں نہ شامل ہوں۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ ابوہریرہؓ اس حج میں بطور کلی شریک نہیں تھے نہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اور نہ ہی حضرت علیؓ کے ہمراہ۔ بھلا وہ اس حج میں کس طرح شریک ہو سکتے تھے جبکہ اس وقت وہ بالتحقیق مدینہ میں نہ تھے بلکہ علاوہ کے ساتھ بحرین میں تھے جہاں کہ ہم پہلے اس کو ثابت کر چکے ہیں ان کے غرائب روایات سے مسترد حکام کی نقل کردہ یہ

روایت ہے کہ: میں حضرت عثمانؓ کی زوجہ رقیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ان کے ہاتھ میں ایک کنگھی تھی۔ حضرت رقیہؓ نے کہا: ابھی چست لمحوں پہلے پیغمبر اکرم ﷺ میسرے پاس موجود تھے اور میں ان کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: رقیہ ابو عبد اللہ (حضرت عثمانؓ) کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کی: اچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان کا خیال رکھو ان کی عزت کر دیکونکہ وہ میرے اصحاب ہیں۔ سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہیں۔^۱ حاکم کہتے ہیں یہ حدیث (صحیح الاسناد) ہے مگر اس کا متن زیادہ محکم نہیں کیونکہ حضرت رقیہؓ کا انتقال سنہ سہ ہجری میں فتح بدر کے موقع پر ہوا تھا اور ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ: ہم نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ظہر یا عصر ادا کی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے دوسری رکعت میں نماز ختم کی اس وقت ذوالیدین نے آپؐ سے پوچھا: کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں؟ یا آپؐ بھول گئے ہیں؟ حالانکہ ذوالیدین ابو ہریرہؓ کے اسلام لانے سے پیشتر جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے۔ اس طرح کی بے بنیاد روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ اب ہم ابو ہریرہؓ کی روایتوں کے چند نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ بلاشبہ اس روایت کا تعلق بھی ابو ہریرہؓ کی ان روایات سے ہے جن کے ذریعے انہوں نے بنی امیہ سے تقرب حاصل کیا۔

ابوہریرہ کی روایات کے چند نمونے

ابوہریرہ کی تاریخ کے ان گوشوں کو اجاگر کرنے کے بعد اب ہم ان کی بیان کردہ روایتوں کے چند نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں جنہیں رسالت مآب ﷺ سے نسبت دیتے ہیں۔ ان روایتوں کے بارے میں ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے بلکہ اس کا فیصلہ قارئین کے ہوش و خرد پر چھوڑتے ہیں کیوں کہ ان کے بارے میں اب کافی طویل گفتگو ہو چکی ہے۔ بخاری اور مسلم

نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور ان سے کہا: اپنے پروردگار کو لبیک کہو یہ سن کر حضرت موسیٰ نے ملک الموت کے منہ پر اس زور کی چپت ماری کہ ان کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔ ملک الموت خدا کے حضور واپس آئے اور کہا کہ پروردگار! تو نے مجھے کس بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کے لئے راضی نہیں؟ اس نے تو میری دونوں آنکھیں پھوڑ دی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھیں واپس کیوں اور اس سے کہا: میرے بندے کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو اگر زندگی کے طالب ہو تو ایک گلے کی پشت پر ہاتھ رکھ دو۔ تمہاری تھیلی تلے آنے والے بالوں کی تعداد کے برابر تمہاری زندگی کے سال مقرر ہوں گے۔ اس کے علاوہ بخاری اور مسلم نے اس روایت کو بھی ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ بہشت اور دوزخ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ دوزخ نے کہا: میں سرکش اور

۱۔ و شعبی نے اس حدیث کو "لطمۃ موسیٰ" کے عنوان سے اپنی مشہور کتاب "المضاف والمنسوب" میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا تعلق پرانی داستانوں سے ہے۔ اس بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں اس میں ملک الموت کو نابینا قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں کہا گیا: "یا ملک الموت لقیۃ منکما لطمۃ موسیٰ تزکت کثاعورا۔" (اے ملک الموت کسی منکر سے سامتا ہوا ہے شاید موسیٰ کے طمانچے نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔) اس کے بعد شعبی اپنی گفتگو کو اس عبارت پر ختم کرتے ہیں کہ: میں اس کہانی کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ ص ۴۰ - ۴۱ - بے شک شبلی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس روایت سے تبریٰ کریں۔ کیونکہ وہ صاحب عقل ہیں اور ہر صاحب عقل کو اس قسم کی باتوں سے برائت کرنا چاہیئے۔

متکبرین کی منزل ہوں، بہشت نے کہا: آخر ضعیف، عاجز اور افتادہ لوگ ہی کیوں میری تقدیر بنتے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر خداوند تبارک و تعالیٰ نے بہشت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے اور میں تیرے ہی ذریعے اپنے بندوں کو مورد رحمت قرار دوں گا۔ اس بنا پر جنت و دوزخ دونوں ہی افراد بشر سے پُر ہوں گے مگر دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ جب تک کہ وہ خود زمین پر ہرگز ہرگز نہ کہتا ہوا اتر نہ آئے اس کے بعد وہ سیر ہو گا اور اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ میں سما جائے گا۔ الی آخر۔ شیخین نے ان سے روایت کی ہے کہ ہرات ثلث شب کے بعد ہمارا پروردگار آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور پکارا کہ کہتا ہے: کون کون اس وقت میری عبادت میں مصروف ہیں میں ان کی آرزو بر لانا چاہتا ہوں..... الخ اس روایت کو بھی شیخین نے ان سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد نے کہا: آج رات میں کئی عورتوں سے ہمبستر ہونا چاہتا ہوں تاکہ ہر عورت سے ایک فرزند متولد ہو اور وہ سب مل کر راہ خدا میں جنگ کریں۔ اس وقت ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے حضرت سلیمان سے کہا کہ انشاء اللہ کہو، مگر حضرت سلیمان نے انشاء اللہ نہیں کہا اور اپنی عورتوں کے ساتھ ہمبستر ہوئے۔ مگر کسی عورت سے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا۔ بجز اس عورت کے جس کا فرزند آدھے بدن سے انسان تھا۔ اس کے بعد ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت سلیمان انشاء اللہ کہتے تو وہ ترکیب گناہ نہ ہوتے اور ان کی حاجت برآری کے امکانات بھی پوری طرح روشن ہوتے۔ شیخین نے ایک اور روایت بھی ان سے نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک موقع پر نماز کی ادائیگی کے بعد فرمایا: دورانِ نماز شیطان مجھ پر ظاہر ہوا اور جبراً مجھ سے نماز توڑنے کے لئے کہا۔ مگر اللہ نے مجھ کو اس پر مسلط کر دیا اور میں نے اس کا گلا گھونٹ

دیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اسے پکڑ کر کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم لوگ آکر اس کا تماشا دیکھو۔ اس وقت مجھے حضرت سلیمانؑ کی وہ بات یاد آئی جب انہوں نے کہا تھا "پروردگار مجھے وہ قوت و پادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی اور کے لئے سزاوار نہ ہو۔ شیخیں ہی نے ابوہریرہؓ کے حوالے سے اس قول کو پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ مفقود الاثر ہے نہ جانے ان پر کیا ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چوہوں کی شکل میں بدل گئے ہیں کیونکہ اذنی کا دودھ انہیں مرغوب نہیں مگر جب وہ بکری کا دودھ دیکھتے ہیں تو اسے بڑے شوق سے پی جاتے ہیں۔.....
 الخ۔ بخاری نے ان سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کے دوشانوں کے درمیان تندروسار کے مین دن راہ کا فاصلہ ہے اور سلم کی روایت میں ہے کہ: کافر کی کھال کی موٹائی ۲۲ گز بحساب ذراع جبار ہے (اللہ اکبر یا حفیظ) ! ترمذی اور حاکم کی روایت میں ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ: کافر کا دانت کوہ احد کی مانند ہے اور اس کی نشست گاہ جہنم میں مکہ اور مدینہ کی مسافت کے برابر ہے یہاں پر کافر سے متعلق بے شمار روایتیں نقل ہوئی ہیں جو سب کی سب ابوہریرہؓ سے منقول ہیں۔ اختصار کی خاطر ہم ان تمام روایات سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ شیخیں ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدا نے حضرت آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق کیا ان کا قد ساٹھ گز تھا۔ احمد نے ایک دوسری روایت میں ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت آدمؑ ساٹھ گز لمبے اور سات فٹ چوڑے تھے۔ اور یہ روایت اصحابِ اول میں سفر تکوین (عہد قدیم) کے ستائیسویں حصے کا

۱۔ کیونکہ اونٹ کا گوشت اور دودھ دونوں بنی اسرائیل پر حرام ہے۔

جزو ہے جس کی نقی یہ ہے: پس خداوند عالم نے انسان کو اللہ کی صورت میں خلق کیا اور اس کو نماز اور مادہ دو اصناف میں بنایا۔ ابوہریرہ کے ذریعے پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کبھی تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے برسرِ پیکار ہو تو اس کے چہرے سے کوئی سروکار نہ رکھے اور یہ نہ کہے کہ خدا تیرا چہرہ بگاڑے یا تیری شباهت رکھنے والے شخص کا چہرہ مسخ کرے کیونکہ خداوند عالم نے آدمؑ کو اپنی صورت میں خلق کیا ہے۔ اس روایت کو بخاری نے ادب المفود میں اور اسی طرح احمد نے بھی نقل کیا ہے۔ بخاری نے یہ روایت بھی ابوہریرہ سے نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اللہ کا یہ فرمان سنایا کہ جو بھی کسی ولی سے دشمنی کرے گا، میں اس سے برسرِ پیکار ہوں اور کوئی بندہ کسی وسیلے سے مجھ سے قریب نہیں ہوتا جب تک کہ وہ میری واجب کی ہوئی چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے اپنے آپ کو مجھ سے قریب

۱۔ بخاری نے انفرادی طور پر اس روایت کو نقل کیا ہے اس لئے کہ حدیث نے ان پر طعنہ زنی کی ہے۔

من باب المثال ذہبی اور ابن رجب کہتے ہیں: یہ روایت بڑی اضعف ہے۔ بخاری نے اس میں خطا کی ہے، اللہ کے لئے تردد جائز نہیں اور اسی طرح بدابھی اس کے لئے غیر صحیح ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ نے اس روایت کو اپنے استاد وہب بن منبہ سے لیا ہے چونکہ جس طرح حلیہ میں اس کا ہن "وہب" کے ترجمے کی بابت آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ: میں نے انبیاء کی کتب میں دیکھا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں نے ہرگز کسی امر میں تردد سے کام نہیں لیا۔ مگر مومن کی قبض روح کے موقع پر کہ اس میں مجھے ہمیشہ تردد رہا ہے۔

کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے قبول کر لیتا ہوں۔ اس وقت میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور میں کبھی کسی چیز میں متروک نہیں ہوتا۔ مگر اس وقت جب کوئی مومن جان کنی کے عالم میں ہوتا ہے اور موت سے کراہت رکھتا ہے میں نہیں چاہتا کہ اس ویلے سے اسے آزار پہنچاؤں۔

بخاری ہی نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ: میں ایک موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ کے پانی، وضو اور قضائے حاجت کا برتن اٹھائے آپ کے تقاب میں چل رہا تھا۔ ایسے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے پکار کر کہا کون ہے جو میرے پیچھے آ رہا ہے؟ میں نے اپنا نام لے کر کہا ابو ہریرہ: آپ نے فرمایا کچھ پیچھے دو تاکہ میں ان سے استنجا کروں مگر ہڈی یا فضلہ نہ دینا۔ میں حسب فرمان پیغمبر ﷺ کے چند ٹکڑے اپنی جھولی میں ڈال کر لے آیا اور آپ کے سامنے رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہاں تک کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ فارغ ہوئے اور میں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میں نے آپ سے پوچھا: آخر ہڈی اور فضلہ سے استنجا کرنے میں کیا قباحت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہڈی اور فضلہ جن کی غذا ہیں جس وقت نصیبین (ایک مشہور شہر) کے جن کا شمار اچھے جنوں میں ہوتا ہے میرے پاس آئے اور مجھ سے کھانے کی درخواست کی تو میں نے خداوند عالم سے دعا کی کہ ان لوگوں کو کوئی ہڈی یا فضلہ ایسی نہ ملے جس میں ان کی غذا نہ موجود ہو۔ قارئین کرام کو چاہیے کہ قبل اس کے کہ وہ اس روایت کے معنی پر غور کریں اس کے الفاظ پر غور کریں اور اس کی اہمیت و حقیقت کا اندازہ لگائیں۔ ابو ہریرہ نے ارشاد ربانی ”طوبیٰ لہم“ میں لفظ طوبیٰ کی تفسیر بھی فرمائی ہے اور کہا ہے: طوبیٰ جنت کا ایک درخت

ہے جس سے خداوند عالم فرمائے گا: شکافۃ ہو جاتا کہ میرا بندہ جو کچھ چاہے تیرے باطن وجود سے حاصل کرے۔ یہ سن کر طوبیٰ شکافۃ ہو گا اور اس نبی سے زین بندھا گھوڑا مہارنگا اونٹ، پوشاک، اور ہر وہ چیز جس کا بندہ طلبگار ہو گا باہر نکل آئے گی!

حدیث مگس | بخاری اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی مکھی تمہارے کھانے کے برتن میں گر جائے تو برتن میں موجود غذا کو اچھی طرح ہلا لویوں کہ مکھی کے ایک پر میں درد اور دوسرے میں شفا ہے۔ یہ حدیث اپنے اچھوتے پن اور انوکھے پن کی وجہ سے محققین کے نزدیک اس قدر مورد بحث و تنقید قرار پائی کہ کسی اور حدیث پر اتنی شدت کے ساتھ تلاش و تحقیق نہیں کی گئی کیوں کہ مکھی بذات خود ایک پلید پر دار کیڑا ہے اور انسان اس کے دیکھنے سے نفرت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ص ۵۱۳۔ ج ۲

۲۔ یہ روایت مختلف الفاظ میں نقل ہوئی ہے کہیں یہ جملہ ہے کہ: ہر گاہ کوئی

مکھی تمہارے مشروب میں گرے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ اس کے دو پروں میں سے ایک میں زہر اور دوسرے میں شفا ہے اور شفا، زہر پر مقدم ہے۔ اگر ہم ان تمام روایات کو بیان کرنا چاہیں تو بات بڑی طولانی ہوگی۔ شاید ابوہریرہ نے اس روایت کو اس دقت و صغ کیا جب وہ کسی سفر و فساد پر براجمان ہوں گے۔ کیوں کہ احادیث موقع کی مناسبت سے نقل ہوتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا ہوگا کہ کوئی مکھی کھانے کے کسی برتن میں گر گئی ہے اور گھبرا گئے کہ کہیں دسترخوان پر بیٹھنے والے اس غذا کے کھانے سے صرت نظر نہ کر جائیں جس کے نتیجے میں اکفیس بھی ایسا ہی کرنا پڑے لہذا انہوں نے اس روایت کو حیل کیا۔

یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس بات کا حکم فرمائیں کہ جب وہ کھانے پینے کے برتن میں گر جائے تو اس کو ہلکا کر نوش کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ تقریباً دس سال پہلے ڈاکٹر سالم محمد نامی ایک طبیب دانشمند اس موضوع کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے استناد موازین علمی وحسی اس روایت کو مورد شک و تردید قرار دیا۔ اس کے بعد دوسرے اطباء نے بھی مکھی کے نقصانات اور اس خرد و ضعیف حیوان کی انسان دشمنی کے بارے میں جس کے سبب ہر سال لاکھوں انسان بیماریوں کی پسیٹ میں آتے ہیں۔ اتفاق رائے کیا ہے۔ ایسے میں ایک جامد وسطی فکر کا حامل شیخ جو کمال تاسف سے ایک غربی دانشگاہ میں فقہ اسلامی کا مدرس بھی ہے اس طبیب دانشمند سے محاذ آرا ہوا اور اسے جہل سے نسبت دی کیونکہ انہوں نے "مقدس بخاری" کو محترم نہیں جانا اور جس حدیث کو بخاری نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اس کی تردید کی ہے۔ اسی لئے راقم الحروف نے اس موقع پر سجات علم اور حفاظت مقام شاخ رسالت کی خاطر اور ساتھ ہی اس محقق و دانشمند طبیب کی تائید میں اپنے قلم کو جنبش دی اور اس سلسلے میں ایک مقالہ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو شائع ہونے والے مجلہ "الرسالہ" کے ۶۴ ویں شمارے میں لکھا جسے ہم عیناً یہاں نقل کرتے ہیں۔

مکھی کی

ہنگامہ

آرائی

jabir.abbas@yahoo.com

پچھلے چند مہینوں سے مجلہ لواء الاسلام اور ڈاکٹر سالم محمد کے درمیان حدیث منگی کے سلسلے میں سخت ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے۔
اول الذکر اس حدیث سے تمسک کر کے اس کے اثبات پر مصر ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کے دلائل کو قبول کریں اس سلسلے میں وہ تنہا جس بات پر تنگی ہے وہ یہ ہے کہ کتب حدیث نے جن میں صحیح بخاری بھی شامل

ہے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ادھر مؤخر الذکر نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور اس قسم کی گفتگو کو ذات گرامی غلطی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور جانا ہے جن کی سراسر زندگی لغو گفتگو سے یکسر پاک ہے۔ اس حدیث کے لغو و باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علم و تجربہ نے مکھی کی مصرت کو ثابت کر دیا ہے اور یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ مکھی بے شمار بیماریوں کے جراثیم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان انوس و اندوہ میں ڈوب جاتا ہے کہ ایسے زمانے میں جبکہ علم کا ٹھٹھا ٹھٹھیں مارتا سمندر جنبش میں ہے اور عقل و فکر کو چند ہیادینے والے اختراعات و کشفیات کے موتی اس کے اعماق قلب سے ہمہ وقت ابھر رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہر شخص اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق تجربہ اور تحقیق کی روشنی میں ان تمام چیزوں سے بہرہ ور ہو رہا ہے جسے قدرت نے اس کائنات میں انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو لوگوں کو عبث اور بیہودہ مباحث میں الجھانا چاہتا ہے جس کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ حاصل، بلکہ اس کے برعکس لوگ دین کی نسبت حسن بدینی کا

۱۔ اشارہ اسی جامد و متغیر ہر شیخ کی طرف ہے جس نے ناحق مذکورہ ڈاکٹر کے خلاف محاذ اقامت کر رکھا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ شیخ لوگوں کے درمیان بے عقلی اور نا فہمی میں مشہور ہے اور خود لوگوں میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا تعلق شیوخ دین سے ہے۔ حالانکہ اب ہر شخص جاننے لگا ہے کہ اس کا تعلق شیوخ خرافات سے ہے اور ہمیشہ مریدوں کو اپنے اطراف حج کر کے اپنی کرامات کا تذکرہ کرتا ہے اور اپنے تئیں یہ سمجھتا اور باد کراتا ہے کہ اس سے ٹکرانے والا ہلاکت کو اپنے لئے دعوت دیتا ہے۔

شکار ہو رہے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ مجملہ "لواء اسلام" اپنے اوراق کو اس قسم کی لا حاصل بحث سے سیاہ نہ کرے چونکہ ان امور پر بحث بلاشبہ لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرتی ہے جس سے دین دشمن عناصر فائدہ اٹھاتے ہیں اور دین دوست افراد اس سے دست بردار ہو جاتے ہیں ایسے موارد میں بہتر یہ ہے کہ بحث و تحقیق کو علم و تجربہ کے حوالہ کیا جائے کیونکہ علمی بحث کے نتائج کبھی نقص نہیں ہوتے اور اس کے فیصلے کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگر علم طریق احاد سے نقل ہونے والی حدیث کے مخالف ہو تو اس سے دین پر کیا اثر پڑتا ہے؟ خاص طور پر اس وقت جبکہ دنیاوی امور سے اسکا تعلق ہوا اور پھر کیا دین نے ہم پر یہ واجب گردانا ہے کہ ہم کتب حدیث کی لکھی ہوئی ہر روایت کو بغیر تحقیق و تفحص کے قبول کر لیں اور اس پر ایمان لے آئیں؟ تصدیق و اعتقاد کی منزل فقط خبر "متواتر" کے لئے ہے اور بس ہمارے پاس قرآن کریم کے علاوہ ایسی کوئی محکم کتاب نہیں ہے جس پر بطور کامل بغیر رد و رد کے ایمان و یقین رکھا جاسکے کیوں کہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جو بطور "تواتر" ہم تک پہنچی، لیکن جو اخبار بطور "احاد" ہم تک پہنچی وہ ہمارے لئے یقین و اطمینان کا باعث نہیں بلکہ موجب ظن ہے جو ہمیں حق سے بے نیاز نہیں کرتی۔ ایسی حالت میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اگر وہ کسی حدیث سے قلباً مطمئن ہے تو اسے مان کر اس کی تصدیق کرے وگرنہ تردید کی صورت میں وہ اسے رد کر سکتا ہے اور یہ وہ امر ہے جو صاحبان فکر و نظر کے درمیان مشہور و معروف ہے اور کسی کو اس بات سے اختلاف نہیں بجز گنتی کے چند جمود پسند ظاہر ہیں افراد جن کا کام حل اسفار کے علاوہ اور کچھ نہیں مگر خوش قسمتی سے ایسے افراد کا معاشرے میں کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ اب اگر ہم حدیث مگس کو اس کے اطلاق کے ساتھ مان لیں اور ذرہ بین نقد و تحقیق کو اس پر مسلط نہ کریں تو جب

بھی ہم دیکھیں گے کہ اس حدیث کا تعلق "احاد" سے ہے اور احاد احادیث فقط ظن و گمان پر منحصر ہوتے ہیں ان تمام باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر ہم اس راہ سے بھی اس کے باوجود اس حدیث کو رد نہیں کر سکتے کہ ہمیں یقین ہے کہ علم نے اس کے بطلان کو ثابت کر دیا ہے تو ہمارے لئے یہ راستہ کھلا ہوا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ علماء فن نے ایسے موارد میں چند اصول مرتب کئے ہیں جس کا مفاد یہ ہے: ایسا نہیں ہے کہ جس حدیث کی سند صحیح نہ ہو اس کا متن بھی غیر صحیح ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ اور بخاری کسی حدیث کو اس وقت تک نقل نہیں کرتے جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو ہم اس قول کو رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بخاری نے ان احادیث کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جنہیں وہ ظاہر اسناد پر از روی عمل خود صحیح جانتے تھے نہ یہ کہ وہ واقعاً صحیح تھے اس رد سے یہ ضروری نہیں کہ بخاری جس چیز کو اپنے اوپر لازم قرار دیں دوسروں کے لئے بھی وہ چیز قابل قبول ہو جیسا کہ الزین العزاقی نے اپنی کتاب شرح الفیہ میں لکھا ہے: اہل حدیث جب کبھی یہ کہتے ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جس طرح من باب عمل ظاہر اسناد سے ہم پر آشکار ہے یہ حدیث صحیح ہے نہ یہ کہ نفس الامر میں اسے قطعیت حاصل ہے کیونکہ ثقہ آدمی بھی جائزہ الخطاء ہے اور اس سے بھی خطا و نسیان سرزد ہو سکتا ہے اور یہ گفت گواہل علم اور محققین کے نزدیک معتبر ہے۔ اسی قاعدہ کی رو سے ابن ابی سیلی نے کہا ہے:- کوئی شخص اس وقت تک فقیہ نہیں کہلاتا جب تک کہ وہ احادیث میں کسی کو قبول اور کسی کو رد نہ کرے۔

۱۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے ہماری کتاب "اصناء علی السنۃ المحمدیہ" سے رجوع فرمائیں چونکہ یہ تمام اصول و قواعد بطور مبسوط اس میں درج ہیں۔

کرنے کے سلسلے میں لکھتے ہیں: یہ جو میں بر خلافت قرآن، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل کرنے والے کی تردید کرتا ہوں یہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے بلکہ اس شخص کی تکذیب و تردید ہے جس نے آپ سے منسوب کر کے امر باطل کو نقل کیا اور درحقیقت ایسا محدث متہم ہے نہ کہ نعوذ باللہ پیغمبر خاتم النبیین ﷺ ذات گرامی ختمی مرتبت ﷺ کے تمام ارشادات ہمارے سر نکھوں پر، ہم ان پر ایمان و اتق رکھتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ تمام کے تمام حق ہیں۔ ان تمام باتوں کے علاوہ جیسا کہ کہہ چکے ہیں۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ ختمی مرتبت ﷺ نے اس حدیث کو اپنی زبان اقدس سے جاری فرمایا اور اس کے بعد علم اور تجربہ مکھی کے نقصانات کو ثابت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم اس حدیث کو ایک طرف رکھیں اور اسے نہ مانیں چونکہ اس حدیث کا مفاد دنیاوی امور سے البتہ بے اور ان موارد میں ہمیں بھی وہی روش اختیار کرنی چاہیے جسے پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنایا تھا۔ کیوں کہ جس وقت آپ نے دیکھا کہ مدینے کے لوگ کھجور کے درخت کی پیوند کاری کر رہے ہیں تو حکم صادر فرمایا کہ اس کام کو ترک کر میں مگر بعد میں جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ترک تملیق سے نامرغوب کھجوریں حاصل ہوتی ہیں اور لوگوں کو اس سے نقصان پہنچتا ہے تو آپ نے اپنی مشہور حدیث لوگوں کے گوشگزار کی اور فرمایا: میں نے اس بارے میں محض گمان سے کام لیا آپ لوگ میرے گمان کے بارے میں مجھ سے باز پرس نہ کریں، ہاں البتہ اگر اللہ کی نسبت سے کچھ کہا ہو تو آپ اسے قبول کریں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جب کبھی میں دین کے بارے میں آپ کے لئے کوئی حکم صادر کروں تو آپ اسے مان لیں لیکن اگر اپنی رائے سے کوئی ات کہتا ہوں تو آخر میں بھی ایک انسان ہوں اور اس کے

بعد آپ نے اپنی گفتگو کو اس عام اور عظیم قاعدہ پر ختم فرمایا جسے طولِ عصار و قردن میں حقیقتاً تمام مسلمانانِ عالم کے لئے دستور العمل ہونا چاہیے۔ ایسا قاعدہ جو بخوبی ثابت کرتا ہے کہ دین اسلام ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے اپنے اندر صلاحیت رکھتا ہے۔ اور درحقیقت علم و دانش کا دوست اور جہل و نادانی کا دشمن ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے دنیاوی امور میں زیادہ راتِ قیامت رکھتے ہو۔ پھر اس حدیث کے راوی ہیں "ہماری کتاب کے ہیر و ابو ہریرہ" ہی ہیں کہ جن کی روایات عجزان کی زندگی اور ان کی حیات کے بعد بھی جھٹلائی گئیں حتیٰ کہ وہ احادیث جس کے بارے میں ان کی بقدرِ مسخر موجود ہے کہ انہوں نے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنفس نفیس سنا ہے جیسے یہ حدیث کہ "خدا نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا۔ اب ہم اس چھوٹے سے مقابلے کو ہمیں ختم کر کے ڈاکٹر سالم محمد کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے یہ سودمند بحث مریض دجو دیں آئی اور ساتھ ہی ان سے اور ان کے دیگر ساتھیوں اور نیز رجالِ علم میں تمام مہندسیں، منجین، اور جغرافیہ دانوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے صحیح راستے سے اپنے سودمند علمی مباحث کو آگے بڑھائیں اور کسی سے ہرگز خوف و دہشت نہ کھائیں کیونکہ وہ اپنے دنیاوی امور میں بہتر سوچ بوجھ کے مالک ہیں۔

منصور کا: محمود البوریہ

۱۔ یہ تمام روایات و اصول شیعہ عقائد و نظریات کے خلاف ہیں، شیعہ محدثین نے ان تمام احادیث کو سند و مفہوم دونوں لحاظ سے کمزور اور جھبلی قرار دیا ہے۔ (مترجم)

۲۔ اور نیز اس دور میں جن لوگوں نے حدیث مکس پر اعتراضات کئے ان میں ایک شخصیت ڈاکٹر محمد توفیق صدیقی بھی ہے۔

اسی دن یعنی ۲۴/۱۲/۱۹۵۱ کو جب یہ مضمون مجلہ الرسالہ میں شائع ہوا مجھے ڈاکٹر سالم محمد کا جو اس وقت "کفرالشیخ" ہسپتال کے ناظم الامور تھے ایک تار موصول ہوا جسے میں تاریخ کے ادراک میں محفوظ ہونے کے لئے عیناً نقل کرتا ہوں:

"استاد محمود ابوریہ بک۔ منصورہ، آپ کی گفتگو سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ ڈاکٹر سالم محمد۔

لیکن اس جمود پسند ظاہر ہیں شیخ کو میرا مقالہ پسند نہ آیا اور اس دن سے اس کے دل میں میرے خلاف کینہ و حسد کی آگ بجھڑک اٹھی اور جہاں کہیں کسی عنوان سے میرا تذکرہ ہوا اس نے میری بدگوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور نیز ترمذیؒ کے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھجور حنت کا میوہ ہے اور اس میں زہر سے شفا ہے شیخ نے جو روایتیں ان سے نقل کی ہیں ان میں یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک سے دوسرے میں سہارایت کرنے والی بیماری اور آلو کی نحوست اور بدشگونی کوئی حقیقت نہیں رکھتی حالانکہ صحابہ نے اس کے برخلاف عمل کیا ہے اور بخاری نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں یہ خبر ملے کہ طاعون نے کسی سرزمین پر حملہ کیا ہے اور تم وہاں موجود ہو تو خبردار اس ملک سے باہر نہ جانا: اور اس حدیث کو عبدالرحمن بن عوف نے بھی نقل کیا ہے۔ اور جس وقت حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو سنا تو سام کے راستے سے واپس لوٹے جہاں طاعون پھیلا ہوا تھا اور جب ابوہریرہؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ایک اور حدیث پیغمبر اکرم ﷺ سے یہ روایت کی کہ تندرست آدمی پر کوئی بیماری اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس حدیث

کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ مگر جب حارث بن ابی ذباب نے جو ابو ہریرہ کے چچا زاد لڑکے تھے ان پر اعتراض کیا اور کہا: تم اس کے ساتھ کہ کوئی بیماری کسی تندرست انسان پر اثر انداز نہیں ہوتی اس دوسری حدیث کو نقل کرتے ہو کہ وہ بانی امراض، بدشگونی اور آتو کی نحوست کوئی حقیقت نہیں رکھتی؟ تو ابو ہریرہ نے لاعلمی کا اظہار کیا اور غصہ سے جلتی زبان میں کچھ کہا جو سمجھ میں نہ آسکا۔

ابو ہریرہ سے اس قسم کی روایات بکثرت موجود ہیں جنہیں اگر ہم حج کرنا چاہیں تو ایک علیحدہ کتاب مرتب ہوگی۔ اس باب کے اختتام پر انصافاً یہ بھی کہنا پڑے گا کہ ابو ہریرہ نے ایسی بھی احادیث نقل کی ہیں جن سے انوار نبوت کی شعاعیں پھوٹتی ہیں مگر ان احادیث کی تعداد بے حد قلیل ہے۔ شاید ان احادیث کو صحیح معنوں میں انہوں نے پیغمبر خاتم النبیین ﷺ سے سن کر محفوظ کر لیا ہو جس کی مثال وہ روایت ہے جسے احمد نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی جنگ سے اٹھنے والے گروہ و عبا اور دوزخ کا دھواں، مرد مومن کی ناک میں چھ نہیں ہو سکتے۔ نیز یہ کہ مرد مسلمان کے قلب میں بخل و ایمان یکجا نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ دوسری ایک حدیث یہ ہے کہ بے نیازی اور استغناء مال و دولت کی فراوانی کا نام نہیں بلکہ اس سے مراد نفس کی بے نیازی ہے اور اس حدیث کو بخاری نے "ادب المفور" میں نقل کیا ہے ایک

۱۔ اس حدیث کو مسلم زاد اور اسی طرح مصر کے عظیم محدث ابن دہب نے مسابغہ میں فرانسیسی علمی انجمن سے ۱۹۳۹ء میں شائع ہونے والے جامع الدین کے صفحہ ۱۰۴ پر نقل کیا ہے۔ اس عظیم محدث نے ابو ہریرہ سے زیادہ حدیثیں نقل نہیں کی ہیں۔

اور حدیث ہے کہ: مومن اپنے بھائی کا آئینہ دار ہے جب وہ اس میں کوئی برائی یا عیب دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کرتا ہے۔

اکابرین صحابہ کی نقل کردہ روایات جیسا کہ ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ ابوہریرہ نے

پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دے کر ۵۲۷ حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سے بخاری نے کل ۴۴۶ حدیثوں کو اپنے لئے انتخابات کیا ہے حالانکہ ابوہریرہ کی پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ فقط ایک سال اور چند ماہ کی مصاحبت رہی ہے۔ اب رہ کئی یصبات کہ جن لوگوں نے ابوہریرہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ انہوں نے کتنی احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ قریب، قواعد دین سے زیادہ آشنا اور فضیلت و جہاد میں کیا مہاجر کیا انصار سب پر فوقیت رکھنے والے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کی روایات حضرت ابو بکرؓ، حضرت علی علیہ السلام کے بعد اسلام لانے

والے پہلے شخص تھے۔ ان کا شمار شیوخ صحابہ میں ہوتا تھا مگر ذرا ملاحظہ فرمائیے انہوں نے کل کتنی روایتوں کو نقل کیا؟ نووی نے تہذیب میں لکھا ہے۔ حضرت صدیقؓ نے ۱۴۲ حدیثیں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کی ہیں جن میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ۱۰۴ احادیث کو لیا ہے۔ صحیح بخاری نے دو، مسلم نے ایک، ترمذی نے چھ اور ابو داؤد نے ایک حدیث کو نقل کیا ہے اور شاید قارئین کو یہ بات بھی معلوم ہو کہ حضرت ابو بکرؓ عرب کے نساہوں میں شمار ہوتے تھے اور انھیں تمام قبائل کے نسب نامے بخوبی یاد تھے ایسی صورت میں اگر حضرت ابو بکرؓ، ابوہریرہ کی طرح روایت حدیث کو اپنا پیشہ بناتے اس وصف کے ساتھ کہ وہ مسلسل ۲۳ سال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ رہے تو آج یہ ہمارے لئے ایک بڑا ذخیرہ ہوتا۔

حضرت عمرؓ کی بیان کردہ روایات | حضرت عمرؓ نے ہجرت سے چھ سال

پہلے اسلام قبول کیا اور سات سال مکہ اور دس سال مدینہ میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ رہے پھر اس کے بعد سنہ ۲۳ ہجری تک زندگی نے ان کے ساتھ وفا کی۔ ان کا کہنا ہے کہ میں اور انصار میں سے میرا ایک ہم سایہ باری باری ایک دن درمیان پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور وحی سے متعلق آپ کے بیانات کو ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے۔ مگر اس کے باوجود حضرت عمرؓ کی حدیثوں کی تعداد بہت قلیل ہے اور جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔ انہوں نے تقریباً ۵۰ احادیث کو نقل کیا ہے۔

حضرت علیؓ علیہ السلام کی روایات | تمام عالم اسلام میں علیؓ علیہ السلام سب سے

پہلے مسلم ہیں۔ آپ نے آغوش رسالت میں پرورش پائی۔ بعثت سے پہلے پیغمبر کی حمایت کا شرف حاصل رہا اور ان کی سرپرستی میں پرورش پڑھے اور اپنی وفات تک پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اس طرح کہ نہ کبھی حضرات سفر میں ان سے جدا ہوئے۔ آپ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ الزہراءؓ سلام اللہ علیہا کے شوہر گرامی تھے۔ آپ نے بجز تبوک باقی تمام لڑائیوں میں حصہ لیا۔ جنگ تبوک پر جلتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ نے انھیں مدینہ میں اپنا نائبین

۱۔ فتح الباری۔ ص ۱۵۰۔ ج ۱

۲۔ کتاب الفضل فی الملل والنحل۔ ص ۱۳۸

چھوڑا۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کا سر پرست بنا رہے ہیں؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی؟ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اس حدیث کو شیخیں اور ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام جیسی ہمہ گیر شخصیت جو ذکاوت، ہوش و خرد فہم و فراست اور تمام صفات جلیلہ اور فاضلہ سے ہمکنار تھے۔ اس پر یہ شرف کہ دست پروردہ رسول خدا ﷺ بھی تھے اور تقریباً ایک صدی سے زیادہ آپ نے رشد کامل کے ساتھ سرور کائنات ﷺ کے ہمراہ گزارے اگر ہر روز ایک حدیث بھی پیغمبر اکرم ﷺ سے محفوظ فرماتے تو آج آپ ۱۲ ہزار احادیث کے راوی ہوتے۔ یہ فقط اس صورت میں تھا کہ آپ ہر روز ایک حدیث نقل فرماتے اور اگر آپ جو کچھ سنتے وہ تمام کی تمام روایت فرماتے تو کیا عالم تھا۔ اور بیان روایات دراصل انھیں کا حق بھی تھا۔ کیوں کہ ان کی روایات پر کسی کو محال کلام نہ تھا یا نکتہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو کھنا پڑھنا بھی آتا تھا۔ ایسے عظیم المرتبت پیشوا اور امام الائمہ سے جن کا تمام صحابہ میں علمی اعتبار سے نظیر و مثیل نہیں تھا ابن حزم کی روایت کے مطابق کل ۵۰ احادیث نقل ہوئی ہیں جن میں سے بخاری اور مسلم نے کل ۲۰ احادیث کو نقل کیا ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد - ص ۱۵ - ۲۔

۲۔ یہ فقط مسلم اور بخاری کا ذکر ہے۔ مگر ہمارے پاس ان احادیث کی تعداد موجود نہیں ہے۔ جنھیں شیعہ حضرات نے آپ سے نقل کیا ہے۔ کیوں کہ ہر قوم کا ایک الگ راستہ اور رہبر ہوا کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی بیان کردہ روایات | رہے عثمانؓ

سلسلہ میں ہمیں صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ ان سے بخاری نے ۹ اور مسلم نے ۱۵ احادیث نقل کی ہیں۔

زبیر بن عوامؓ | حضرت زبیرؓ رسول خدا ﷺ کے حواری، آپؐ کے بھوپتی زاد بھائی اور ان

دس افراد میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جنت کی بشارت دی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا تعلق اہل شوری سے بھی ہے۔ بخاری نے ان سے ۷ اور مسلم نے ایک حدیث نقل کی ہے انہوں نے سنہ ۳۶ ہجری میں وفات پائی۔

عبدالرحمن بن عوفؓ | یہ بھی ان افراد میں شامل ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی

اس کے علاوہ عبدالرحمنؓ کا شمار اراکین شوری میں بھی ہوتا ہے۔ حضرت عمرانؓ سے احادیث سماعت کرتے اور کہتے: تم سرتاپا عدل و رضا ہو اور ان کی تصدیق کرتے مگر انہوں نے حدیث استئذان میں ابو موسیٰ

۱۔ وہ دس افراد جنہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی "عشر مبشرہ" کہلاتے ہیں جن کو ایک شعر میں اس طرح پیش کیا گیا ہے۔
(البتہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق)

زبیر و طلحہ و ابن عوف و عامر و سوران و الصہران و النخشان
زبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، ابو عبیدہؓ عامر بن الجراحؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن نفیلؓ، علی بن ابی طالبؓ علیہ السلام، حضرت عثمانؓ بن عفانؓ، حضرت ابو بکرؓ، اور حضرت عمرؓ

۳۰۳

اشتری کی تصدیق نہیں کی^۱ اور ان سے کہا: گواہ لاؤ۔ عبدالرحمن بن عوف سے صحیحین میں ۲ حدیثیں نقل ہیں اور خود بخاری نے ان سے ۱۵ احادیث کو نقل کیا ہے۔

ان کا شمار سابقین اولین

سعد بن ابی وقاص

میری وہ رایتیں بھی گزری ہیں جبکہ لوگ مجھے ثلاث اسلام میں شمار کرتے تھے۔ نیز یہ کہ وہ جنگ بدر اور حدیبیہ کے شریک اور اللہ کی راہ میں تیر اندازی کرنے والے پہلے شخص تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن ان کے گرفتار شدہ ماں باپ کو فدیہ دے کر آزاد کرایا اور سعد سے کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا، تیر اندازی جاری رکھو اور نیز پیغمبر ﷺ نے ان کے باپ سے فرمایا۔ سعد میرے ماموں ہیں اس کے علاوہ سعد قادیسیہ کے ہیر و اور لشکر کسریٰ کو لپکا کرنے والے فرد بھی ہیں اور ان چھ افراد میں بھی شامل ہیں۔ جنھیں حضرت عمر نے اپنی ضربت کے موقع پر شوریٰ کے لئے منتخب کیا۔ سعد نے سنہ ۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ اُس وقت ان کی عمر ۸۰ سے متجاوز تھی۔

۱۔ ابو موسیٰ حضرت عمر کی خدمت میں تین مرتبہ اذن طلب ہوئے مگر انھیں اذن باریابی نہ ملا اور وہ واپس لوٹ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم واپس کیوں لوٹ آئے۔ ابو موسیٰ نے عرض کی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تین دفعہ اذن طلبی کے بعد اگر کسی کو اذن باریابی نہ ملے تو اسے واپس لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی تصدیق نہیں کی اور کہا: اگر اس حدیث کی تصدیق میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکے تو سزا یوں سے ہتھاری خبر لوں گا۔ ابو موسیٰ گئے اور ایک شخص کو حاضر کیا جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا۔

۲۰ میں ان سے ۲۷۰ حدیثیں نقل ہیں۔ بخاری نے ۵ اور مسلم نے ۱۸ احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

رسول خدا ﷺ نے ان سے
ابی بن کعب فرمایا: علم تم پر آسان ہوئے ابامندر، اور

حضرت عمرؓ نے انھیں سید المسلمین کے لقب سے نوازا وہ ان کی عزت کیا کرتے تھے اور ان سے مشورے یا کرتے تھے۔ ابی بن کعب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے رسول خدا ﷺ کے لئے لکھنا شروع کیا۔ اور نیز وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کی جمع آوری کی۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ابی میری امت کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے شخص ہیں انہوں نے عہد خلافت حضرت عثمانؓ میں وفات پائی۔ کتب روایت میں ان سے ۶۰ اور کچھ حدیثیں نقل ہیں۔ بخاری نے تین اور مسلم نے سات حدیثوں کو ان سے لیا ہے۔

زید بن ثابت الانصاریؓ
 خدا ﷺ نے ان سے رسول

کے مصاحب اور کاتبان وحی میں سے تھے اور چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سریانی زبان کے خطوط بھی آیا کرتے تھے اس لئے آپ نے زید کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زید حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لئے بھی محرومی کا کام کرتے رہے اور جیسا کہ روایت ہے وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ادوار میں قرآن لکھنے پر مامور تھے۔ ان کا شمار ان افراد میں بھی ہوتا ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے دور میں قرآن کو جمع کیا۔ زید بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے ان کی جلالت و عظمت کا یہ عالم تھا کہ ابن عباسؓ انکی

سواری کی رکاب تھا ماکرتے تھے بکتب روایت میں زید سے کل ۹۲ احادیث نقل ہیں۔ جن میں سے شیخین نے متفقاً ۵ اور بخاری نے منفرداً ۴ احادیث کو نقل کیا ہے۔

سلمان فارسی | سرور کائنات ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا۔ اگر دین شریا پر ہو تو سلمان اُس کو حاصل کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں سلمانؓ پیغمبر ﷺ کے ساتھ دائم نشست و برخاست کھتے تھے۔ اور رات کو تنہائی میں آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیغمبر ﷺ سے نزدیکی میں ہم پر غلبہ پا جائیں گے حضرت علی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔ سلمان علم اولین و آخرین کے دارا ہیں اُن کی معلومات دوسروں کے لئے قابل فہم نہیں وہ ایک خشک نہ ہونے والا سمندر ہیں۔ آپ سے مسند بقی میں کل ساٹھ حدیثیں نقل ہیں جن میں سے بخاری نے ۴ اور مسلم نے ۳ حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ سلمان نے ۳۵ اور بقول ۳۶ ہجری میں حلت فرمائی۔

۱۔ مزید معلومات کے لئے حافظ مزرب ابن عبد البر کی کتاب الاستیاب

ص ۵۷۲ — ج ۲ اور سیر اعلام النبلاء ص ۳۶۲ — ج ۱۔

ملاحظہ فرمائیے۔

باقی حاشیہ از مترجم کے لئے دیکھئے ضمیمہ نمبر ۱

وہ اکابر صحابہ

جنہوں نے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے کوئی

روایت نہیں کی

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بہت سے اکابر صحابہ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث نقل نہیں کی جن میں یہ دو مشہور بستیاں بھی ہیں۔ ایک ابو عبیدہ عامر بن جراح جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امین امت کا خطاب دیا اور دوسرے سعید بن نفیل جن کا شمار ان دس افراد میں ہوتا ہے جنہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت

دی ہم اس سلسلہ میں گفتگو کو طول دیتا نہیں چاہتے کیونکہ جو کچھ عرض کیا جا چکا ہے وہ سوچھ بوجھ کی بالادستی کو تسلیم کرنے والوں کے لئے مفید اور کافی ہے رہی ابوہریرہ کی وفات تو قول صحیح کے مطابق جس طرح نواری نے مسلم کی کتاب پر اپنی شرح میں لکھا ہے یہ واقعہ سنہ ۵۹ ہجری کو قصر عقیق میں پیش آیا جو ان کا ذاتی قصر تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ ان کی میت مدینے لائی گئی اور ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے جو اس وقت معاویہ کی طرف سے امیر مدینہ تھا۔ ان پر نماز پڑھی اور حبيب وليد نے ان کی موت کی اس خبر کو اپنے چچا معاویہ کے لئے بھیجا تو معاویہ نے وليد کو حکم دیا کہ معلوم کر دالو ہریرہ نے کن افراد کو اپنے پیچھے چھوڑا۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اور دس ہزار درہم ان کے رشتاء کے حوالے کر دو اور حق دوستی ادا کرو۔ اس طرح بنی امیہ نے ابوہریرہ کی موت کے بعد بھی ان پر احسان کی موت کے بعد بھی ان پر احسان کی موت کے بعد بھی ان پر احسان میں کوتاہی نہیں کی۔

۱۔ حالانکہ ابوہریرہ مدینہ میں عقیق کے مقام پر دفن ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی ایک قبر مشہور مسجد مسجد ابوہریرہ میں بھی موجود ہے۔ جس پر ایک بڑا سبز عمامہ رکھا ہوا ہے۔ یہ قبر مصر میں واقع شہر جیزہ کو مشرق و مغرب کی سمت قطع کرنے والی ایک شاہراہ پر واقع ہے جو "خیابان سیدی ابوہریرہ" کے نام سے منسوب ہے میں نے اس قبر کو ۲۳ جنوری ۱۹۶۲ء بروز منگل دیکھا اور وہاں جابر بن عبد اللہ کے ایک سورہ فاتحہ پڑھی مگر میرے ایک دوست نے جو میرے ہمراہ تھا اور دین میں تفقہ و تخصص کا عادی تھا میرے اس عمل پر مستحسن ہوا اور کہا: تمہارا یہ عمل خلاف سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ مردوں پر فاتحہ کے سلسلے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا صحیح اور کیا جعلی کسی قسم کی کوئی حدیث ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ میں نے جواب دیا: میں اس سلسلے میں شیوخ دین کی تقلید کرتا ہوں چونکہ

ابو ہریرہ کے بارے میں ایک مجمل گفتگو | اب جبکہ ہم

تاریخ کے اس مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس منزل پر ان کے بارے میں نقیۃ محدث محمد رشید رضا رحمۃ اللہ کے ارشادات کو بھی اس میں شامل کریں۔ نقیۃ موصوف فرماتے ہیں: ابو ہریرہ کا اسلام سنہ ۷ ہجری سے شروع ہوا اس بنا پر انہوں نے اپنی بیان کردہ بہت سی احادیث کو ذات گرامی ختمی مرتبت رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا بلکہ ان کو دیگر صحابہ اور تابعین سے لیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر جس طرح جمہور محدثین کا کہنا ہے کہ صحابہ کل کے کل عدول ہیں تو ان کے تابعین کے سلسلے

وہ ہمیشہ نہ صرف قبور ہی پر بلکہ نام آنے پر بھی فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ مخقریہ کہ یہ تعجب کی بات نہیں کہ ابو ہریرہ کی دو جگہ قبریں ہیں کیوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں بھی اپنے استاد کعب الاحبار کی تاسی کی ہے اس لئے کہ اس یہودی کی قبر جیسا کہ سب جانتے ہیں شام کے ایک شہر حصص میں موجود ہے مگر ساتھ ہی اس کی ایک دوسری قبر جس پر ایک بڑا ساقبہ تعمیر کیا گیا ہے قاصر میں واقع محلہ ناصریہ کی ایک بڑی مسجد میں ہے اور حیرتناک اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ جمہوری متحدہ عرب کا اوقات مسلمانوں کے سالانہ رقوم کا ایک حصہ رجال دین کی آنکھوں کے سامنے ابو ہریرہ اور ان کے استاد کعب الاحبار کے قبور کی تعمیر میں خرچ کر رہا ہے۔

۱۔ المنار — ص ۴۳ — ج ۲۹

۲۔ اس سلسلے میں جمہور مسلمین کا یہ فیصلہ کہ صحابہ کل کے کل عدول ہیں سراسر خطا ہے اور ہم نے اس موضوع کو اپنی کتاب "اصول علی النہ المحمدیہ" میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور یہ بات ثابت کر دی ہے کہ عدالت صحابہ اعلیٰیت رکھتی ہے نہ کہ کلیت۔

میں تو ایسا نہیں۔ اور یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ ابوہریرہ کعب الاحبار سے سنتے اور انھیں سے روایت کیا کرتے تھے۔ ان کی بیشتر احادیث دوسروں سے ماخوذ ہیں مگر ان کا اصرار ہے کہ انھیں رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کرتے تھے۔ جس کی مثال یہ حدیث ہے کہ ”خدا نے زمین کو ہفتہ کے دن خلق کیا“۔ درآں حایکہ سب نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو کعب الاحبار سے لیا ہے۔ اسی طرح مذکورہ محدث و فقیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ نیز ابوہریرہ باعتبار معانی نقل حدیث کرتے تھے اور ان کی بیشتر احادیث مرسل ہیں کیونکہ انہوں نے ان کو زیادہ تر صحابہ سے اور بعض کو تابعین سے سنا ہے نہ کہ ذات گرامی ختمی مرتبت رضی اللہ عنہ سے اس کے علاوہ فقیہ و انشمن ابوہریرہ کے بارے میں مزید فرماتے ہیں۔ ابوہریرہ نے بہت سی ایسی احادیث کو نقل کیا ہے جس میں وہ منفرد ہیں اور کسی نے ان کی تائید نہیں کی ہے اور جس کا ایک حصہ مورد انکار یا معرض گمان میں واقع ہے کیونکہ اس کا موضوع بڑا اچھوتا اور عجیب و غریب ہے جیسے فتنوں پر مبنی احادیث یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب وہ غیبی اخبار جو آپ کے بعد وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ احادیث میں سے بعض فی

۱۔ اس طرح یہ جلیل القدر عالم بھی دوسرے علماء کی طرح یہ ثابت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ دروغگو تھے۔ حتیٰ کہ ان احادیث میں بھی جن پر ان کی تصریح ہے کہ انہوں نے خود ان کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

۲۔ تفسیر المنار۔ ص ۱۶۳ — ج ۸

۳۔ یعنی درحقیقت وہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا نام نہیں لیتے جن سے انہوں نے روایت کی ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا وہ عادل بھی تھے کہ نہیں۔

۴۔ المنار۔ ص ۹۷ — ج ۱۹

نفسہ غیر قابل قبول ہیں کہ اگر ان کو کوئی غیر صحابی نقل کرتا تو یقیناً وہ نقادان حدیث اور ارباب جرح و تعدیل کے نزدیک ان کی رسم کے مطابق غیر قابل قبول ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ابوہریرہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ فقیہ مذکورہ ابوہریرہ اور عبداللہ بن عباسی کے بارے میں جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے کثرت کے ساتھ حدیثیں نقل کیں ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے ان کو رسول خدا ﷺ کی رحلت کے موقع پر اچھی کن تھے اور جیسا کہ کہا گیا ہے انہوں نے رسول خدا ﷺ سے کل ۴۴ سے زیادہ احادیث کو نہیں سنا ہے مگر بعضوں نے اس تعداد کو ۲۰ تک بھی پہنچا دیا ہے اس خوبی کے ساتھ کہ ابن جوزی کے مطابق ان سے ۱۶۶۰ اور مستدرق میں ۱۶۹۶ احادیث مروی ہیں، کہتے ہیں ابوہریرہ اور ابن عباس نے ہرگز شریعت کے اساس اور اس کے ارکان کی بنیاد نہیں ڈالی ہے اور اس کے لئے کسی اصل اور فرع کو وضع نہیں کیا ہے بلکہ ان دونوں افراد نے دوسرے صحابہ کرام کی طرح فقط حدیثوں کو ہمارے لئے نقل کیا ہے اور اگر ہم احکام شرعی کے بارے میں ابوہریرہ کی روایات کا مجملہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کی تعداد بہت کم ہے اور ناچیز ہے اور اگر یہ

۱۔ مگر کون ابوہریرہ پر جرح کر سکتا ہے انکا تعلق تو صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور باب جرح و تعدیل صحابہ پر بند ہے البتہ غیر صحابہ پر اس کا اطلاق یقینی ہے۔
 ۲۔ لیکن ہمارے زمانے میں ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں کہ جہاں کسی نے ابوہریرہ کے بارے میں کچھ کہا اور وہ ان کی نظر میں زندقہ بن بیٹھا۔

۳۔ مجملہ المنار - ص ۱۰۱ - ج ۱۹ - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رشید صاحب رحمۃ اللہ نے یہ بات ان مبطلین نصاریٰ کی رد میں کہی ہے۔ جنہوں نے ابوہریرہ اور ابن عباس پر انکی عجیب و غریب احادیث کی بنیاد پر انتقاد کیا ہے۔

روایات بیان نہ بھی ہوتیں تو کتب احکام پر اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوتا اس موضوع کے بارے میں کہ ابوہریرہ اور دیگر افراد نے احادیث کو باعتبار معانی روایت کیا ہے ان مسائل کو ہم اپنی کتاب "اصنواء" علی السنۃ المحمدیہ" میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں یہ عظیم المرتبت ہستی کہتی ہے۔ "باعتبار معانی روایت حدیث عظیم مشکلات کی پیدائش کا سبب بن چکی ہے۔ اور فقیہ موصوف اسرائیلیات کے ان دو عظیم سرگرموں کعب الاحبار اور وہب بن منبہ کے بیان خرافات کے سلسلہ میں کہتے ہیں: ہم یہ کہاں سے جان لیں کہ یہ تمام روایات یا وہ روایات جن کی تردید ہوتی ہے ان دو افراد سے مربوط نہ ہوں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ کار یہ نہیں تھا کہ وہ جو کچھ بھی ایک روایت تابعین سے سنیں بر سبیل نقل و روایات سے بیان کریں، بلکہ زیادہ تر وہ انھیں بغیر نسبت کے بیان کرتے تھے اور اکثر تابعین کا بھی یہی حال تھا۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت ابوہریرہ کے تمام منقولات کی بھی یہی کیفیت تھی کہ وہ انھیں براہ راست پیغمبر اکرم ﷺ سے نسبت دے کر کہتے تھے۔" قال رسول اللہ کذا" یا یہ کہ: سمعت رسول اللہ یقول کذا۔ آخر کار محدث مذکور فرماتے ہیں: اس بناء پر مجھے یقین نہیں کہ ابوہریرہ کی جو احادیث پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب ہیں اور ان کا متن اچھوتا ہے اور اس میں سماع کی تصریح بھی موجود نہیں وہ کعب الاحبار کے روایات

۱۔ محمد المنار۔ ص ۵۱۴۔ ج ۲۹

۲۔ تفسیر المنار۔ ص ۴۷۶۔ ج ۹

۳۔ یعنی کعب الاحبار اور وہب بن منبہ

۴۔ جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

۵۔ المنار۔ ص ۳۴۲۔ ج ۲۔

[illegible]

تمت بحمد الله

انہیں سب سے پہلے ہی کہہ دیتا ہوں کہ ان کے لئے جو کچھ ہے وہ سب ان کے لئے ہے

کو کیا کہا جائے گا! سورہ برائت کو جسے سورہ فاضحہ بھی کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں صحابہ کی ایک جماعت کو رسوا کیا گیا ہے۔ کن افراد کے ساتھ منسوب کیا جائیگا!؟ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد مرتد ہونے والے افراد کس ذمہ میں شمار ہوں گے!؟ مگر ان تمام معقولات کے باوجود اگر کوئی شخص طرفداران صحابہ کے اس گروہ سے سامنا کر کے اس قسم کے مطالب کو ان کے گوشگزار کرتا ہے تو وہ ان کے غصے، دشنام اور ناسزا گوئی کا شکار بن کر آخر کار مرتد اور زندیق بن جاتا ہے اور سلاح تکفیر کے تیز دھارے اس کو اپنا ہدف بنائیتے ہیں مگر ہم اس مرحلہ میں بھی ان کے ہم گام بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا درست ہے کہ تمام صحابہ معصوم عن الخطات تھے مگر خاص طور پر ابوہریرہ کے سلسلے میں ہم اس قسم کی گفتگو کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ان کا معاملہ دیگر صحابہ سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اکابر صحابہ نے ان پر جرح کی ہے اور ان کی روایات کو رو کر دیا ہے بلکہ جھٹلایا ہے اور انھیں دروغگو کہا ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح ہم پہلے کہہ چکے ہیں ابوہریرہ عالم اسلام کے پہلے منہم راوی ہیں۔

۱۔ سورہ برائت کو سورہ توبہ بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس سورہ میں خداوند عالم فرماتا ہے: "لقد تاب اللہ علی النبی" ال آخر۔ بخاری نے سید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں نے ابن عباس کے سامنے سورہ توبہ کا نام لیا تو انہوں نے کہا: یہ سورہ فاضحہ ہے کیوں کہ اس میں آیتوں کا ایک سلسلہ ہے جو مسلسل صحابہ کے بارے میں نازل ہوتی رہیں۔ اس طرح کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ شاید اب ہم میں سے کوئی ایسی ان آیتوں کی زد سے بچ سکے گا۔ اس سورہ کو سورہ منقرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں منافقین کا پردہ ناش کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس سورہ کو مخزہ، میشرہ، حازرہ، منسلک، مدمدہ، مقتشقہ، بمعشرہ، مشرودہ اور سورہ عذاب بھی کہا جاتا ہے۔

(تفسیر کثات جبار اللہ ز مخشری۔ ص ۱۳۶ - ج ۲)

خَاتَمہ کلام

jabir.abbas@yahoo.com

شیخ المصبر کے نام سے یہی وہ کتاب ہے جس کی تالیف میں، میں اللہ سے توفیق کا طالب ہوا اور اس کی بارگاہ میں طلب خیر کی تمنا کی اور جو کچھ میرے بس میں تھا اور جتنا مجھ سے ہوسکا میں نے اس بارے میں تحقیق و تفسیر اور وقت نظر سے کام لیا اور خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس امر میں امیر اس کے علاوہ کوئی خاص منشاء نہیں تھا کہ لوگ اس صحابی کی سیرت اور تاریخ کے

بارے میں بھی جان لیں جو صحابہ میں ایک خاص وضع کا حامل تھا۔ کیوں کہ میرے نزدیک اس کا جانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اس بنا پر ہم نے ابوہریرہ کی قامت سے اس جامہ روايت کو اتار پھینکا جس کے تلے ان کے بے شمار صفات و اعمال مضمر تھے انکی شخصیت اور روش کو بالکل اسی طرح قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیا جس طرح کہ ہونا چاہیے تھا۔ خواہ وہ اس دور کی بات ہو جب وہ بکریاں چراتے تھے اور فقط دو وقت کی روٹی کے عوض ابن عفان اور غزوہ ان کی بیٹی بسرہ کی خدمت کیا کرتے تھے یا وہ دور ہو جب پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے اسلام قبول کیا اور جیہ کہ خود ان کا کہنا ہے کہ انکا وقت پیٹ بھرتے اور صف میں گذر بسر کرنے میں کٹا تھا یا اس دور سے متعلق ہو جب وہ علماء الحضرمی کے ساتھ موزن کی حیثیت سے بحرین گئے۔ اور پھر حضرت عمرؓ کی جانب سے والی بحرین مقرر ہوئے اور پھوڑے ہی عرصے کے بعد معزول کر دیئے گئے یا اس کا تعلق اس عہد سے ہو جب بنی امیہ کی حکومت آئی جو اپنے وقت کے پادشاہ تھے اور جن کے ہاتھوں میں امر و نہی، بخشش و حرمان سبھی کچھ تھا کہ اسی عہد میں ابوہریرہ۔ مرد و نوازش و محبت قرار پائے اور ان کے لئے ایک زمین ذوالحلیفہ اور دوسری عقیق میں الاٹ ہوئی یہاں تک کہ وہ عقیق میں ایک خوبصورت اور عالیشان محل بنانے میں کامیاب ہو گئے مختصر یہ کہ ان پر اتنی بخششوں اور عنایتوں کی بارش ہوئی جس کا وہ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد ان کی شادی ایک جلیل القدر خاتون عروان کی صاحبزادی بسرہ سے کر دی گئی جس کے یہاں وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ملازم تھے۔ جی ہاں آخر کار ایک بے نام و نشان زبوں حال خادم نے ایک جلیل القدر اور با اسم و رسم مخدوم کے ساتھ شادی رچالی جو اپنے تئیں پر حکمرانی کیا کرتی تھی۔! یہ ہے اس سنگدل اور غدار زمانے کا طرز سلوک۔

بہر حال ہم نے ابوہریرہ کی تاریخ حیات پر روشنی ڈال کر صاحبان فکر و نظر کے لئے ایک اہم موضوع کو چھیڑ دیا ہے جو اب ہر شخص کے لئے موضوع بحث بنا ہوا ہے جس کا اہم ترین حصہ ان کی کثرت روایت ہے جسے انہوں نے براہ راست پیغمبر ﷺ سے نسبت دی ہے حالانکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی مصاحبت بہت ہی مختصر ہی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے باوثوق ارباب حدیث کی کتابوں سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ وہ اپنی روایات میں تدلیس سے کام لیتے تھے اس لئے ان کی اس طرح کی روایات مرسل میں شمار ہوتی ہیں اور پھر ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ چونکہ اکابر صحابہ ابوہریرہ کی روایات میں شانِ نبوت کے خلاف گفتگو پاتے تھے اس لئے وہ انہیں مہتمم قرار دیتے تھے اور یہ اتہام آج بھی اسی طرح ان کے دامن سے وابستہ ہے ہم نے ان تمام مطالب کو دوسری اہم باتوں کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے تاکہ اس کے صفحات ایک ایسا صاف و شفاف آئینہ بن جائیں جس میں ہر شخص ابوہریرہ کے چہرے کو ان کے حقیقی روپ میں دیکھ سکے اور اس کی روشنی میں ان کی روایت کے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکے۔ یہاں یہ بات بتانا بھی ضروری ہے کہ فطرت و تربیت اور ماحول جس میں ابوہریرہ نے پرورش پائی تھی ان کی روش اور ان کے گفتار و کردار میں بڑی موثر رہی ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کو مجال انکار نہیں، چونکہ یہ تمام باتیں ہماری بحث و گفتگو کا محور ہیں اس لئے تہراً جو کچھ ہم نے ابوہریرہ کی تاریخ حیات کے بارے میں کہا ہے وہ بالکل درست اور سچا ہے ایسی صورت میں چونکہ ابوہریرہ کی جانب سے ہمارے لئے ان کی نقل کردہ روایات کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا ہے اور اس میں بھی وہ موردِ تہمت و تکذیب قرار پاتے ہیں اس کے علاوہ اس طرح کی روایت میں شبہات بھی پائے جاتے ہیں جس کے بارے میں ہم اپنے دور کے لوگوں سے اور نیز جو ہمارے بعد آنے والے ہیں ان سے کہتے ہیں: جو

بھی مذکورہ روایات یا اسی طرح کی دوسری روایات میں کسی ایسے امر کا شاہد کرے جو عقل صریح اور علم صحیح یا حس و تجربہ سے منافات رکھتی ہو یا پھر قرآن حکیم، ذوق سلیم یا اسلام کے مقاصد عالیہ سے اختلاف رکھتی ہو یا یہ کہ اس کا نقل ایسے مفاکیم سے ہو جو انسان کے دل میں دوسو سو پیدا کرتی ہے اور اس کے دل و دماغ کو مطمئن نہیں کرتی تو اسے چاہیے کہ وہ اسے ایک طرف رکھ دے اور اسے ہرگز قبول نہ کرے اس پر کسی قسم کا کوئی الزام عائد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حتمی مرتبت ﷺ کی جانب سے درست بیانی، صحیح دستور العمل اور پسندیدہ امور کے علاوہ اور کچھ صادر نہیں ہوتا اور اگر کوئی یہ کہے کہ اگر ابو ہریرہ کے علاوہ کسی اور نے بھی اس قسم کی روایتوں کو نقل کیا ہو تو کیا ہوگا تو اس کے لئے بھی ہمارا جواب وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ خواہ وہ ابو ہریرہ ہوں یا غیر ابو ہریرہ اس میں کوئی تشخیص نہیں ہے۔ ہم نے ابو ہریرہ کو اپنی بحث کا موضوع صرف اس لئے بنایا ہے کہ انہوں نے تمام صحابہ سے زیادہ نقل حدیث کی ہے۔ پھر یہ کہ ان کی منقولہ روایات میں اتنے اشکالات پائے جاتے ہیں جو کسی اور جگہ نہیں ملتے۔ ان اشکالات کی نوعیت بھی ایسی ہے کہ وہ ہر وقت دشمنان اسلام کے لئے ایک اچھا مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ محقر یہ کہ اس سلسلے میں آئمہ دار باب حدیث نے تصریح کی ہے کہ اصول و ارکان اسلام یہ نہیں کہ جو کچھ کتب روایت میں آیا ہے مسلمان اس پر ایمان لے آئے۔ کیونکہ مذکورہ کتابوں میں جو کچھ آیا ہے وہ بطریق احاد وارد ہوا ہے اور وہ تنہا مفید ظن ہے اور ظن دشمنان کبھی کسی کو حق سے بے نیاز نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ "عقائد" میں اس طرح کی روایات سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ الدلۃ عقائد کو خبر "متواتر سے لینا پڑتا ہے اور ہمارے پاس اخبار متواتر کے سلسلے میں قرآن حکیم کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں ہے اور جب بات

کی نوعیت یہ ہو تو پھر ہر شخص مختار ہے کہ وہ اس طرح کی کتابوں میں وارد ہونے والی روایات میں سے جس کو چاہے قبول کرے اور جسے چاہے ایک طرف رکھ دے دونوں حالتوں میں اس پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں آسکتا۔ اس سلسلے میں ہمیں ابو حنیفہ، لیث بن سعد، مالک اور شافعی جیسے پیشوایان مذاہب دینی کی تاسی کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے لئے ایک حدیث کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہوتا تھا اور دوسرا اسے رد کر کے کسی اور حدیث کو اپناتا تھا مگر ہر شخص اپنی جگہ درست ہوا کرتا تھا اور جب جمہور کے درمیان مشہور روایتی کتب ظہور پذیر ہوئے تو تمام مذاہب کے نقبانے انھیں کلی طور پر قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے فقط اپنے ادلہ مذاہب سے خواہ وہ ان کے محتویات کتب سے مخالفت ہی کیوں نہ رکھتے ہوں تمتک کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ دین سے خارج نہ ہوئے۔ اور یہی حال اکابرین خوین کا تھا جو اپنے فن میں احادیث پنیبر اکرم ﷺ کو لائلِ نعت سے نہیں جانتے تھے بلکہ مسلمانوں کے بہت سے ایسے گروہ ہیں جو مشہور روایتی کتب پر بنیادی طور پر اعتقاد نہیں رکھتے اور روایت و فقہ میں ان کے پاس اپنی کوئی مخصوص کتاب نہیں ہے۔ جس کی وہ پیروی کریں جیسے شیعہ، زیدیہ وغیرہ خاص طور پر فقہ امامیہ جو کسی حدیث کو مستبر نہیں جانتا جب تک کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے سلسلے سے ان کے جد تک متصل نہ ہو یعنی جس کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے برادر بزرگوار امام حسن علیہ السلام سے) انہوں نے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام سے اور انہوں نے رسول ﷺ سے روایت کیا ہو۔ لیکن باوجود روایتیں ابو ہریرہ، سمرہ بن جندب، مروان

بن الحکم، عمران بن حطان، عمرو بن العاص اور ان جیسے افراد سے منسوب ہوں وہ فرقہ امامیہ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں رکھتیں۔ اسی حالت میں کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان گروہوں میں سے کسی ایک پر بھی طعنہ زن ہو یا اس کے ایمان میں شک و تردید کرے کیوں کہ وہ سب کے سب اصول اسلام پر مستعد اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے در آپ کی لائی ہوئی کتاب کے معترف ہیں، مگر ہر قوم کا ایک رہبر اور اس کی ایک الگ راہ ہوا کرتی ہے۔ "قاری کو اپنی اس گفتگو پر اطمینان دلانے کے لئے ہم ذیل میں وہ قطعی دلائل اور واضح براہین کو پیش کر رہے ہیں۔ جو کامل طور پر ہماری گفتگو کی تائید کرتی ہیں اور اسی پر اپنی بحث کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ احمد نے اپنی سند میں ابو حمید اور ابواسید سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کبھی تم کسی سے ہماری کوئی حدیث سنو اور تمہارے قلوب اس سے آشنا ہوں اور وہ تمہارے ظاہر و باطن میں جذب ہو جائے اور تم اسے اپنے سے قریب پاؤ تو سمجھ لو کہ تمہاری نسبت میں اس سے زیادہ اولی ہوں اور جب کسی ایسی حدیث کو سنو جس سے تمہارے قلوب نا آشنا ہوں اور تمہارا ظاہر و باطن اس سے گریزاں ہو اور تم اسے اپنے سے دور محسوس کرتے ہو تو میں تمہاری نسبت اس سے زیادہ دور ہوں اس حدیث کی اسناد درست اور صحیح ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرہ الحفاظ میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے تذکرہ کے ذیل میں لکھتے ہیں: لوگوں کے لئے کسی ایسی چیز کے بارے میں حدیث کہو جس سے وہ آشنا ہوں اور نا آشنا چیزوں کو ان سے الگ رکھو، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی تکذیب

۱۔ اصل الشیعہ و اصولہا، دسویں اشاعت۔ ص ۱۴۹

۲۔ ص ۲۲۲۔ خداوند عالم مولف کو اس حق گوئی اور پسندیدہ روش پر جزائے

خیر عنایت فرمائے۔ (مترجم)

لی جائے (اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے) ابن مسعود کہتے ہیں: ہم جو بھی حدیث نقل کرتے ہیں اس کی صداقت کے لئے کتاب الہی سے گواہی پیش کرتے ہیں۔ ربیع بن خثیم کا کہنا ہے کہ: دن کی روشنی اور چمک کی طرح حدیث کا بھی ایک نور ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے آپ اسے مان لیتے ہیں اور تاریکی شب کی طرح ایک ظلمت ہے کہ جسے آپ ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ امام ابوحنیفہ اپنی رد کردہ احادیث کے باب میں کہتے ہیں: "یہ جو میں برخلاف قرآن صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نقل شدہ احادیث کو رد کرتا ہوں تو یہ رد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کا رد ہے جو اس حدیث کو از روئے باطل آپ سے نقل کرتا ہے۔ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کہی ہوئی ہر بات ہماری سرانگوں پر ہے ہمیں اس پر ایمان کامل ہے اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی ہر بات حق ہے اور اس بات کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جو مخالفت دستور الہی ہو۔ آپ کی ہر بات کلام الہی ہے۔ آپ کا تعلق متکفین سے نہیں ہے۔ حدیث کے بارے میں لوگوں کا فریضہ یہی ہے کہ جو بات ان کے قلوب کو مطمئن نہ کر سکے اسے الگ کر دیں اور اس کام میں کسی قسم کی ملامت ان کے گریبان گیر نہ ہوگی، لیکن جس چیز پر بطور کل ایمان لانا ضروری ہے وہ اللہ کی کتاب "قرآن کریم" ہے جس میں ہرگز کسی طرح بھی باطل کو دخل نہیں اور ساتھ ہی وہ احادیث ہیں جو اس کی موافقت میں ہوں۔ یہ ہے اصل مطلب اور مجھے امید ہے کہ میں نے اس کتاب کی تالیف میں حق علم و تاریخ کو ادا کر کے ابوہریرہ کی شخصیت کو مکاحقہ آشکار کر دیا ہوگا۔ تاکہ اس ہستی کی تاریخ میں ایک صحیح

۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ص ۵۴۹

۲۔ کتاب مناقب ابوحنیفہ تالیف مکی۔ ص ۹۹

فصل وجود میں آئے اور اسی کے ساتھ میں بارگاہ رب العزت میں دست
بدعاہوں کہ وہ راہ حق کی پیروی میں ہماری راہنمائی فرمائے اور ہمیشہ
سچا نفع رکھنے والی چیزوں میں ہمیں کامیاب بنائے انہ سمیع الدعاء
رحمۃ منطاط۔ شب اول ماہ رمضان ۱۳۸۱ ہجری مطابق ۶ فروری
۱۹۶۲ء (عیسوی)

jabir.abbas@yahoo.com

استدلال کرے وہاں حالانکہ وہ بنیادی طور پر انجیل کا مستقصد نہ ہو اس کے علاوہ مد مقابل سے استدلال اور مناظرے کے سلسلے میں ایک باب ہے جسے باب الزام کہہا جاتا ہے اور جس کی مختصر سی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ :
 مد مقابل کو اس محیط میں گھیر لو جسے اسنے اپنے لئے پسند کر رکھا ہے "اور یہ علماء کے درمیان ایک مسئلہ امر ہے جس کے لئے ہم کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے : ایسی صورت میں ہماری گفتگو نہ عمومیت رکھتی ہے اور نہ ان تمام احادیث کی تصدیق کرتی ہے جنہیں ہم نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ کیوں کہ ان میں بعض علامہ صحت سے ہمکنار ہیں اس مفہوم میں کہ یا تو وہ خود قرآن کریم کے ارشادات ہیں۔ یا پھر عقل سلیم ان کو تسلیم کرتی ہے یا یہ کہ نور نبوت کی شاعیں ان کے درمیان سے پھوٹتی ہیں چاہے یہ شاعیں ضعیف ہی کیوں نہ ہوں ایسی حالت میں ہم صرف ان احادیث پر بھروسہ کرتے ہیں کہ مذکورہ احادیث عالم رواست میں "احاد" سے تعلق رکھتی ہیں اور درحقیقت ظنی الدلالہ ہیں اور اس طرح وہ درجہ قطعیت تک نہیں پہنچ سکتی اور دینی عقائد میں ان سے متک نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ یہ احادیث باعتبار معانی روایت ہوئی ہیں نہ ان الفاظ کے ساتھ جنہیں پیغمبر ﷺ نے اپنے لبہای مبارک سے ادا کیا تھا۔ اس دقیق نکتے کے بارے میں جس طرف ڈاکٹر طہ حسین نے ہماری توجہ متعطف کی ہے۔ ہمارا جواب اتنا ہی ہے ہمیں امید ہے کہ ہمارا یہ جواب انہیں اور ان کے ہم عقیدہ تمام دانشمندان کو مطمئن کر دے گا۔ کیونکہ یہی دانشمندان کا گروہ میرے لئے کافی ہے اور اس کے علاوہ مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

ضمیمہ

ضمیمہ ۱



حضرت سلمان محمدی رضوان اللہ علیہ صحابہ میں سب سے عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ان کی اس عظمت و جلالت کے نمونہ کے طور پر ہم اپنے قارئین کی خدمت میں عظیم سنی دانشور اور مشہور اور مستند محقق جناب ڈاکٹر حمید اللہ کی عربی کتاب "الوثائق ایسیہ" کے اردو ترجمہ ص ۳۳۱ - ۳۳۶ سے حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ایک حکم نامہ پیش کر رہے ہیں۔ جو حضرت سلمان رضوان اللہ علیہ کی جلالت و عظمت کی واضح ترین سند ہے۔ اس کتاب کا یہ ترجمہ جس کے حوالے سے ہم یہ حکم نامہ پیش کر رہے ہیں مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے کیا ہے جسے مجلس ترقی ادب نے ۱۹۶۰ء عیسوی میں لاہور سے شائع کیا ہے۔

الوثائق ایسیہ "ڈاکٹر حمید اللہ کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر انہوں نے فرانس سے پی، ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور جسے تمام مسلمان علماء نے مستند تسلیم کیا۔ نیز اس حکم نامہ کا اصل نسخہ بھی محفوظ ہے۔

برائے اقارب

سلمان فارسی (المجوسی)

[illegible]

مولف علام نے یہ فرمان حاصل کیا۔ سر جشید جمیتی بھائی نیت
ریس اعظم از محوسی ہند بمبئی سے جو کہ ۱۲۲۱ یزد مطابق ۱۸۵۱ء میں
چھپا یہ فرمان امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قلم سے
سرخ رنگ کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾
 یہ وثیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ مہدی
 فروج ابن سخنان برادر سلمان رضی اللہ عنہ، ان کے اہل بیت اور
 جملہ پس ماندگان سلمان مہدی فروج کے لئے۔ ان میں سے جو لوگ
 اسلام قبول کر لیں اور وہ لوگ بھی جو اپنے قدیم دین پر قائم رہیں انہیں
 طبقوں کے لئے ہے۔

سلام ہلوتہم پیو! اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمام بنی نوع بشر کو لا الہ الا اللہ وحدہ
 لا شریک لہ کہنے کا حکم دیا ہے۔

حذا ہی مخلوق کا پیدا کنندہ اور تمام امور کا سبب ہے اس کے
 خالق ہونے کے ساتھ تمام مخلوق کی حیات و ممات اس کے ہاتھ میں
 ہے اور حشر کے بعد سب کو اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔

بالآخر ہر ایک کے لئے زوال و فنا ہے، کلے نفس خالق الموت
 اللہ کے امر احکم کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا نہ اس کی سلطانی کو زوال
 کا خطرہ ہے۔ اس کے جلال کی کوئی حد و نہایت نہیں نہ کوئی اس کی
 بادشاہی میں شریک ہے۔

”سُبْحَانَ مَا لَكَ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ الَّذِي يَقْلِبُ
 الْأُمُورَ كَمَا يَرِيدُ“

(وہ ہر خامی سے منزہ مالک ہے زمین اور آسمان کا اور خود
 مختار ہے اپنے کاموں کے نفاذ میں)

وہ مخلوق کے اقسام میں تنوع اور اصناف فرماتا ہے اور مندرجہ ہے
قیل وقال سے، تشریف اس کے اوصاف کا احاطہ کب کر سکتی ہے۔ ذہن
اس کی کنز کے لئے لاکھ سخی کرے مگر بے سود ہے اس نے اپنی کتاب (قرآن)
کو اپنی تشریف سے شروع فرمایا اور ہمارے لئے اس تشریف کو عبادت قرار
دیا۔ بندوں کی طرف سے اپنی حمد و شکر پر خوش ہوتا ہے۔ بنی آدم کی طرف
سے اس کی حمد و ثنا اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کی حمد کرنے والوں میں سے
بھی کوئی اس کا شمار نہیں کر سکتا۔ میں اس ذات وحدہ لا شریک کا اقرار کرتا
ہوں جو ہر عینب و سر پر خوبی کے ساتھ نکل رہا ہے۔

يا ايها الناس اتقوا واذكروا الله يوم مضطحة
الارض ولفح نار الجہنم، والفرز الاكبر والندم في الخوف
بين يدي رب العالمين اذنتكم كما اذن المرسلون
لتسكن عن النبأ العظيم وتعلمن نبأ بعد حين۔

اے بنی آدم! خدا سے ڈرو اور اس دن کا تصور کرو جس روز
زمین شق ہو جائے گی جہنم کی آتشیں پیش سے نضا کر کے نار ہو جائے گی
اس خوف ناک و مہشت و پیشانی اور رب العالمین کے حضور جواب طلبی
میں ہمیں سابقہ رسولوں کی مانند متنبہ کرتا ہوں قیامت کے دن ت
جس کا یقین تم بھی ذرا دیر کے بعد کر لو گے۔

جو شخص میری رسالت پر ایمان لائے اور مجھ پر خدا کی طرف سے نازل
شہ رجح کی تصدیق کرے وہ ہم میں سے ہے دنیا میں اس سے ہمارا کوئی

۱۔ نسخ ظہ غائب کوئی لفظ نہیں یہ طہ تھا جو ماخذیں طباعت

کی غلطی سے ظ ہو گیا۔ یہاں اس کے معنی "فشارش" (منشی الادب) موزوں ہیں۔ (مترجم)

[illegible]

اور ان کے لئے یہ مراعات بھی ہیں۔

۱۔ وہ غلاموں کی مانند پیشانی کے بال نہ کٹوائیں۔

۲۔ اپنا زنا زینب گلو رہتے دیں۔

۳۔ جزیہ انھیں تا قیامت معاف ہے۔

۴۔ ان کے آتش کدوں کی بجالی اور ان کی آمدنی اور فروغ میں

انھیں آزادی ہے۔

۵۔ لباس فاخرہ اور ہر قسم کی سواری کا انھیں اختیار ہے۔

۶۔ رہائش کے لئے تعمیر مکانات اور اصطبل کی اجازت ہے۔

۷۔ اپنے طریق پر جنازے لے جانے کے مجاز ہیں۔

۸۔ اپنے مذہب کے ہر ایک شعار کی پابندی کا اختیار ہے۔

۹۔ ہمارے تمام زمینوں کے مقابلے میں وہ معزز و موقر ہیں۔

ان کے لئے یہ مراعات سلمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تمام مومنین

رحمہ اللہ پر واجب ہیں ان مراعات پر مجھے وحی الہی سے یہ اطلاع ہوئی

ہے کہ :-

ان الجنة لسلمان، اشتوق من سلمان الى الجنة

رجعت سلمان کے لئے ان کی زیارت کی زیادہ مشتاق ہے۔ اس شوق

کے مقابلہ میں جو سلمان کو جنت کے بارے میں ہے۔

سلمان معتمد اور امین و خیر اندیش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ جملہ مومنین کے نزدیک اور وہ ہم ہی میں سے تو ہے۔

اس فرمان میں سلمان کے اہل بیت اور پس ماندگان کے لئے جن مراعات

اور احسان کا تذکرہ کیا گیا ہے نہ ہمار کوئی مسلمان ان میں دخل انداز ہو۔ یہ

یہ مراعات سلمان کے فائدہ میں سے مسلمانان اور ان میں سے اپنے قدیم

دین پر قائم رہنے والے ہر درصفت کے لئے یکساں ہیں۔

مسلمانوں میں سے جو شخص میرے ان احکام پر عمل پیرا ہو اس کے لئے خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس پر تباہ قیامت خدا کی لعنت ہے۔

جس شخص نے پس ماندگان سلمان کی تعظیم کی اس نے میری تحکیم کی اور وہ عند اللہ بھلائی کا حقدار ہوا اور جس کسی نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی میں قیامت کے روز اس سے انتقام لوں گا۔ اس کی جزا جہنم ہے اور میں اس کی شفاعت سے بری ہوں۔

والسلام علیکم والتحیۃ لکم من ربکم

(تم پر سلامتی اور تمہارے رب کی طرف سے انعام ہو)

کاتب : علی بن ابی طالب (آلہ و)

محکم : رسول اللہ ﷺ

موجودگی۔ ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سلمان، ابوذر، عمار، حبیب، بلال، مقداد بن اسود، بشیر بن شام، مومنین کے۔ رضی اللہ عنہم وعلی الصحابہ اجمعین۔

<http://fb.com/ranajabirabbas>



دارالعلوم ہاqqانیا (دعوبند)

تقدیر صحیح متن آیات شیخ المصنیرہ

میں نے (شیخ المصنیرہ) میں مندرج آیات قرآنہ کو
حرفاً حرفاً پورے غور و امعان نظر سے پڑھا۔ میں
تصدیق کرتا ہوں کہ ان آیات کے متن میں کوئی کمی
بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ انشاء اللہ
حافظ محمد حسین سند یافتہ

امام ذاداب

ڈیڑھ سو روپیہ

امام نایاب جامعہ مسجد لیاقت آباد راجپوت

انصارِ حسین واسطی کے اہتمام سے شائع ہونے والی چند اہم اور معیاری کتابیں

سبح البلاغۃ (بزرگانِ انگریزی)
امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے کلام پر مشتمل ایک ایسا عظیم الشان مجموعہ ہے جس میں تعمیرِ انسانیت و اخلاق کی کوشش انسانیت کے لئے دکھوں سے نجات کا فلسفہ اور نوعِ انسانی کے لئے مکمل ضابطہ حیات موجود ہے۔

مترجم: سید محمد عسکری جعفری
قیمت: ۲۰/- روپے

اُسوة الرسول
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر جلد اول و جلد دوم۔ جامع اور عظیم کتاب۔
مولف: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
قیمت: جلد اول ۲۵/- جلد دوم ۳۰/-

میراثِ انبیاء علیہم السلام
تاریخِ کربلا اور قربانیِ نواسہ رسول کی منفرد و تعصبات سے اعلیٰ وارفع، مناظرے سے پاک خالص عالمانہ بحث پر مشتمل تاریخِ صبر و رضا۔

مولف: سید مجتبیٰ حسین شمس آبادی
قیمت: ۲۰/- روپے

فقہ اسلامی (مدینہ سے حداثہ تک)
اسلامی فقہ کے ارتقائی مدارج اور عہد بہ عہد علماء کے خدمات کا تقاریر از: شیخ محمد مہدی آصفی و سید حسین مرتضیٰ

آیاتِ محکمات (حصہ اول و دوم)
(بقیہ حصص زیر طبع ہیں) مولف: سید حسن علی خان
بجواب آیاتِ بینات (مولف: نواب محسن الملک) قیمت: ۲۲/- روپے

غمِ جاوداں
اُستاد قمر جلالوی کا شاہکار مجموعہ مرثیہ ترتیب: حضرت مجاہد لکھنوی
قیمت: ۴/- روپے

اوجِ قمر
اُستاد قمر جلالوی کا مجموعہ غزلیات ترتیب: حضرت مجاہد لکھنوی و انصارِ حسین واسطی۔ قیمت: ۵/- روپے

چند ذییر طبع کتب
طبِ معصومین تحقیق جدید، صوفی شعراء بارگاہِ رلقنوی میں، وادیِ مہران میں تشیع، مسلم اول شہر و ان علی، اسوة الرسول، مصباحِ الظلم۔ نیز نادر و ستاویز "روحِ مفکرینِ شیعہ"

معیاری کتب کی اشاعت کا مرکز
المشہدین رنگِ اچھنسی بی۔ لیاقت آباد۔ کراچی